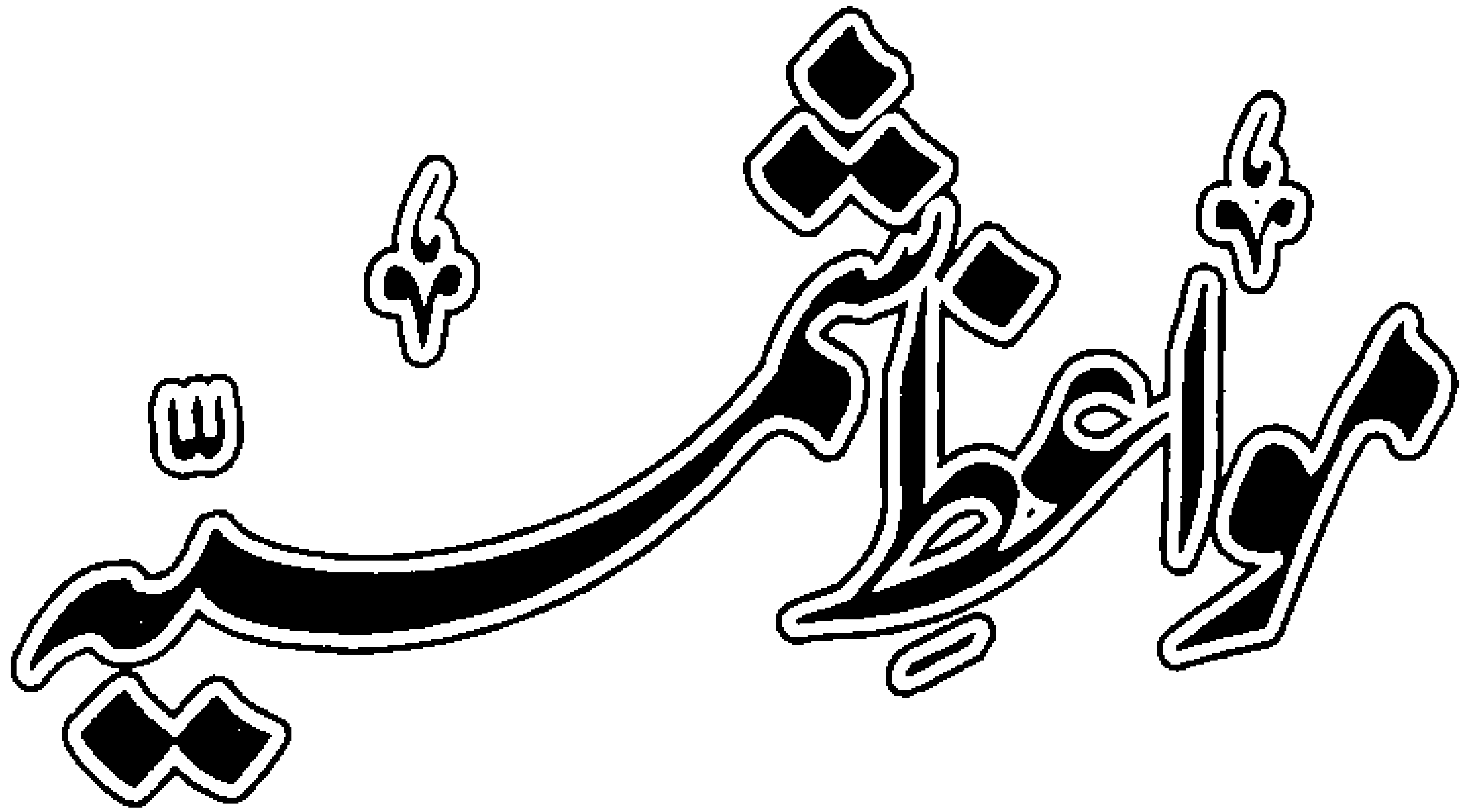
مواعظِ شمسیہ

شیخ الحدیث والتفسیر شیخ الفقہ
حضرت علامہ ابوالبدر محمد شمس الزمان قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز محدث اعظم پاکستان

ترتیبِ نو
جگر گوشہ شیخ الحدیث
ابو دانیال علامہ
محمد قمر الزمان قادری رضوی

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز



شیخ الحدیث والتفسیر، شیخ الفقہ

حضرت علامہ ابو البدر محمد شمس الزمان قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز محدث اعظم پاکستان

بانی: جامع مسجد صدیقیہ، مدرسہ غوث العلوم جامعہ رحیمیہ رضویہ
نیو سمن آباد بوہڑ والا چوک لاہور

ترتیب نو:

جگر گوشہ شیخ الحدیث

أبو دانیال علامہ محمد قمر الزمان قادری رضوی



نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
11- داتا گنج بخش روڈ لاہور 042-37313885, 37070663
E-mail: nooriarizvia@hotmail.com

نام کتاب ——— مواعظ شمسیہ

مصنف ——— شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد شمس الزماں قادری رضوی علیہ الرحمہ

پروف ریڈنگ ——— الحافظ القاری مفتی غلام حسن قادری

باہتمام ——— صاحبزادہ علامہ محمد قمر الزماں قادری رضوی

تعداد صفحات ——— ۲۱۶

باراول ——— رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ اگست ۲۰۱۱ء

طابع ——— سیّد محمد شجاعت رسول قادری

مطبع ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

کمپیوٹر کوڈ ——— 1N0062

قیمت ——— 200 روپے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- گنج بخش روڈ، لاہور

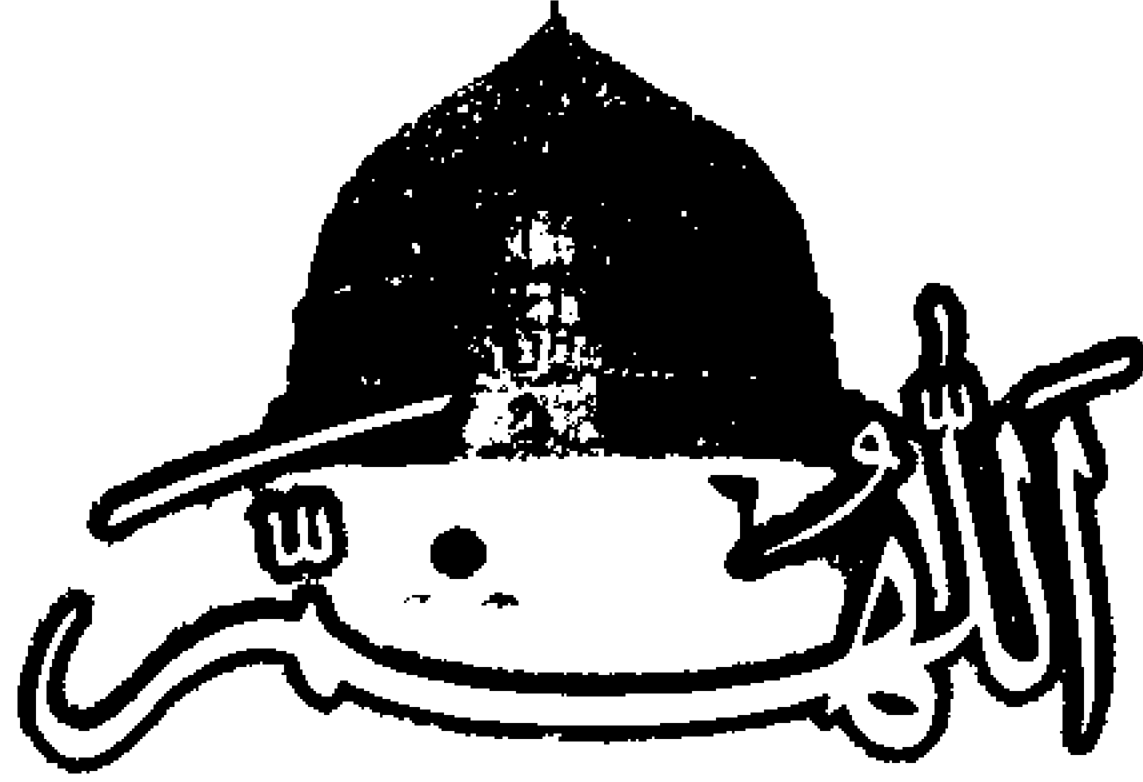
فون 37313885-37070663

Email:nooriarizvia@hotmail.com

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

فون: 041-2626046

بسم اللہ الرحمن الرحیم



صلِّ علیٰ سیّدنا و مولانا محمّدٍ وّعلیٰ آلہٖ
وصحبہٖ وبارک وسلّم

مولای صلِّ وسلِّم دائما ابدا
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

محمّدٌ سیّد الکونین والثّقلین
والفریقین من عربٍ وّمن عجم

نوریہ رضویہ  پبلی کیشنز

فہرست

مقدمہ

اللھم انا نحمدك ما علمت من البیان والھمت من البیان کما نحمدك علی ما اسبلت من الفطاته ونعوذ بك من شرة اللسن و فضول الھند کما نعوذ بك من معرة اللکن وفضوح الحصر

ترجمہ: یا اللہ! ہم تیری یہ تعریف وخوبی بیان کرتے ہیں۔ اس بات پر کہ تو نے ہمیں مافی الضمیر کے بیان کرنے کا طریقہ سکھایا اور تو نے ہمارے قلوب میں القاء کیا بات کے ظاہر کرنے کی کیفیت کا۔ اسی طرح ہم اس بات پر بھی تیری حمد وثنا کرتے ہیں کہ تو نے ہم پر اپنی عطاؤں کے دریا بہا دیئے اور ہمارے عیوب ونقائص پر پردے ڈال دیئے اور ہم تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں' زبان کی لکنتوں اور زبان کی بند ہونے کی رسوائیوں سے۔

ونستکفی بك الانتصاب لازآء القادح وھتك الفاضح ونستغفرك من نقل الخطوات الی خطط الخطیئآت ونستوھب منك توفیقا قآئدا الی الرشد.

ترجمہ: اور ہم تجھ سے کفایت چاہتے ہیں' تعریف میں مبالغہ کرنے والے کے فتنہ میں ڈالنے اور ہمارے عیوب سے چشم پوشی کرنے والے کی چشم پوشی کرنے سے' جس طرح ہم تجھ سے کفایت طلب کرتے ہیں عیب گیر کے عیب گیری اور ذلیل کرنے والے کی پردہ دری کا نشانہ بننے سے اور ہم اے اللہ! تجھ سے اس بات سے معافی چاہتے ہیں کہ ہماری خواہشاتِ

نفسانی ہمیں شک وشبہ کے بازار کی طرف لے جائیں جس طرح کہ ہم تجھ سے اس بات کی معافی طلب کرتے ہیں کہ ہم گناہوں کی زمین کی طرف قدم اٹھائیں اور ہم تجھ سے ایسی توفیق کے طالب ہیں جو ہمیں ہدایت کی طرف لے جائے۔

وقلب متقلب مع الحق ولسانا متحليا بالصدق ونطقامويدا بالحجه واصابة زآئدة عن الزيغ وعزيمة عن هو النفس وبصيدة ندرك بها عرفان القدر

ترجمہ: اور ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں ایسے دل کا جو حق کے ساتھ پھرے اور تو ہمیں ایسی زبان عطا کردے جو سچائی سے مزین ہو اور ایسی گفتگو کا سلیقہ عطا کر جو دلائل سے مضبوط ہو اور ایسی گفتگو جو کج روی سے بچائے اور ایسا ارادہ جو نفسانی خواہشات پر غالب آ جائے اور ایسی بصیرت عطا فرما جس کے ذریعے ہم مرتبے کو پہچانیں۔

وان تسعدنا بالهداية الى دراية وتعضدنا بالاعانة على لابانة وتعصمنا من الغواية في الرواية وتصرفنا عن السفاهة في الفكاهة حتى نأمن حصآئد الالسنه ونكفى غوائل الزخرفة فلا نرد مورد ماشة ولا نقف موقف مندمة ولا نرهق بتبعة معتبة ولا نلجا الى معزرة عن بادرة.

ترجمہ: اور تو ہمیں سعادت مند بنا علم و ہدایت کے ساتھ سمجھ بوجھ کے راستے کا اور مشکلات کو دور کر کے ہمیں سہارا عطا فرما ہمیں قوت بیان عطا فرما اور ہمیں روایت بیان کرنے میں گمراہوں سے بچا اور مزاح میں جہالت سے محفوظ فرما یہاں تک کہ ہم جہالت سے محفوظ ہو جائیں' زبان کی بے ہودگیوں اور چکنی چپڑی باتوں کے شر سے اور ہم گناہ کی جگہ پر نہ جائیں اور نہ ندامت کے مقام پر کھڑے ہوں اور نہ برے انجام اور

عذاب اور عتاب میں پکڑے جائیں اور ہمیں بے سوچے سمجھے بات کر کے بعد میں معذرت کرنے سے محفوظ رکھ۔

اللهم فحقق لنا هذه المنية وانلنا هذه البغيّة ولا تضحنا عن ظلك السابغ ولا تجعلنا مضغة للماضغ فقد مددنآ اليك يد المسئلة وبخعنا بالاستكانة لك والمسكنة واستنزلنا كرمك الجم وفضلك الذى عم بضراعه الطلب وبضاعة الامل ثم باالتوسل بمحمد سيّد البشر الشفيع المشفع فى المحشر الذى ختمت به النبيين واعليت درجته فى عليين

ترجمہ: اے اللہ! تو ہماری تمناؤں کو پورا فرما اور ہمارا مقصد ہمیں حاصل فرما اور اپنی رحمت کے وسیع سائے سے ہمیں دور نہ فرما اور چبانے والے (حاسد) کا لقمہ ہمیں نہ بنا اور ہم نے تیری طرف دست طلب دراز کر دیا ہے اور اپنی بے چارگی اور عاجزی کا اقرار کر چکے ہیں۔ ہم تیری رحمت سے تیرے بے انتہا کرم کی جگہ اترنا چاہتے ہیں اور عام فضل کا حصول چاہتے ہیں اپنی عاجزانہ طلب اور امید کی پونجی کو ظاہر کر کے پھر ہم نسل انسانیت کے سردار شفاعت فرمانے والے اور جس کی محشر میں شفاعت مقبول ہے جن پر تو نے سلسلۂ نبوت ختم کر دیا اور بلند درجہ عطا کیا۔

ووصفته فى كتاب المبين فقلت وانت اصدقُ الصادقين وما ارسلنك الا رحمة للعالمين اللهم فصل عليه وعلى اله الهادين واصحابه الذين شادوا الا وجعلنا لهديه وهديهم متبعين وانفعنا بمحبته ومحبتهم اجمعين انك على كل شىء قدير وبالاجابة جدير

ترجمہ: اور اپنی واضح کتاب میں ان کی تعریف فرمائی اور تو نے فرمایا حالانکہ تو سب کہنے والوں میں سچا ہے اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (اور ہمارے آقا و مولا اور اے اللہ! تیرے

محبوب احمد مجتبیٰ مختارِ کل ہیں' اللہ ان پر اور ان کی آل پر جو رہنما ہیں اور ان کے اصحاب پر جنہوں نے دین مضبوط کیا اپنی رحمتیں نازل فرما اور ہمیں آپ کی اور آپ کی آل اولاد کا پیروکار بنا اور آپ کی اولاد و اصحاب جمیع کی محبت سے فائدہ پہنچا۔ بے شک تو ہی ہر شے پر قادر ہے اور دعاؤں کو قبول فرمانا تیری ہی شان ہے۔

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

کافی عرصہ گزر گیا دل میں ایک خلش تھی کہ والد گرامی استاذ العلماء' شیخ الفقہ" حضرت علامہ شمس الزمان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ (مسودہ) تقریری مواد پر مشتمل جو کہ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری چند سال قبل تحریر کیا جبکہ وہ بیڈن روڈ پر اعتکاف پر بیٹھے تھے۔ دورانِ اعتکاف آپ کی قلم سے وہ قیمتی موتی جھڑے اور انمول جواہرات کی ایک تقریری مواعظ نے شکل اختیار کی۔ تقریباً ۸ سال سے وہ تقریری مواد بنام مواعظِ شمسیہ جو کہ والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے خود تجویز فرمایا تھا' میرے پاس تھا لیکن معاشی صورتحال بالکل ایسی نہیں تھی کہ ان کو چھپا کر عوام الناس کو مستفیض کیا جاسکتا' پھر ایک دن میں اپنے مربی و استاذ گرامی' استاذ الاساتذہ' استاذ الحفاظ' استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ مفتی حافظ قاری غلام حسن قادری قدس سرہٗ کو مثنوی شریف کا سبق پڑھتے ہوئے ضمناً یہ بات میں نے کی کہ دل کی بہت بڑی آرزو ہے کہ والد گرامی کا کیا ہوا تحریری کام ہر عام و خاص کی دسترس تک ہونا چاہیے تاکہ میرے لئے بھی ذریعہ رحمت و بخشش ہو اور ان کے لیے بھی اُخروی درجات کی بلندی کا سبب بنے اور جب میں نے یہ بات قبلہ استاذ گرامی دامت برکاتہٗ سے عرض کی تو آپ نے نہایت مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے حوصلہ افزائی فرمائی اور بعد کلاس کے مدرسہ کے ساتھ ہی نوریہ رضویہ پبلی کیشنز کے روحِ رواں جناب سیّد شجاعت رسول قادری سے بات کرائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسودہ آپ مجھے لا دیں میں انشاء اللہ اس کو کتابی شکل میں لانے کے لئے بھرپور کوشش کروں گا۔ آج الحمد للہ! یہ سن کر نہایت مسرت ہو رہی ہے کہ جو والد گرامی کا

ادھورا خواب تھا وہ آج اس فقیر محمد قمرالزمان کے ہاتھوں قبلہ استاذِ مکرم کی رہنمائی اور سیّد شجاعت رسول قادری کی دن رات کی محنت شاقہ اور زرِ کثیر کے صرف کرنے کے بعد آج شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے۔

یہ والدِ گرامی کی خواہش تھی کہ تقریری مواد کو کتابی شکل میں لاسکیں مگر صحت نے اجازت نہ دی اور وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے مگر پھر بھی میں نہایت شکرگزار ہوں اپنے استاذِ مکرم قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب اور سیّد شجاعت رسول قادری صاحب کا کہ انہوں نے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔

آخر میں، میں یہ دعا کرتا ہوں کہ جس طرح والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ محنت و صحت کے ساتھ مواعظ تیار کیے ہیں، اسی طرح ان کے تمام چاہنے والے اور خصوصاً شاگرد ضرور اس کو خرید کر پڑھیں گے اور اپنے استاذِ مکرم اور اپنے عزیزوں کے لئے دعائے بلندئ درجات بھی ضرور فرمائیں گے۔

اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ اس مواعظ کو اپنی بارگاہ میں مقبول منظور فرمائیں۔ آمین۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

جگر گوشہ شیخ الفقہ و شیخ الحدیث

ابو دانیال علامہ محمد قمرالزمان قادری رضوی

خطیب جامعہ مسجد قادریہ شام نگر، چوبرجی، لاہور

0300-8061817

فضائل رمضان المبارک

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ

ترجمہ:''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں''۔

تشریح: اس کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں(۱) یہ کہ رمضان وہ ہے جس کی شان وشرافت میں قرآن پاک نازل ہوا(۲) یہ کہ قرآن کریم کے نزول کی ابتدا رمضان مبارک میں ہوئی(۳) یہ کہ قرآن کریم بتمامہ رمضان مبارک کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا اور بیت العزت میں رہا۔ یہ اسی آسمان پر ایک خاص مقام ہے۔ یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتضائے حکمت جتنا جتنا منظور الٰہی ہوا جبرائیل امین (علیہ السلام) لاتے رہے اور یہ نزول تیئس (۲۳) سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔

اس ماہ مبارک کی عظمت یوں بھی واضح ہوتی ہے کہ پورے قرآن کریم میں کسی اور مہینہ کا نام ذکر نہیں ہوا بلکہ ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا (پ۱۰ سورۂ توبہ)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ پر مشتمل ہے۔

اللہ نے بارہ مہینے فرما کر کسی مہینہ کا نام ذاتی طور ارشادنہیں فرمایا۔ صرف اور صرف یہ اعزاز ماہ رمضان مبارک کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذاتی نام قرآن کریم میں ارشادفرمایا۔

علمائے ربانییّن نے یہاں ایک عظیم نکتہ ارشادفرمایا ہے کہ جس طرح سال کے بارہ مہینے ہیں اور صرف ماہ رمضان مبارک کا نام قرآن پاک میں لیا گیا ہے باقی مہینوں کے نام نہیں لئے گئے اسی طرح حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ بیٹے تھے اور بارہ بیٹوں میں سے صرف یوسف علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی قرآن پاک میں ذکر ہوا ہے باقی بھائیوں کے نام نہیں لئے گئے۔ یہ خصوصیت صرف یوسف علیہ السلام کو حاصل ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں: جس طرح جناب یعقوب (علیہ السلام) کو یوسف پیارے تھے اللہ کو رمضان پاک پیارا ہے۔ علماء فرماتے ہیں: جس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک یوسف علیہ السلام کے صدقے باقی گیارہ بھائیوں کی خطاء کو معاف کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ گیارہ مہینوں کی خطاؤں کو رمضان مبارک کی برکت سے معاف کر دیتا ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: رمضان کا مادہ ''رمض'' ہے۔ رمض کے معنی گرم پتھر یا سنگلاخ گرم زمین یا بھٹی کو کہتے ہیں۔

جس طرح گرم پتھر پر کھڑا ہونا مشکل ہے اسی طرح روزے بھی مشکل ہوتے ہیں یا جس طرح گرم سنگلاخ زمین پر چلنا دشوار ہے اسی طرح روزے کو بھی گزارنا مشکل ہوتا ہے۔ یا جس طرح بھٹی میں لوہے کو گرم کرتے ہیں تو جب لوہا خوب گرم ہوتا ہے تو زنگ بالکل الگ ہو جاتا ہے صرف لوہار ایک معمولی سی ضرب لگاتا ہے تو زنگ گر جاتا ہے اور لوہا صاف وشفاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان مبارک میں بندے کے گناہ بندے کی ذات سے الگ ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی سی رحمت خدا کی ضرب بندے کو گناہوں سے صاف وشفاف کر دیتی ہے۔

اس لئے اس ماہ مبارک کو رمضان کہا گیا' گناہوں سے پاک صاف کرنے والا۔

قرآن کریم کا نزول:

رمضان مبارک کی فضیلت و عظمت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اس مبارک ماہ میں قرآن کریم لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر اترا اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا تیئیس (۲۳) سال دنیا پر نازل ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحائف اس ماہ رمضان میں نازل ہوئے' حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور شریف بھی اسی ماہ میں نازل ہوئی' حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ بھی اسی ماہ مبارک میں نازل ہوئی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل مقدس بھی اسی ماہ میں نازل ہوئی۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان مبارک کو وحی الٰہی سے خاص تعلق ہے اور مناسبت ہے اور یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین اور علمائے کاملین سے رمضان مبارک میں قرآن کریم کی کثرت تلاوت منقول ہے۔

اور یہ بات بھی حدیث سے واضح ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام قرآن حضور سراپا نور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو رمضان مبارک میں سناتے تھے۔

اور بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود جبرائیل امین (علیہ السلام) کو قرآن پاک سناتے تھے۔ علمائے ملت نے ان دونوں روایتوں کو یوں مطابق کیا ہے کہ جس طرح حفاظِ قرآن دور کرتے ہیں یہ وہی نقل ہے۔ جبرائیل امین (علیہ السلام) اور سرور کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی۔

علمائے کرام نے ارشاد فرمایا کہ امام الائمہ کاشف الغمہ سراج الامہ جناب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ رمضان مبارک میں اکسٹھ (۶۱) قرآن پاک کے ختم فرماتے۔ تیس (۳۰) ختم دن میں' تیس (۳۰) ختم رات میں اور ایک ختم تراویح میں اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اس ماہ مبارک میں ساٹھ (۶۰) بار قرآن کریم پڑھتے اور ختم فرماتے تھے۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ رمضان مبارک میں کئی قرآن پاک کے ختم کریں اور اگر

زیادہ ممکن نہ ہو تو ایک ختم تراویح میں تو ضرور کرنا یا سننا چاہیئے تاکہ اس ثواب عظیم میں شامل ہو سکیں۔

رمضان مبارک کا مہینہ' روحانی موسم بہار کا مہینہ ہے

سارے موسم میں جب بہار کا موسم آتا ہے پھول کھلتے ہیں' پھل نکلتے ہیں' برگ و ثمر و شجر میں نہیں' انسان' حیوان سب میں تازہ جاں آتی ہے' کمزور و بیمار بھی صحت مندی اور توانائی پاتے ہیں اور زندگی کا لطف اٹھاتے ہیں۔ جس طرح اس مادی بارش کو مادی معلومات رکھنے والے آلات سے وسائل کو کام میں لاتے اور حساب لگاتے' قیاس آرائیاں فرماتے اور اپنے تجربہ ماضی کی بناء پر اس موسم بہار کی خبریں سناتے اور گیت گاتے ہیں اور پیش گوئیاں کرتے ہیں۔

اسی طرح رحمت الٰہی بارش کی صورت میں جب جلوہ نما ہو تو ظاہری آنکھیں کیا دیکھیں گی۔ روحانی برکتیں' روحانی رحمتیں' گناہوں کی مغفرت' عذاب سے نجات' جنت کی بشارت اور قلب و روح کو طمانیت بخشنے کی شکل میں جب نمودار ہوں تو روحانی آنکھیں ہی اسے دیکھ سکتی ہیں اور معلومات روحانی رکھنے والے ہی ان کے نزول کے اوقات جان سکتے ہیں۔

عظمت رمضان کے بارے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خالق حقیقی سے سیکھا اسے ہم تک اس طرح پہنچایا:

اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشياطين .(الحدیث در بخاری شریف)

ترجمہ: جب رمضان شروع ہوتا ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' جہنم کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں باندھا جاتا ہے۔

اور آخر شعبان میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک عظیم خطبہ دیا جس سے رمضان پاک کا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

عن سلمان رضي الله عنه قال خطبنا رسول الله عليه وسلم في آخر يوم من شعبان فعال يا ايها الناس قد اظلكم شهر عظيم. شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من الف شهر جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعاً من تقرب فيه بخصلة الخير كان كمن ادى فريضة فيما سواه ومن ادى فريضة فيه كان كمن ادى سبعين فريضة فيما سواه وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة وشهر يزادفيه رزق المومن من فطر فيه صائماً كان له مغفرة ذنوبه وعتق رقبة من النار وكان له مثل اجره من غير ان ينتقص من اجره شيء قلنا يا رسول الله ليس كلنا نجد ما نفطّر به الصائم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم. يعطي الله هذا الثواب من فطر صائماً على مذقة لبن اوتمرة اوشربة من ماء ومن اشبع صائماً سقاه الله من حوضي شربة لايظما حتى يدخل الجنة وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة وآخره عتق من النار عتقه من خفف عن مملوكه فيه عفر الله له واعتقه من النار (مشکوٰۃ شریف ۱۷۳،۱۷۴)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان معظم کے آخری دن میں وعظ فرمایا۔ ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہوا ہے وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار ماہ سے افضل ہے۔ اللہ نے اس کے دنوں کے روزے فرض کئے اور اس کی راتوں میں قیام کو نفل بنایا جو اس میں کسی اچھی عادت کے ذریعے اللہ سے نزدیکی چاہے وہ ایسا ہے جیسے رمضان کے ماسوا کسی مہینہ میں فرض ادا کئے اور جس نے اس مہینہ میں فرض ادا کئے وہ ایسے ہیں جیسے رمضان کے سوا کسی وقت میں ستر (۷۰) فرض ادا کئے وہ صبر کا

مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ وہ غمخواری کا مہینہ ہے اور وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جس نے رمضان میں کسی روزہ دار کو افطاری کرایا اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں' اسے جہنم سے آزادی دی جاتی ہے اور اسے بھی اس روزے کا ثواب پورا پورا ملتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی ہو۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم میں سے سب ایسے نہیں جن کے پاس ایسی چیز ہو جس سے روزہ دار کو افطار کرائیں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اسے بھی دے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ لسی یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی دے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا دے تو اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا جس کے پینے کے بعد پیاسا نہ ہو یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے اور درمیانہ زمانہ بخشش اور آخری زمانہ جہنم سے آزادی ہے۔

رمضان مبارک وہ مہینہ ہے جس میں ہر رات منادی غیب سے آوازیں دیتا ہے کہ اے نیکی کرنے والے! متوجہ ہو اور اے برائی کے چاہنے والے! باز رہ۔

اس مہینہ کی پہلی ہی رات سے رب عظیم اپنی مخلوق کی طرف خاص نظر رحمت فرماتا ہے اور وہ جب کسی بندہ کی طرف خاص نظر کرم فرماتا ہے تو اسے عذاب نہیں دیتا۔

اس مہینہ میں ہر روز دس ہزار گناہ گاروں کو جہنم سے آزاد فرمایا جاتا ہے۔ جب ۲۹ویں تاریخ آتی ہے تو مہینہ بھر میں جتنے آزاد ہوتے ہیں ان کے مجموعے کے برابر ایک رات میں آزاد کئے جاتے ہیں۔

روزہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا کبھی رد نہیں کی جاتی اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار سمجھی جاتی ہے اور روزہ سپر اور دوزخ سے حفاظت کا مضبوط قلعہ بن جاتا ہے۔ سب نیک اعمال کا بدلہ معین ہے مگر روزہ کے لئے

اللہ خود فرماتا ہے:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

ترجمہ: ”روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دیتا ہوں“

یا یوں کہیے کہ اَنَا اُجْزٰی بِہٖ۔

ترجمہ: اس کے بدلے میں خود میں ملتا ہوں یعنی اپنا جلوہ دکھاتا ہوں اپنے وصال سے شادکام بناتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ماہ رمضان کے روزوں کی قوت اور رمضان کے احترام کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

تاریخ تحریر مؤرخہ ۲۱ رمضان ۱۴۱۱ھ

مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۹۱ء

بروز اتوار

فضائلِ نماز

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

حضرات! ایمان کے بعد سب عبادات اور اعمال سے بہترین عبادت اور عمل نماز ہے کیونکہ نماز کا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور تسبیح و تعظیم پر مشتمل ہے اور اس لئے بھی نماز تمام عبادات سے افضل ہے کہ باقی عبادات زمین پر فرض کی گئیں اور نماز عرش و لامکان پر فرض کی گئی۔ باقی عبادات کے احکام جبرائیل امین (علیہ السلام) لے کر آئے اور نماز خود خداوند قدوس نے شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بطورِ تحفہ عطا فرمائی۔ باقی عبادات ہر ایک پر فرض نہیں مثلاً زکوٰۃ امیروں پر، حج امیروں اور تندرستوں پر، روزہ بھی تندرست اور مقیم پر فرض، بیمار اور مسافر کو رخصت ہے۔

مگر نماز ہر غریب ہر امیر پر مقیم پر مسافر پر فرض ہے۔ نماز با جماعت پڑھنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ

ترجمہ: رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

نماز خداوند قدوس کو تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہے۔ جیسے کہ بخاری و مسلم

حدیث مذکور ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند اور پیارا ہے۔ فرمایا اپنے وقت میں نماز پڑھنا۔ (مشکوٰۃ شریف ۵۸)

اور ایک حدیث میں ہے حضور (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے فرمایا:

لکل شیء علم وعلم الایمان الصلاۃ ۔ (منیۃ المصلی ۲)

ہر شئی کی علامت ہوتی ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے۔

اس میں شک نہیں کہ قیامت کے روز پہلے نماز کی پرسش ہوگی۔

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ان اول مایحاسب به العبد یوم القیامة صلاتة

(نسائی شریف ۵۵)

ترجمہ: بے شک قیامت کے روز سب سے پہلے بندے کا حساب نماز سے لیا جائے گا۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث مذکور ہیں کہ اولاً حساب نماز کا ہوگا۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں جب یہ خداوند کریم کا ارشاد موجود ہے کہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے تو پھر لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں گناہ بھی کرتے ہیں یہ کیوں؟

جواب: اس کے علماء نے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ جب تک انسان نماز ہے تو انسان کو نماز ہر برائی اور بے حیائی سے روک دیتی ہے جب تک نمازی نماز میں ہے جھوٹ نہیں بولتا، گناہ نہیں کرسکتا اور دنیاوی کوئی عمل بھی نہیں کرسکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز کی برکات مسلم ہیں اس سے انکار نہیں ہوسکتا اگر انسان نماز پابندی سے پڑھتا رہے تو ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ تمام برائیاں چھوڑ دے گا اور خداوند قدوس کا فرمان ضرور پورا ہوگا۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رجل یصلی الخمس مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم لا یدع شیئا من الفواحش الا ارتکبہ فاخبروا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بذالك فقال ان صلاتہ تنھاہ یوما فلم یلبث ان تاب وحَسَّنَ حالہ فقال الم اقل لکم ان صلاتہ تنھاہ یوما ۔

(ذکرالثعلبی فی نزہتہ المجالس ج۱ ص ۸۷، مجالس سنیہ ص ۶۷)

ترجمہ: ایک شخص پانچوں نمازیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پڑھتا تھا پھر کوئی ایسا برا کام نہیں چھوڑتا تھا مگر اس کا ارتکاب کرتا۔ لوگوں نے اس کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تو آپ نے فرمایا: بے شک ایک دن اس کی نماز اس کو ان کاموں سے روک دے گی تھوڑا وقت گزرا کہ اس نے توبہ کر لی اور اپنا حال درست کرلیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ اس کی نماز اس کو ایک دن برائی سے روک دے گی۔

اس کے علاوہ بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بدکار نماز کی برکت سے پرہیز گار ہو گئے۔

چنانچہ صاحب نزہتہ المجالس اور صاحب مجالس سنیہ نے ایک حکایت نقل کی ہے۔

حکایت:

ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا کچھ مدت کے بعد اس سے طالب وصال ہوا مگر عورت انتہائی متقی و پرہیز گار تھی۔ اس نے یہ تمام واقعہ اپنے خاوند کو بتا دیا۔ خاوند بھی خدارسیدہ بزرگ اور صاحب تقویٰ تھے۔ اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر اب تجھے وہ ملے اور اپنی طلب کا اظہار کرے تو تو اس کو صرف اتنا کہہ دینا کہ اگر تو میرے خاوند کے پیچھے صرف چالیس دن بلاناغہ نمازیں پڑھ لے تو میں تیری اطاعت کروں گی پھر جو تو چاہے گا میں وہ تیرا حکم ماننے کی پابند ہوں گی اور تیری اطاعت کروں گی۔ اس عاشق نے اپنی

معشوقہ کے قول پر لبیک کہا اور اس کے خاوند کے پیچھے نمازیں پڑھنی شروع کر دیں جب وہ پورے چالیس دن نمازیں پڑھ چکا تو پھر معشوقہ نے خود اس کو اپنے نفس کی طرف دعوت دی۔ اس عاشق نے کہا کہ اب مجھے تیری حاجت نہیں ہے اور نہ ہی تیری ضرورت ہے۔ کیونکہ میں اب تمام گناہوں سے تائب ہو گیا ہوں۔ جب عورت نے یہ واقعہ اپنے شوہر کو سنایا تو شوہر نے کہا: صدق اللّٰہ تعالٰی فی قولہٖ (نزہۃ المجالس)

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

رب کریم نے سچ فرمایا کہ نماز بے حیائی اور برائی سے روک لیتی ہے۔

چند مثالیں کہ نماز کی برکت سے گناہ بخشے جاتے ہیں' ملاحظہ ہوں:۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سے یہ گناہ سرزد ہو گیا کہ ایک اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا۔ اس کے بعد اسے گناہ کا شدت سے احساس ہوا اور دیار نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضری دی اور اقبال جرم کیا تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ط ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ

ترجمہ: نماز قائم کرو دن کے کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں' بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

جب اس شخص نے اپنا گناہ معاف ہوتے دیکھا تو حضور سے عرض کی!

اِلَیَّ ھٰذَا

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! کیا یہ مغفرت میرے لئے خاص ہے؟

فرمایا: لِجَمِیْعِ اُمَّتِیْ کُلِّھِمْ

ترجمہ: نہیں! بلکہ میری ساری امت کے لئے ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گناہوں کے گرنے کو مثال دے کر سمجھایا:

85040

عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنه ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم خرج زمن الشتاء والورق یتھافت فأخذ بغصنتین من شجرة قال فجعل ذالك الورق یتھافت قال یاابا ذر قلت لبیك یارسول اللّٰہ قال ان العبد المسلم لیصلی الصلوٰة یرید بھا وجه اللّٰہ فتھافت عنه ذنوبه کما تھافت ھذا الورق عن ھذه الشجرة

(رواہ احمد بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۸)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں باہر نکلے اور پتے جھڑ رہے تھے۔ آپ نے درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں۔ راوی فرماتے ہیں: آپ نے فرمایا: اے ابو ذر میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ! فرمایا: بندہ مسلمان البتہ نماز پڑھتا ہے اللہ کی رضاء کے ارادے سے تو اس سے اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسا کہ اس درخت سے یہ پتے جھڑتے ہیں۔

عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنه قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول اریتم لو ان نھرا بباب احدکم یغتسل منه کل یوم خمس مرّأت ھل یبقی من درنه شیءٌ قالوا لایبقی من درنه شیءٌ قال فذالك مثل الصلوات الخمس یمحو اللّٰہ بھن الخصایا

(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا بتاؤ کہ اگر تمہارے ہاں کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں غسل کرتا ہو کیا اس کی میل سے کچھ باقی رہ جائے گا؟ انہوں نے عرض کیا اس کی میل سے کوئی شئے باقی نہیں رہے گی۔ فرمایا یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے گناہ مٹا دیتا ہے۔

حکایت: ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ فرماتے ہوئے ایک سمندر کے کنارے پر سے گزرے تو ایک خوبصورت پرندے کو دیکھا وہ اپنے آپ کو کیچڑ سے آلودہ کر لیتا ہے پھر غسل کرتا ہے اور چمکنے لگتا ہے پھر اپنے آپ کو کیچڑ سے گندا کرتا ہے پھر غسل کرتا ہے اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس پرندے نے پانچ مرتبہ ایسا ہی کیا اور آپ دیکھتے رہے اور محو حیرت تھے کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ: اے کلمۃ اللہ! اس پرندے کو بطور مثال آپ کے سامنے کیا گیا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گناہوں کے کیچڑ میں آلودہ ہو گی اور جب پانچ نمازیں پڑھے گی تو گناہوں سے بالکل پاک و صاف ہو جائے گی (نزہۃ المجالس ج ۱، ص ۹۵)

مصائب وآلام کے وقت نماز میں مشغول ہونا چاہیے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ جب مصائب و پریشانیاں آتیں تو آپ نماز میں مصروف ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نماز کی برکت سے مشکلات کو حل کر دیتا جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔

کان النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذاحزنہ امرفزع الی الصلوٰۃ

(ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف ۵۵۸)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سخت امر پیش آتا تو آپ نماز کی طرف متوجہ ہوتے۔

نماز کی طرف متوجہ ہونے کا فائدہ:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب آندھی چلتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً مسجد میں تشریف لاتے اور جب تک آندھی بند نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام مسجد سے باہر نہ نکلتے۔

اسی طرح جب سورج گرہن یا چاند گرہن ہو جاتا تو رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیائے کرام کا بھی یہی معمول تھا کہ پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

نماز کی برکت سے بندہ ذلت ورسوائی سے محفوظ رہتا ہے۔

حکایت: علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی نے اپنی کتاب نزھتہ المجالس کے صفحہ ۹۷ ج اول پر یوں حکایت نقل کی ہے:

بنی اسرائیل میں ایک نیک بخت اور صالحہ خاتون تھی جو نماز کی بڑی پابند تھی مگر اس کا خاوند کافر و ظالم تھا۔ وہ اس خاتون کو ہمیشہ نماز پڑھنے سے روکتا اور مارتا تھا مگر وہ عورت سب کچھ برداشت کر لیتی اور نماز نہ چھوڑتی۔ آخر کار شوہر کو ایک تجویز سوجھی کہ کسی طرح میری بیوی نماز چھوڑ دے۔ اس نے کچھ مال عورت کو دے کر کہا کہ اس کو گھر میں کسی محفوظ جگہ رکھ دو۔ بیوی نے وہ مال لے کر ایک جگہ رکھ دیا۔ مرد نے کچھ دنوں کے بعد وہ مال چپکے سے اٹھایا اور دریا میں پھینک دیا۔ قدرت الٰہی سے ایک مچھلی نے اس مال کو نگل لیا۔ ایک ماہی گیر نے اس مچھلی کو پکڑا اور بیچنے کیلئے گھر لے آیا۔ اتفاقاً اس نیک بیوی کے خاوند نے وہی مچھلی خریدی اور گھر لے آیا اور بیوی کو پکانے کا کہا۔

جب بیوی نے مچھلی کو بنایا اور پیٹ چیرا تو وہی مال جو شوہر نے دریا میں پھینکا تھا مچھلی کے پیٹ سے نکلا۔ اس نے وہ مال محفوظ کر لیا اور خاص جگہ پر رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد خاوند نے وہ مال مانگا تو بیوی نے وہ مال نکالا اور شوہر کے سپرد کر دیا۔ خاوند کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور بولا کہ یہ مال تو میں نے دریا میں پھینک دیا تھا یہ پھر گھر میں کیسے آ گیا۔ اس ظالم نے بجائے شرم و عبرت حاصل کرنے کے الٹا اپنی بیوی کو تنور میں ڈال دیا۔ بیوی نے بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کی الٰہی آج میری عزت نماز کے صدقے بچالے اور میری لاج رکھ لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت تنور کو ٹھنڈا فرمایا اور اس پارسا اور نیک بی بی کو آگ سے بچالیا۔ یہ ہے نماز کی برکت

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک نیک و متقی عورت تھی جو پابند نماز تھی۔ اس نے ایک دفعہ تنور گرم کیا اور سوچا کہ اس وقت میں جلدی سے نماز ادا کرلوں

پھر روٹیاں لگا لوں گی۔ چنانچہ اس خدا کی بندی نے نماز شروع کر دی۔ شیطان مردود نے نماز سے ہٹانے کیلئے یہ ترکیب سوچی کہ ایک عورت کی صورت بن کر اس کے پاس آیا اور کہا بی بی تنور میں روٹیاں جل رہی ہیں مگر اس خدا کی بندی نے التفات نہ کیا اور برابر نماز پڑھتی رہی۔ شیطان نے دیکھا میرا یہ داؤ کامیاب نہیں اس نے دوسرا مکر سوچا کہ اس کے معصوم بچے کو جو وہاں گھر میں کھیل رہا تھا پکڑا اور اسے تنور میں ڈال دیا مگر اس خدا کی بندی نے کوئی توجہ نہ دی بلکہ دل میں ایک طرف عبادت خدا ہے دوسری طرف اولاد ہے۔ اس لئے عبادت کو چھوڑنے سے اللہ کی عبادت میں کوتاہی ہوگی جو منظور نہیں ہے۔

اچانک اس کا خاوند آیا اور دیکھا بچہ تنور میں بیٹھا انگاروں سے کھیل رہا ہے اور وہ انگارے نہیں تھے بلکہ اللہ نے انگاروں کو سرخ عقیق بنا دیا تھا۔ جب یہ خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی تو آپ نے اس بی بی کو بلا کر پوچھا کہ تم کونسا عمل کرتی ہو جس کی یہ برکت ہے اس پارسا عورت نے عرض کی اے روح اللہ! صرف اتنی بات ہے کہ جب میں بے وضو ہوتی ہوں تو وضو کر لیتی ہوں اور جب وضو کرتی ہوں تو نماز پڑھتی ہوں اور جو کوئی اپنی حاجت پیش کرے اس کی حاجت پوری کرتی ہوں اور کوئی دکھ دے تو صبر کرتی ہوں (نزہۃ المجالس ج ۱، ص ۸۹)

نماز کی برکات میں سے یہ بھی ہے کہ نماز سکونِ قلب کا باعث ہے جیسے کہ حدیث میں ہے:

قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ

حضور نے ارشاد فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

جس نماز سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں کو چین نصیب ہوتا ہے تو امتی کو چین کیسے نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی توفیق و محبت عطا فرمائے۔

تحریر کردہ مؤرخہ ۲۲ رمضان مبارک
مطابق ۱۴۱۱ھ بروز پیر

نور و بشر

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

ترجمہ: فرما دیجئے اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اس کے نہیں میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ مجھے وحی کی گئی ہے کہ سوائے اس کے نہیں تمہارا خدا ایک خدا ہے۔

قرآن کریم کی صحیح تفسیر و تشریح ممکن نہیں جب تک بندہ منشاء خدا کو نہ سمجھے اور اس کے نزول کے مواقع اور حالات پر نظر نہ رکھے۔ ان میں سے یہ بالا مذکور آیہ کریمہ ہے۔ جب تک یہ نہ کہ سمجھا جائے کہ اسی آیۃ کے نزول کا باعث و سبب اور مقصد کیا ہے تب تک اس آیہ کو سمجھنا آسان نہیں اس لئے بعض مفسرین نے اس آیۃ کو متشابہات سے شمار کیا ہے۔

اس اعلان بشریت پر غور کرنا ضروری ہے کہ اس اعلان کی نوبت کیوں آئی کیا اس وقت کوئی نور و بشر کا جھگڑا تھا اس لئے ہی آیۃ نازل ہوئی اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بشریت کا اعلان کرایا گیا یا کوئی خطرہ تھا جس کے پیش نظر بشریت کا اعلان کرایا گیا۔

نور و بشر کا کوئی جھگڑا نہیں تھا:

کیونکہ جس نے بھی حضور علیہ السلام کو دیکھا اس نے حضور کو بشر کہا ہی نہیں نہ ہی

اس کی مجال تھی۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی عورتیں غلام کہہ کر زلیخاں کو طعنے دیتی تھیں کہ وزیر اعظم کی بیوی ہو کر ایک غلام پر عاشق ہے اس نے ننگ و ناموس کو برباد کر ڈالا۔ اسیر زلیخا بہت پریشانی ہوئی۔ اس نے سوچا ہر ایک کو جواب دینا مشکل ہے کیوں نہ ان کو یوسف علیہ السلام کا جلوہ دکھا دوں۔ چنانچہ قرآن کریم شاہد ہے کہ جب زلیخا نے تمام رؤسا اور وزراء کی بیویوں کو دعوت دی اور ایک پر تکلف دعوت کا انتظام کیا اور سب کے ہاتھوں میں تیز دھاری چھریاں دے دیں اور کہا جب میرا غلام سامنے آئے ایک جھلک دیکھ کر کھانا شروع کر دینا۔ چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام سامنے ہوئے تو عورتیں پکار اٹھیں

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًاؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ۔

پس جب یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو بڑی شئی پایا اور اپنے ہاتھوں کو کاٹ دیا۔ یوں کہ چھریوں کے چڑنے کاٹے گوشت کاٹے چھویاں ہڈی پر لگنے لگیں، خون کے فوارے چلنے لگے مگر عورتوں کو درج تک محسوس نہ ہوا۔ ورنہ وہ ہائے یا وائے یا سی وغیرہ کے لفظ کہتیں مگر ان کی زبانوں پر ترانہ جمال یوسف تھا اور وہ یوں کہہ رہی تھیں خدا کی پناہ یہ بشر نہیں ہے بلکہ یہ نوری فرشتہ ہے۔ تو اندازہ کیجئے یوسف علیہ السلام کو دیکھنے والوں نے حضرت یوسف کی بشریت کی نفی کر دی جبکہ جہاں یوسف علیہ السلام کے حسن کی انتہا ہے وہاں حضور کے حسن کی ابتدا ہے تو کسی کو کیا مجال تھی کہ آپ کو بشر کہے۔ اس لئے یہ کوئی اس وقت جھگڑا نہیں تھا۔

جھگڑا نہیں بلکہ ایک بہت بڑا خطرہ تھا

وہ یہ کہ لوگ حیران تھے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں ہیں اور لباس چہرہ مہرہ وغیرہ سب ہماری طرح ہے مگر کام وہ کرتے ہیں جو قوت بشری سے بالکل ورا ہیں۔ مثلاً زمین پر کھڑے ہوئے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے لوگ حیران ہو گئے کہ بغیر چاند پر

کوئی ضرب لگانے کے یہ کیسے ٹوٹ گیا۔ لوگ سوچنے لگے کیا یہ بشر ہے یا کوئی اور۔ اسی طرح زمین پر کھڑے ہوئے آفتاب کو اشارہ کیا وہ واپس لوٹ آیا۔ درخت کو بلایا وہ بھاگتا ہوا آیا۔

یہ وہ چیزیں تھیں جس سے خطرہ پیدا ہوگیا کہ لوگ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا کہہ دیں اور الٹا گمراہ نہ ہو جائیں۔ جیسے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی امتیں اپنے انبیاء کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ بیٹھیں اور اپنے ایمان ضائع کر لئے۔ اس خطرے کے پیش نظر خداوند قدوس نے فرمایا: اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے بشریت کا اعلان کر دو تا کہ آپ کی امت گمراہ اور بے ایمان نہ ہو جائے۔

اعلان کون کرے؟

اب یہ مسئلہ کہ اعلان کون کرے۔ کیا حضور خود اعلان کریں یا خداوند قدوس اعلان فرمائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود اعلان فرمائیں عرض کی یا اللہ تو خود اعلان فرما دے۔ فرمایا میں تو یہ اعلان کروں گا۔

یٰسین، طٰہٰ، یاایھا المزمل، یاایھا المدثر۔

ترجمہ: اے کمبل اوڑھنے والے، اے سفید چادر اوڑھنے والے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی ہم نے آپ کو شاہد اور منبر اور نذیر اور خدا کی طرف ہونے والے اللہ کے حکم سے اور سراج منیر چمکنے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

ترجمہ: اور ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کی خاطر بلند کر دیا ہے۔

جس کی تشریح حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یوں بیان فرمائی، حین ذکرت

ذکرت معی ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے حبیب جہاں جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں وہاں تیرا ذکر ہوگا۔

اس لئے فرمایا حبیب تم اعلان کردو تاکہ امت گمراہی سے بچ جائے۔

ایک عجیب سوال پیدا ہوتا ہے:

اگر مقصد اعلان کرنے کا یہ تھا کہ آپ کو خدا نہ کہا جائے بلکہ مخلوق خدا سمجھا جائے تو پھر لفظ بشر سے کیوں اعلان کرایا گیا جبکہ لفظ انسان بھی عربی سے لفظ آدم آدمی بھی عربی ہے۔ اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے کہ تم کہہ دو میں آدمی ہوں یا تم کہہ دو میں انسان ہوں۔

لفظ بشر کہنے کی حکمت:

علماء فرماتے ہیں: جب ایک شئی کے لئے کئی الفاظ بولے جائیں تو اگرچہ مراد ایک ہی ذات ہوتی ہے مگر مترادف الفاظ کے لانے میں فرق ضرور ہوتا ہے جیسے محققین فرماتے ہیں: اتحاد ذاتی تقابیر اعتباری ہوتا ہے۔

مثلاً تلوار کے لئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں ایک سیف' ایک صارم۔ اگر اہل عرب تلوار کی چمک کو بیان کرنا چاہتے تو سیف کہتے اور اگر تلوار کی کاٹ کو بیان کرنا ہوتا تو صارم کہتے۔

اسی طرح شیر کے لئے دو لفظ استعمال ہوئے اسد' غضنفر۔ اسد کا معنی قوی اور غضنفر کا معنی چیرنے پھاڑنے والا۔ اسی لئے علماء انسان کی طاقت کا بتانا چاہیں تو کہتے ہیں زید کالاسد۔ زید شیر کی طرح قوی ہے۔ زید کلغضنفر نہیں کہتے۔

لفظ بشر' انسان' آدمی

یہ تینوں لفظ مترادف ہیں مگر اس میں فرق کا ہونا محققین کے نزدیک واضح ہے مثلاً آدمی کہنے سے آدمی کا نسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ اولاد آدم ہے۔ یا بالفاظ دیگر اس کی انتہا آدم ہے۔

لفظ آدمی:

اس لئے حضور سے آدمی ہونے کا اعلان نہیں کروایا گیا کہ لوگوں کو دھوکہ نہ لگے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی آدم (علیہ السلام) کے بعد آئے ہیں جبکہ:

حضور علیہ السلام کا فرمان ہے:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (ترمذی شریف)

ترجمہ: میں اس زمانے میں نبی تھا جب آدم کے جسم میں روح داخل نہیں ہوئی تھی۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ ۔

میں اس وقت نبی تھا جب آدمی علیہ السلام کا گارا گوندھا جا رہا تھا اس لئے لفظ آدمی سے اعلان نہیں کروایا گیا۔

لفظ انسان:

انسان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے جیسے کے علمائے منطق نے فرمایا:

اَلْاِنْسَانُ حَيْوَانٌ نَاطِقٌ

انسان حقوان ناطق ہے۔

مگر حضور نے خود ارشاد فرمایا:

لَمْ يَعْرِفْنِيْ حَقِيْقَتًا غَيْرُ رَبِّيْ يَا اَبَابَكْرٍ (اوکما قال)

ترجمہ: اے ابوبکر صدیق میری حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

يَا اَبَا بَكْرٍ وَّالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ لَمْ يَعْلَمْنِيْ حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّيْ

(مطالع المسرات ۱۲۳، ۱۳۳ جواہر البحار جلد سوم)

ترجمہ: اے ابوبکر صدیق میری حقیقت کو بغیر خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

اس لئے لفظ انسان سے اعلان نہیں کرایا تا کہ لوگوں کو دھوکا نہ لگے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی حقیقت میں ہماری طرح حیوان ناطق ہی ہیں۔ ہماری اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت ایک ہی ہے۔

لفظ بشر:

لفظ بشر کا معنی ظاہری چہرہ مہرہ مشکل وشبہات ہے۔
اس لفظ سے مقصد یہ ہے کہ میری شکل وشبہات چہرہ ومہرہ تمہاری طرح ہے مگر میری حقیقت تمہاری حقیقت سے الگ ہے۔

سوال:

اگر شکل وشبہات ایک ہے تو حقیقت میں فرق کیسے ہوا؟
قرآن کریم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے جب اہل جنت جنت میں جائیں گے تو وہاں اس کا مشاہدہ ہوگا۔

ارشاد الٰہی ہے:

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ

ترجمہ: جب بھی اہل جنت کے سامنے فرشتے پھل لائیں گے تو جنتی پکار اٹھیں گے بھائی یہ تو ہم ابھی ابھی پہلے کھا چکے ہیں کیا جنت میں اور کوئی پھل نہیں ہے۔

اس پر خداوند کریم فرمائیں گے جنتی بندو ایک دفعہ آپ کھا کر تو دیکھیں چنانچہ جب اہل جنت وہ پھل کھائیں گے تو حیران ہوں گے تو بولیں گے یا اللہ بالکل ٹھیک ہے وہ اور تھا یہ اور ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو یہ کہنے کی نوبت کیوں آئی۔

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا

ترجمہ: کیونکہ ان کو جو پھل دیا جائے گا وہ بالکل ہمشکل ہوگا۔

یہی حال حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہم شکل یا مثل ہونے کا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) صوم وصال میں کھانا نہیں کھاتے مگر ہم نہ کھائیں تو مر جائیں۔ اگر ہم تھوکیں تو بیماری پیدا ہوتی ہے جراثیم پھیلتے ہیں۔ اگر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) لعاب دھن ڈالیں تو شفا پیدا ہوتی ہے اور خوشبو پیدا ہوتی ہے

کیونکہ ہماری حقیقت اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت یکساں نہیں ہے۔

ہمیں پسینہ آئے تو بدبو دیتا ہے اور عطر کی سینٹ کو خراب کر دیتا ہے مگر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پسینہ آئے تو خوشبو دیتا ہے اور خراب عطر کو ٹھیک کر دیتا ہے۔ اس پر بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔

لفظ انما مرکب ہے:

ان اور ما سے۔ اس میں دو معنی ہیں ایک اثباتی دوسرا مخفی۔

جیسے کہ علماء فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا زَیْدٌ قَائِمٌ

سوائے اس کے نہیں زید کھڑا ہے یعنی بیٹھنے کی نفی اور کھڑے ہونے کا اثبات۔

اسی طرح **اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** میں۔

الوہیت کی نفی ہے اور بشریت کا اثبات ہے تاکہ لوگ گمراہی سے بچ جائیں اور ایمان سلامت رہے ورنہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود فرمایا:

اَیُّکُمْ مِّثْلِیْ، لست کھیئتکم، لستم کمثلي (بخاری شریف و مسلم شریف)

ایک عجیب نکتہ:

یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ

ترجمہ: مجھے وحی کی گئی ہے۔ سوائے اس کے نہیں تمہارا خدا ایک خدا ہے۔

مناسب یہ تھا کہ حضور فرماتے۔ میرا خدا اور تمہارا خدا ایک ہے جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ

مگر حضور نے اپنے خدا کی بات نہیں فرمائی۔ علماء نے اس میں یوں ارشاد فرمایا کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے۔ اپنی بات حضور نے نہیں فرمائی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں تذکرہ ہے وحی کا یعنی تم نے خدا کو ایک بذریعہ وحی مانا ہے۔

مگر میں نے خداوند کریم کو تمہاری طرح نہیں مانا بلکہ میں نے خدا کی ذات کو دیکھ

کر مانا ہے۔ گویا کہ میرا ماننا مشاہدہ ہے تمہارا ماننا وحی سے ہے میں خدا کی ذات کو دیکھ کر آیا ہوں۔ میرا علم آپ کی طرح نہیں بلکہ میرا علمی مشاہدہ ہے۔

معلوم ہوا کہ ہم شکل اور مشابہہ ہونے سے ہم حقیقت ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے جنت کے پھل۔ اس طرح ہمارا حضورم کے ہمشکل ہونے سے ہم حقیقت ہونا لازم نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قرآن پاک کے صحیح سمجھنے کی توفیق رفیق عطاء فرمائے۔
آمین

تحریر: مورخہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
مطابق ۸ اپریل ۱۹۹۱ء بروز پیر



بے مثل بشریت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ (پ نمبر۶ سورہ مائدہ رکوع نمبر۳ آیت نمبر۱۰)

ترجمہ: بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب

یہ مسئلہ بھی بہت آڑ بنا ہوا ہے۔ حالانکہ قرآن پاک میں بالکل واضح ہے کہ کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے اور نور سے مراد جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دونوں سے قرآن کریم مراد لینا اصول گرائمر کے بھی خلاف ہے کیونکہ درمیان میں واؤ عاطفہ ہے اور واؤ مغایرت کا تقاضا کرتی ہے۔ جس کا صاف معنی ہے کہ نور اور ہے کتاب مبین اور ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر جو صحابہ کرام جانتے تھے ان سے کوئی اور بڑھ کر نہیں جانتا کیونکہ ان حضرات نے تفسیر براہ راست صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی جبکہ یہ شرف کسی اور مفسر کو حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ ہم اس کی تفسیر سب سے پہلے مفسر حضرت عبداللہ ابن عباس سے پوچھتے ہیں تو آپ نے یوں ارشاد فرمایا۔

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ

بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اَیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی محمد رسول اللہ اور کتاب مبین یعنی قرآن مجید۔

بس انہی کی اقتدا کرتے ہوئے تمام مفسرین نے یہی نقل کیا ہے۔ رئیس المفسرین حضرت علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی نے یوں نقل فرمایا ہے۔

ای نور الانوار و النبی المختار صلی اللّٰہ علیہ وسلم و الیٰ ھذا ذھب قتادۃ واختارہ الزجاج۔ (تفسیر روح المعانی ج ٦ صفحہ ٩٧)

حضرت علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ نے تو کمال فرمایا کہ اس نور سے مراد نور الانوار اور نبی مختار ہے یعنی صرف نور ہی نہیں بلکہ تمام نوروں کا منبع اور صرف نبی ہی نہیں بلکہ مختار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نور حسی بھی ہے نور معنوی بھی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں جی ہم بھی آپ کو نور مانتے ہیں مگر حسی نہیں معنوی اس کا صحیح رد کیا ہے۔ صاحب تفسیر صاوی نے کہ آپ فقط نور معنوی نہیں بلکہ نور حسی بھی ہیں چنانچہ علامہ صاوی فرماتے ہیں۔ اسی آیۃ کے تحت لکھتے ہیں:

آتی مسمی نورا لِانہ ینور البصائر و یھد یھا الارشاد ولِانہ اصل کل نور حسیً و معنوی۔ (صاوی جلد اوّل صفحہ ٢٣٩)

ترجمہ: حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نور اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ بصائر کو روشن کرتے ہیں اور ان کو صحیح راہ دکھاتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

جو بات علامہ آلوسی نے فرمائی آپ نے اس کی وضاحت فرمادی۔

اس تفسیر سے واضح ہوگیا کہ آپ نور حسی بھی ہیں اور نور معنوی بھی۔ آپ صرف نور معنوی یعنی نور ہدایت ہی نہیں بلکہ دونوں نوروں کی اصل ہیں۔

اگر اس اصول کو دیکھا جائے۔

المطلق یجری علی اطلاقہ ۔

ترجمہ: مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے جب تک کوئی مقید اور مخصص نہ آئے۔

قرآن کا مخصص قرآن ہی ہوسکتا ہے۔ یا خبر متواتر و مشہور۔ خبر واحد تخصیص نہیں کر

سکتی۔

اس لحاظ سے قرآن کریم میں مطلق نور کہا گیا ہے۔ نہ نورحسی نہ نور ہدایت۔ نہ نور معنوی کی قید لگائی گئی۔

معلوم ہوا کہ حضور نورحسی بھی ہیں نور معنوی بھی ہیں نور ہدایت بھی ہیں۔ نور عرش بھی ہیں نور فرش بھی ہیں نور لوح بھی ہیں نور قلم بھی نور مکاں بھی ہیں نور الامکاں بھی نور مخلوق بھی ہیں نور خالق بھی۔ اسی لئے مفسرین نے نور الانور کہا ہے اور علامہ صاوی نے تو بالکل واضح کر دیا کہ آپ نورحسی بھی ہیں اور نورِ معنوی و ہدایت بھی۔ امام غزالی نے جو نور کی تعریف کی ہے وہ صرف حضور پر ہی صادق آتی ہے فرماتے ہیں۔

۱- النور ظاهر بذاته مظهر لغيره

یعنی نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو اور اوروں کو ظاہر کرے۔

۲- النور جوهر مجرد ظاهر بذاته مظهر لغيره

نور وہ جو ہر مجرد ہے جو خود چمکتا ہے اوروں کو چمکاتا ہے۔ اس تعریف کے لحاظ سے نور کا اطلاق خدا پر نہیں ہو سکتا بلکہ صرف مصطفیٰ پر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جوہریت اور عرض ہونے سے پاک ہے۔

نورحسی کی صورت میں دیکھنا ہو تو ابو ہریرہ کے ارشاد پر غور کریں۔ آپ فرماتے ہیں:

تيلئلأ الجدر من ضحكه او كما قال

(ترمذی/ خصائص کبریٰ۔ شفاء شریف ج ا صفحہ ۳۹)

ترجمہ: جب آپ مسکراتے تو دیواریں منور ہو جاتیں۔

ترمذی شریف میں ہے کہ جب آپ مسکراتے تو آپ کے دانتوں کے سوراخوں سے نور نکلتا۔

بخاری شریف میں ہے

تبرق اثار یروجهه۔ او کماقال

ترجمہ: جب آپ کی پیشانی کے بل کھلتے تو ان سے نور چھنتا۔
یہ سب صورتیں نور حسی کی ہیں۔ نہ نور ہدایت کی۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واضح ارشادات کے باوجود بعض لوگ حضور کو نور نہیں مانتے۔

حدیث نمبرا: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا من نور اللّٰہ والمؤمنون من نوریؒ

(مدارج النبوۃ صفحہ ۳۷۷ جواہر البحار ج ۲ صفحہ ۲۳۱)

معارج النبوہ رکن اول صفحہ ۱۸۸

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں۔

حدیث نمبر ۲ : عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال ما رایت شیأً احسن من رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ (حدیث فی ترندی ومشکوٰۃ صفحہ ۵۱۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز خوبصورت نہیں دیکھی گویا آپ کے چہرۂ اقدس میں سورج گھوم رہا تھا۔

صدر دیو بند مولانا حسین احمد مدنی اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں لکھتے ہیں اور وہابیوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ہمارے اکابر تو: قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ○ (الحدیث)
اور اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ پر ایمان رکھتے ہیں

(الشہاب الثاقب صفحہ ۴۷)

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت ‍ ‍ نہ جانا کون کچھ سا بجز ستار
(قصائد قاسمیہ از مولوی محمد قاسم بانی دیو بند۔)

معلوم ہوا یہ اختلاف آجکل کے دیوبندی حضرات نے بنالیا ہے ورنہ بقول قاسم و مدنی صاحب ان کے اکابر تو حضور کو نور مانتے تھے اور حدیث نور کے قائل تھے مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب میں لکھا ہے پہلا باب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بیان میں ہے[1]

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر حضور نور تھے تو آپ نے دعاء کیوں مانگی۔

حدیث: جو مسلم شریف میں موجود ہے

اللهم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا و بصری نورا اِلٰی الخرہ

ترجمہ: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے

میرے کانوں میں نور کر دے

میری آنکھوں میں نور کر دے

میرے پٹھوں کو نور کر دے

میرے گوشت کو نور کر دے

میرے آگے نور کر دے

میرے دائیں نور کر دے

میرے بائیں نور کر دے

میرے اوپر نور کر دے

میرے نیچے نور کر دے

میرے پیچھے نور کر دے

اے اللہ! مجھے نور ہی نور کر دے۔

---

[1] مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ ایک حدیث تو مشہور ہے کہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ والدہ کے بطنِ اقدس سے باہر آئے تو اتنا نور پھیلا کہ آپ کی والدہ نے مکہ سے شام محلات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا مگر اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیث بھی موجود ہے کہ آپ جب والدہ کے بطن مبارک میں تشریف لائے تو آپ کی والدہ نے اُس دن بھی شام کے محلات کو دیکھا گویا آیا بھی نور اور گیا بھی نور۔

اس حدیث پر علامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں: آپ کے ہاتھوں کے ناخنوں اور پوروں سے نور بہہ رہا تھا۔

ہم ان حضرات سے گزارش کرتے ہیں کہ بقول تمہارے پہلے حضور نور نہیں تھے مگر آپ مستجاب الدعوات ہیں اور آپ نے نور ہونے کی دعا مانگ لی تو اب تو آپ کو نور مان لینا چاہیئے۔ مگر افسوس! تم اب بھی نبی کو نور نہیں مانتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم ماننے والے نے ہو ہی نہیں۔

حضرت امام مالک کے شاگرد رشید اور امام احمد بن حنبل کے استاذ محترم امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ۔ حافظ الحدیث حضرت عبدالرزاق رضی اللہ عنہ نے اپنی تصنیف میں مشہور حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ توجہ فرمایئے۔

قال قلت یا رسول اللّٰہ فداك ابی و امی اخبرنی عن اول شیء خلقه اللّٰه تعالٰی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللّٰه تعالٰی قدخلق قبل الاشیاء نور نبیك مَن نوره فجعل ذالك النور یدور بالقدرة حیث شاء اللّٰه تعالٰی ولم یکن فی ذالك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا شمس و لا قمر (یہ حدیث طویل ہے اسی پر اختصار کیا گیا ہے)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں۔ مجھے بتایئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا چیز پیدا فرمائی۔

تو آپ نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا دور کرتا رہا اس وقت لوح و قلم جنت و دوزخ فرشتے آسمان و زمین سورج و چاند جن و انسان کچھ نہ تھا۔

اس حدیث کو بڑے بڑے اجلہ علماء نے بھی نقل کیا اور اس کی صحت پر یقین بھی کیا

ہے۔

اگر اس مسئلہ میں تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وہ اکابر علماء جن کی کتابیں پڑھ کر علماء بنتے اور کہلاتے ہیں وہ سب کے سب حضور کے نور ہی نہیں منبع نور ہونے کے قائل تھے ان میں سے مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیات ہیں ہمیں اس بات پر ناز ہے کہ ہم نے ان دونوں حضرات سے علم بھی سیکھا اور عقیدہ بھی سیکھا ہے۔ مگر کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے علم تو ان سے لے لیا مگر وہ عقیدہ جو صحیح اور عشق میں ڈوبا ہوا تھا چھوڑ دیا۔ کاش وہ ان کے نورانی عقیدہ کو اپناتے اور نجات پا جاتے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

صلی اللہ علیٰ نور کزو شد نور ہا پیدا
زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

ترجمہ: درود ہو اس نور پر جس سے تمام نور پیدا ہوئے زمین حضور کی محبت سے ساکن ہے اور آسمان ان کے عشق میں شیدا ہے یعنی تلاش نقش پائے مصطفےٰ میں گھوم رہا ہے۔

گویا کہ جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور کا نور اصل ہے باقی تمام نور خواہ نور عرش ہو، نور صبح صادق ہو، نور آفتاب ہو، نور ماہتاب، نور کواکب ہو یا نور کہکشاں یہ سب کے سب حضور کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

کلیم کہ چرخ فلک طور اوست
ہمہ نور ہا پرِ توِ نور اوست

یعنی ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ کلیم ہیں جن کا طور کلام الٰہی کے لئے پہاڑ نہیں بلکہ فلک کی چوٹی ہے اور کائنات کے تمام نور اس کے نور مبارک کا عکس اور پرتو ہیں۔

حضرت سعدی فرماتے ہیں: تمام نوروں کا پرتو، عکس اور اصل نور مصطفےٰ کا ہے۔

یہ تھے اکابرین اہلسنّت کے پاکیزہ عقائد مبارکہ جس سے ہمارے مخالفین خالی اور عاری ہیں۔ الحمد للہ! ہم خوش نصیب ہیں کہ ان حضرات کے عقائد پر گامزن ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ جب حضور کو گھر لے گئیں تو کمرے میں اندھیرا تھا آپ نے آہ سرد کھینچی اور کہا کاش میں غریب نہ ہوتی ہاتف نے آواز دی حلیمہ اب بھی تو چراغ کی محتاج ہے؟ ہم نے آپ کو سراجِ منیر عطا فرما دیا ہے فرماتی ہیں جب تک حضور میرے گھر میں رہے میں دیا جلاتی ہی نہیں تھی ایک مرتبہ محلّہ کی عورتوں نے کہا کہ حلیمہ آپ فضول خرچ ہوگئی ہیں آپ کو اپنے دن بھول گئے فرمایا کیسے کہنے لگیں کبھی دیا جلتا نہیں اب رات کو دیا بجھتا نہیں ہے حلیمہ نے فرمایا: میں دیا جلاتی نہیں ہوں وہ بولیں ہماری جب رات کو آنکھ کھلتی ہے تیرے گھر سے روشنی نکلتی رہتی ہے جناب حلیمہ نے فرمایا: وہ روشنی دیا کی نہیں بلکہ رخِ مصطفےٰ کی روشنی ہے۔ (تفسیر مظہری) از قاضی ثناء اللہ

بزرگانِ دین نے ایک خوب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ نور کو نور ہی دیکھ سکتا ہے۔ جس کی آنکھوں میں نور ہو وہی نور آفتاب و ماہتاب دیکھ سکتا ہے۔ جس کی آنکھوں میں نور نہ ہو بلکہ اندھا ہو اسے نور کیا نظر آئیگا۔

اس طرح جس کے دل میں نورِ ایمان ہوگا وہی نورِ مصطفےٰ کا قائل ہوگا اور جس کے دل میں نورِ ایمان نہیں ہوگا وہی نورِ مصطفےٰ کا منکر ہوگا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا:

مصطفےٰ آئینۂ ذات خداست
منعکس دروے ہمہ نور خداست

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی عقیدہ پر قائم رکھے۔

تحریر: ۲۲ رمضان شریف ۱۴۱۱ھ
مطابق 8 اپریل 1991ء بروز پیر

اشعارنور

اسم نور و جسم نورو جاں نور
ذکر نور و فکر نورو عرفاں نور
دست نور و پائے نورو قدنور
ولد نورو اب نورو جدنور
باز گویم نور و اصحاب نور
اکل نورو شرب نور و خواب نور
اہل نور و بیت نور و بلد نور
جائے کہ آمد محمد کرد نور



میلادِ مصطفیٰ علیہ السلام

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے انکا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے۔ تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

علماء فرماتے ہیں: سب سے پہلے جلسۂ میلادِ مصطفیٰ اور ذکر اوصافِ مصطفیٰ علیہ السلام خداوند قدوس نے مجمع انبیائے معصومین علیہم السلام میں عرشِ بریں پر منعقد فرمایا۔

اس کے بعد تمام جلسے سنت الہیہ ہیں۔

علمائے محققین فرماتے ہیں: ہمارے اہلسنّت و جماعت نے جب بھی کوئی اصطلاح اپنائی ہے تو یا اس کی اصل قرآن کریم میں ہے یا حدیث مبارک میں ہے۔

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عیدیں تو صرف دو ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ تیسری عید میلاد کہاں سے نکل آئی۔

جواب:۔ ہم کہتے ہیں عید تو صرف ایک ہی ہے اور وہ عید میلاد مصطفےٰ علیہ السلام ہے۔

باقی دو عیدیں تو اس عید کے صدقے سے ملی ہیں۔ حضور نہ ہوتے تو نہ عید بقر ہوتی نہ عید فطر۔

علمائے محققین فرماتے ہیں: شب قدر اور شب براۃ بھی شب ولادت کے صدقے سے ملی ہیں۔

جلسۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا جلسۂ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اہلسنّت و جماعت جب بھی اشتہار چھاپتے ہیں تو اس کا عنوان جلسۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے جبکہ دوسرے حضرات کا عنوان جلسۂ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔

دونوں میں کس کی اصل قرآن سنت کے مطابق ہے۔

جلسۂ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل چاہیں تو آپ کو کسی کتاب سے نہیں ملے گی کیونکہ کسی تفسیر یا حدیث میں اس عنوان کا باب یعنی باب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔ بخلاف میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کی اصل احادیث میں موجود ہے

لفظ میلاد حدیث سے لیا ہے

چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب جو صحاح ستہ میں تیسرے نمبر پر شمار کی جاتی یعنی ترمذی شریف اس میں ایک مستقل باب۔ باب ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔ یوں اصطلاح میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ محدثین سے منقول ہے:

عید میلاد منانا اصل نعمت خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے کیونکہ جس دن کوئی نعمت ملتی ہے وہ دن عید کہلاتا ہے۔ اس لئے ہم لوگ جس دن حضور اس عالم میں تشریف لائے اس دن عید میلاد مناتے ہیں اس کی اصل قرآن پاک میں ہے۔

لفظ عید قرآن پاک سے لیا ہے

ارشاد باری ہے:

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ۔

ترجمہ: (یہ دعاء ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی) اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے مائدہ یعنی دسترخوان اتارتا کہ وہ دن ہمارے اگلے اور پچھلوں کی عید کا دن ہو اور تیری نشانی ہو۔

معلوم ہوا کہ جس دن کوئی خداوند قدوس کی نعمت ملے وہ دن اس امت کے لئے عید کا دن ہوتا ہے۔ اور حضور کی تشریف آوری صرف امت ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق کے لئے نعمت ہے۔ اس لئے کہ آپ کی آمد پر جانوروں نے بھی خوشیاں منائیں مشرق کے جانوروں نے مغرب والوں کو اور مغرب والوں نے مشرق کے جانوروں کو مبارک باد دی اور اظہار مسرت کیا۔ باقی رہا جھنڈیاں لگانا تو یہ جبریل امین کی سنت ہے۔

حضور علیہ السلام کی پیدائش پر جبریل امین نے تین نور کے جھنڈے لگائے۔

ایک بیت آمنہ پر

دوسرا بیت اللہ شریف پر

تیسرا عرش عظیم پر

اس میں دو باتیں سامنے آئیں ایک جھنڈیاں یا جھنڈے لگانا اور اظہار مسرت کرنا دوسرا یہ کہ اس آنے والے کی حکومت فرش سے عرش تک ہوگی کیونکہ جس کا جہاں جھنڈا ہوتا ہے اس کی وہاں حکومت ہوتی ہے۔

اسی لئے حضور کے فرمان کے مطابق آپ کے دو وزیر زمین پر اور دو وزیر آسمان پر

ہیں صحابہ نے عرض کی حضور ان کے نام کیا ہیں فرمایا زمین پر صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما ہیں اور آسمان پر جبریل و میکائیل علیہما السلام ہیں۔

آسمانوں پر بھی وزارت حضور کی اور زمین پر بھی وزارت حضور کی۔ اس بناء پر حضور علیہ السلام صدر کونین ہیں۔ دونوں صوبے زیر نگین مصطفےٰ ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ میں بشکل جلوس داخل ہوئے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ سے مدینہ چلے اور راستے میں بریدہ اسلمی اور اس کے ساتھ جو ستر آدمی پر مشتمل تھے، ملاقات ہوئی۔ بریدہ اسلمی نے حضور سے چند سوالات کئے اور مسلمان ہو کر بمع اپنے ساتھیوں کے حضور کے ساتھ ہولیا اور جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو بریدہ اسلمی نے اپنی چادر پھاڑ کر جھنڈا بنا کر سوٹی پر لہراتے ہوئے حضور کے آگے آگے غلامانہ حیثیت سے مدینہ میں داخل ہوئے۔

حفیظ جالندھری نے خوب لکھا ہے

یہ ستر آدمی تھے دشت ہی گھر بار تھا انکا — جو اس ہمت بریدہ اسلمی سالار تھا انکا
شرف پایا جو اس نطق خدا سے ہم کلامی کا — تہیہ کر لیا اس نے محمد کی غلامی کا
بتوں کو چھوڑ دنیائے باطل سے جدا ہو کر — چلے یثرب کی جانب، ہمرکاب مصطفےٰ ہو کر

مدینہ منورہ میں حضور کے استقبال کی تیاریاں

جب مدینہ منورہ کو حضور مسجد قبا سے چلے تو راستے میں بچیوں نے استقبال کیا اور کہا:

اشرق البدر علینا من ثنیات الوداعی
وجب الشکر علینا ما دعیٰ للّٰہ داعی

ان اشعار کو حفیظ جالندھری نے خوب نبھایا ہے:

کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں دف بجاتی تھیں
رسول پاک کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں
ہم ہیں بچیاں نجران کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہ کے لعل کے تشریف لانے کی

زبان پر اشرق البدر علینا کی صدائیں تھیں
دلوں میں ما دعا للّٰہ داعی کی دعائیں تھیں
قربان جائیں بچیوں کی فصاحت و بلاغت پر
اور زبان۔ عربی کی حسن فہمی پر

بچیوں نے حضور کو بدر کہہ کر پکارا ہلال یا قمر کہہ کر نہیں پکارا جبکہ ہلال بھی چاند کو کہتے ہیں اور قمر بھی۔

ہلال اور قمر نہ کہنے کی حکمت

بچیاں چاہتی تھیں کہ ہم آئندہ آنے والوں کو بتا دیں کہ ہم نے حضور کو کیا دیکھا بشر یا بدر چنانچہ ہلال اس لئے نہیں کہا کہ وہ بے نور ہوتا ہے اور حضور نور ہیں۔ قمر اس لئے نہیں کہا کہ وہ ناقص ہوتا ہے۔ حضور کامل ہیں بلکہ اکمل ہیں۔ بدر چونکہ ماہِ تمام ہوتا ہے اس لئے بچیوں نے حضور کو ماہ تمام اور بدر کہہ کر یاد کیا ہے اسی لئے حضور کو دیکھنے والوں نے بشر نہیں بدر کہہ کر پکارا ہے کاش کہ لوگ اس بات کو سمجھ لیں۔

امام مسلم نے مسلم شریف میں مدینہ شہر میں داخلے کے وقت شہر کی کیفیت کا ذکر یوں کیا ہے۔

وتفرق الرجال والولدان فی الاسواق۔ و صعدت النساء۔ علی البیوت ویناذون یا محمد یا رسول اللّٰہ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ: خوشی سے مرد اور بچے بازاروں میں پھیل گئے اور عورتیں جمال مصطفٰے علیہ السلام دیکھنے کے لئے چھتوں پر چڑھ گئیں اور تمام صحابہ کرام وہ ستر صحابہ جو حضور کے ساتھ آئے تھے اور بریدہ اسلمی جھنڈا لے کر آگے چل رہے تھے اور اہل مدینہ تمام مل کر نعرے لگاتے یا محمد یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

الحمد للہ! آج یہ صورت و کیفیت اہل سنت کو نصیب ہے کہ جلوس بھی نکالتے ہیں اور نعرے بھی لگاتے ہیں۔ بعض لوگ عید میلاد پر خوشی کو اور صدقہ و خیرات، فرحت و سرور کو بدعت سمجھتے ہیں۔ آیئے امام قسطلانی شارح بخاری نے اپنی تصنیف مواہب للدنیہ

میں اس کے بارے یوں ارشاد فرمایا پڑھئے اور جھومئے۔

ولازال اهل الاسلام يحفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم ويعملون اولولائم و يتصدقون في لياليه بانواع الصدقات و يظهرون السرور ويزيدون في الخيرات و يعتنون بقرأة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم و من جرب من خواصه انه امان في ذلك العام و بشرى عاجلة لنيل البغي والمرام فرحم الله امرء اتخذ ليالي شهر مولده المبارك اعباداً ليكون اشد علة على من في قلبه مرض و عناد.

(اس طرح یہ بہت لمبی عبارت بطور اختصار چھوڑ دی گئی۔)

(مواہب الدنیہ جلد اوّل ص ۲۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: ہمیشہ اہل اسلام آپ کی ولادت پاک کے مہینے میں محفل میلاد مناتے چلے آرہے ہیں اور اس خوشی میں کھانا پکا کر کھلاتے رہے ہیں اور دعوت طعام کرتے آرہے ہیں اور ان مبارک راتوں میں قسم قسم کے صدقات سے وہ صدقہ دیتے آرہے ہیں اور اظہار سرور و فرحت کرتے چلے آرہے ہیں اور اس نیک کام میں حتی الوسع زیادہ کوشش کرتے آئے ہیں اور آپ کا میلاد پاک پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم ظاہر ہوتا رہا ہے اور ولادت باسعادت کے ایام میں محفل میلاد منانے کے خواص میں سے یہ امر مجرب ہے کہ اس سال میں امن و امان رہتا ہے اور یہ مقصود اور مراد پا جانے میں جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں فرمائے کہ جس نے ماہِ ولادت کی راتوں کو عید بنا دیا کہ یہ عید سخت مصیبت ہو جائے اس شخص پر کہ جس شخص کے دل میں مرض اور بیماری اور کمزوری ہے۔

علامہ اسماعیل حنفی فرماتے ہیں:

وقال الامام السیوطی قدس سرہ یستحب لنا اظہار الشکر بمولدہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (روح البیان ج۹ص۵۶)

ترجمہ: حضرت امام سیوطی قدس سرہ نے فرمایا: ہمارے لئے مستحب ہے کہ حضور کے میلاد کی خوشی منائیں۔ مجمع بحار الانوار میں ہے:

مظہر منبع الانوار والرحمۃ شہر ربیع الاول و انہ شہر امرنا باظہار الحبور منہ کل عام۔ (مجمع بحار الانوار ج۳ص۵۵)

ربیع الاوّل شریف کا مہینہ رحمت و انوار کا مہینہ ہے اور اس میں ہر سال خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ یہی ہمیں حکم ہے۔ (فلیفرحوا)

شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ

ولازال اھل الاسلام۔ یحفلون بشہر مولدہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

ترجمہ: ''اہل اسلام ہمیشہ سے محفل میلاد کرتے آئے ہیں''۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ و معمول

فرماتے ہیں: میں ہر سال ایام مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا کرتا ایک قحط سالی کی وجہ سے کھانا نہ پکا سکا مگر معمول کو چھوڑنا بھی گوارا نہ تھا مجبوراً بھنے ہوئے چنے لے کر تقسیم کر دیئے مگر دل میں خیال تھا کہ کچھ نہ کر سکا۔

رات کو آنکھ لگی تو مقدر جاگ اٹھا اچانک حضور کی بارگاہ میں حاضری ہوئی اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوا کیا دیکھتا ہوں وہ چنے حضور کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور ان سے سرور ہیں۔ (الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص ۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

میں مکہ مکرمہ میں اس مجلس میں حاضر تھا جو مکان مولد شریف میں منعقد تھی اور بارہ ربیع الاول کی تاریخ تھی حضور کی ولادت کا ذکر اور خوارق عادات وقت ولادت کا پڑھا جاتا تھا میں نے دیکھا کہ یک بارگی کچھ انوار اس مجلس سے باز ہوئے میں نے ان انوار میں تامل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ وہ انوار تھے ملائکہ کے جو ایسی محافل متبرکہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں......الخ (فیوض الحرمین)

اس کی تائید میں تاریخ حرمین کی عبارت الجامع اللطیف فی فضل سکنہ و اہلہا و بناء البیت الشریف' مؤلفہ الشیخ العالم الکامل العلامہ جمال الدین محمد جار اللہ ص ۲۰۱' ہے

وجرت العادة بمكة في ليلة الثاني عشر من ربيع الاول في كل عام ان قاضي مكه الشافعي يتهيأ لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلوة المغرب في مجمع عظيم منهم الثلاثة القضاة و اكثر الاعيان من الفقهاء والفضلاء و ذوي البيوت بفوانيس كثيرة و شموع عظيمة و زحام عظيم. ويدعى فيه للسلطان ولا مير مكة وللقاضي الشافعي بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام ثمّ يعود منه الى المسجد الحرام قبيل العشاء ويجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بازاء قبة الفراثين و يدعو الداعي لمن ذكر آنفًا بحضور القضاة واكثر الفقهاء ثم يصلون العشاء وينصرفون

ترجمہ: ہمیشہ اہل مکہ کی عادت تھی کہ ۱۲ ربیع الاوّل ہر سال قاضی مکہ شافعی با قاعدہ علامہ ابن جوزی محدث شافعی نے۔ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت بسط کے ساتھ اور تفصیل سے بلاد عرب وعجم میں محافل میلاد مبارک کے انعقاد کا ذکر فرمایا ہے بخوف طوالت صرف حوالہ پر چھوڑ دیا ہے۔

مندرجہ کتب میں میلاد پاک کے انعقاد کا ذکر موجود ہے۔

لسان العیون۔ تفسیر روح البیان۔ شمائم امدادیہ۔ فیصلہ ہفت مسئلہ۔ ان تمام میں

تفصیل موجود ہے

میلاد پاک میں قیام اور علماء کا تعامل

ومن الفوائد انه جرت عادة من الناس اذا سمعوا بذكر وضعه صلى الله عليه وسلم لن يقوموا تعظيمًا له صلى الله عليه وسلم و هذاالقيام بدعة لااصل لها اى لكن هي بدعة حسنة لانه ليس كل بدعة مذمومة. (سیرۃ حلبیہ شریف ج ا ص ۸۰)

اسی کتاب میں آگے چل کر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔

وقد وجدالقيام عند ذكر اسمه صلى الله عليه وسلم من عالم الامة و مقتدى الائمة دينًا و ورعًا الامام تقى الدين سبكى و تابعه على ذلك مشائخ الاسلام فى عصره قدحكى بعضهم ان الامام اسبكى اجتمع عنده جمع كثير من علماء عصره فانشد منشد قول الضرصرى فى مدحه صلى الله عليه وسلم

اشعار

قليل المدح المصطفى الخط بالذهب — على ورق من خط احسن من كتب

تخصض الاشراف عند سماعه — قيام صفوفاً او جيثا على الركب

بعد ذلك قام الامام السبكى و جميع من فى المجلس فحصل انس كبير بذلك المجلس ويكفى مثل ذلك فى الاقتداء.

یہی دونوں عبارتیں اور پورا مضمون علامہ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان ج ا ص ۸۰ میں نقل فرمایا ہے۔ (سیرۃ حلبیہ شریف) ج ۹ ص ۵۶

ترجمہ: اور فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں کی یہ عادت جاری ہوگئی ہے کہ جب حضورؐ کی پیدائش مبارک کا ذکر سنا فوراً حضورؐ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوگئے اور یہ قیام بدعت ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں یعنی بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔ حضور سید عالمؐ

کے ذکر مبارک کے وقت قیام پایا گیا ہے۔ امت محمدیہ کے جلیل القدر عالم امام تقی الدین سُبکی جو دین اور تقویٰ میں آئمہ کے مقتداء ہیں اور اس پر ان کے تابع ہوئے تمام مشائخ اسلام جو ان کے ہم عصر تھے چنانچہ منقول ہے کہ امام سُبکی کے پاس ان کے ہم عصر علمائے کرام بکثرت جمع ہوئے۔ ایک مداح رسول نے حضورؐ کی مدح میں صرصریؒ کے یہ اشعار پڑھے۔

اگر چاندی پر سونے کے حروف سے بہترین کاتب حضورؐ کی مدح لکھے۔ تب بھی کم ہے۔ بے شک عزت والے لوگ حضورؐ کا ذکر جمیل سُنکر صف بستہ قیام کرتے ہیں یا گھٹنوں پر دوزانو ہو جاتے ہیں۔

یہ اشعار سُن کر تمام اہل مجلس مشائخ علماء بھی کھڑے ہو گئے اور اس وقت بڑا اُنس حاصل ہوا۔ مجلس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور اس قسم کے واقعات مشائخ و علماء کی اقتداء کے بارے میں کافی ہوئے ہیں۔

ثابت ہوا کہ مسئلہ قیام میلاد میں امام سُبکی اور ان کے ہم عصر مشائخ علماء کی اقتداء کافی ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علمائے دیوبند کے پیرو مرشد اور میلاد و قیام کی پابندی

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب اپنی تصنیف ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل میلاد (مولد) میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں

اور قیام میں مَیں کچھ نہیں کہتا ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے

(شمائم امدادیہ ص ۸۸، امداد المشتاق ص ۸۸ ص ۵۰)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے نزدیک حضور علیہ السلام کی محفل میلاد میں تشریف آوری

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت جھگڑا کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے۔ پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے

واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ قیام کے وقت اعتقاد تولد نہ کرنا چاہئے اگر احتمال تشریف آوری کیا جائے مضائقہ نہیں۔ کیونکہ خلق مقید بزمان ومکان ہے۔ لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔

(شمائم امدادیہ ص ۹۳، امداد المشتاق ص ۵۵/۵۶)

ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے اور علمائے دیوبند کے پیر صاحب کے فیصلہ کی موجودگی میں بھی اگر دیوبندی حضرات میلاد کا انکار کریں تو سوائے دشمنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شیخ کامل کو گمراہ اور بدعتی بنانے کے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حضور کی سچی محبت نصیب فرمائے اور آپ کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

تحریر: ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
مطابق ۹ اپریل ۱۹۹۱ء بروز منگل

(نوٹ)

اگر کوئی خدا اور حضور کی تعریف وتوصیف نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اور حضور اس کے محتاج نہیں ہیں بلکہ اس کا اپنا بھلا ہے۔

خدا در انتظار حمد مانیست ‏ محمد چشم براہ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس ‏ محمد حامد حمد خدا بس
محمد از تو میخوا ہم خدارا ‏ خدا یا از تو عشق مصطفےٰ را

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ
ترجمہ: نہیں ہیں محمد مصطفٰے مگر رسول۔

جس طرح آجکل نئی سے نئی بیماریاں پیدا ہو رہیں ہیں اسی طرح نئی سے نئی روحانی بیماریاں رونما ہو رہی ہیں اور عظمت مصطفٰے کو کم کرنے کے لئے نئی نئی سکیمیں سوچی جا رہی ہیں۔

آجکل نئے پڑھے لکھے لوگ ایک عجیب وغریب بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں اور عظمت مصطفٰے علیہ السلام کو کم کرنے کے لئے ایک نئی تفریق پیدا کی۔ ہے کہ حضور علیہ السلام کی دو حیثیتیں ہیں ایک تو شخص دوسری کی یعنی آپ کی صفت بشری کی اور دوسری رسالت محمدی کی۔ لہٰذا حضور علیہ السلام جو بات بطور رسول فرمائیں وہ تو قابل عمل اور لازمی ہے مگر جو بات بطور بشر یا شخص فرمائیں اس کا ماننا یا کرنا لازمی نہیں ہے۔ بس یہی فرق گمراہ کن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی کا اس آیۃ کریمہ میں رد فرمایا ہے کہ نہیں ہیں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول۔

یعنی آپ ہر رنگ اور ہر آن میں رسول ہیں کوئی ایسا لمحہ حضور پر نہیں گزرتا جس

میں آپ رسول نہ ہوں۔ مثلاً آپ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے رسول ہیں۔

بلکہ ہر رسول خدا کا نمائندہ ہے

اس لئے اس کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے۔

آیۃ نمبر ۱ : وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو مگر یہ کہ اس کی اللہ کے حکم سے اطاعت کی جائے۔

آیۃ نمبر ۲ : اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً

ترجمہ: یاد کرو جب تیرے رب نے فرمایا: بیشک میں بنانے والا ہوں زمین میں خلیفہ

جب نبی آیا ہی مطاع بن کر تو اس کی اطاعت لازم ہوگی۔ ہمیں کیا معلوم نبی یہ کام کس حیثیت سے کر رہا ہے۔ اگر رسول غلطی کرے تو بھی اطاعت لازم ہوگی یہ اللہ کو قطعاً منظور نہیں ہے۔

جب نبی خدا کا نمائندہ ہے تو تین شرائط نمائندہ کے لئے ضروری ہیں۔

نمبر ۱: اس کی سوچ اس کے اصل کی منشا کے مطابق ہو۔

نمبر ۲: اس کا قول اس کے فرمان کے مطابق ہو۔

نمبر ۳: اس کا عمل اصل کا عمل ہو۔

باقی رسول صرف رسول ہیں اور حضور رسول اعظم ہیں۔ باقی انبیاء اللہ کے نمائندے ہیں مگر حضور نمائندہ اعظم ہیں۔ اس لئے یہ تین شرطیں بدرجہ اتم حضور میں موجود ہیں۔

شرط نمبر ۱:

نمائندہ کی سوچ اصل کے منشاء کے مطابق ہو۔ تحویل قبلہ ہے ارشاد الٰہی ہے:

۱- قد نرٰی تقلب وجھك فی السماء فلنولینك قبلة ترضٰھا

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھریں گے۔ اس قبلہ کی طرف' جس میں تمہاری خوشی ہے۔

۲-وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ

اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اس لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی

اسی طرح وہ حدیث جس کو ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب اصول نور الانوار میں نقل فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائی دور میں نماز بمع جوتے پڑھتے تھے کہ ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور نماز شروع فرما دی نماز ہی میں جبریل امین تشریف لائے اور حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نعلین پاک اتار دیں کیونکہ آپ مقدس ہیں معطر ہیں معنبر ہیں مطہر ہیں منور ہیں مگر نعلین پاک کو کچھ پلیدی لگ گئی ہے۔ حضور نے نماز ہی میں نعلین پاک اتار دیئے۔ چنانچہ تمام صحابہ نے بھی نماز میں جوتے اتار دیئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ جوتے اتار دیئے صحابہ نے عرض کی حضور رأيناك. آپ کو دیکھا تھا۔ اس لئے ہم نے بھی اتار دیئے۔

حضور نے فرمایا: میرے پاس تو جبریل آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا تمہارے پاس کون آیا صحابہ نے عرض کی حضور ہمیں جبریل سے کیا واسطہ وہ آئے یا جائے۔ ہمیں تو ادائے مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واسطہ ہے جو حضور کرینگے ہم بھی کریں گے۔

شرط نمبر۲:

نمائندہ کا قول اصل کے فرمان کے مطابق ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى

اور نہیں بولتے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی خواہش سے مگر جو آپ کو وحی کی جاتی ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ضمانت دی ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی سے نہیں بولتے بلکہ میری مرضی سے بولتے ہیں اور انکا ہر قول میرا قول ہے۔

حدیث نمبر ۱: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایَجْرِیْ عَلٰی لِسَانِیْ اِلَّا حق

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ نہیں جاری ہوتا میری زبان پر مگر حق۔ یعنی میری زبان حق ہی بولتی ہے۔

حدیث نمبر ۲: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی لکھوا رہے تھے کہ اچانک آپ کے مقدس اور نورانی چہرے پر آثار غصہ کے نمایاں ہوئے تو کاتب وحی نے کتابت بند کر دی۔ حضور نے پوچھا: لکھنا کیوں چھوڑ دیا ہے۔ عرض کیا حضور آپ غصہ میں تھے تو غصے کی حالت میں بعض الفاظ بے ساختہ نکل جاتے ہیں جس پر بعد میں پریشانی ہوتی ہے اور معذرت کرنی پڑتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں جس حالت میں بھی ہوں اللہ کا رسول ہوں لا یخرج من لسانی الا حق نہیں نکلتا میری زبان سے مگر حق ہی نکلتا ہے۔ لہٰذا میں جس حالت میں بھی ہوں لکھتے جاؤ۔

شرط نمبر ۳: نمائندہ کا عمل اصل کا عمل کہلائے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔

ترجمہ: نہیں پھینکا آپ نے جبکہ پھینکا آپ نے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

اللہ تعالیٰ کی عادتِ کریمہ ہے کہ جب کوئی الزام نبی پر آتا ہے خداوند کریم اپنی ذات پر لیتا ہے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو روکنا تھا تو تدبیر اللہ نے بتائی کیونکہ یہ تدبیر خلافِ واقعہ تھی اور ان کے بھائیوں کو خواہ مخواہ چور کہا گیا جبکہ ان کو علم نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَکَذٰلِکَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ۔ یہ تدبیر یوسف کی نہیں بلکہ میری تھی۔ اسی طرح آنکھوں اور سر میں مٹی ڈالنا منصبِ رحمت کے خلاف تھا تو اللہ نے

فرمایا: یہ مٹی میں نے ڈالی ہے، نبی نے نہیں ڈالی۔ اسی لئے یہاں حضور کے پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پھینکنا فرمایا۔

آیۃ نمبر۲: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (الآیۃ قرآن)

بے شک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کر رہے ہیں سوائے اس کے نہیں وہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا

آیۃ نمبر۳: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهِ (الآیۃ قرآن)

جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

ذات باری نے اطاعت رسول کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

حضور علیہ السلام رسول اعظم ہیں۔

کسی کے بڑا ہونے کے تین اصول ہیں:

(۱) علاقہ بڑا ہو،

(۲) زمانہ طویل ہو،

(۳) رعایا کثیر ہو۔

باقی انبیاء علیہم السلام، علاقائی اور مقامی اور زمانی رسول ہیں نبی ہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دوامی اور بین الاقوامی رسول ہیں۔

حضور علیہ السلام کا علاقہ سب سے بڑا تھا ہر نبی مخصوص خطے کا نبی ہوتا یا خاص قوم کا نبی ہوتا تھا۔ اس لئے وہ نبی اپنی قوم کو خطاب کرتا تھا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ

ترجمہ: بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا انہوں نے اپنی قوم ہی کو خطاب فرمایا۔

اسی طرح ہر نبی اپنی قوم کا نبی ہوتا تھا

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا

اس کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام بھی زمانی اور مقامی نبی و رسول تھے
مگر اللہ تعالیٰ نے حضور کے بارے ارشاد فرمایا

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا

ترجمہ: اے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ یوں اعلان کر دیں۔
اے لوگو! میں تمہارا سب کا رسول ہوں۔ گویا کہ آپ کی رسالت ایک قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام انسانوں اور تمام قوموں کے لئے ہے۔

گویا کہ آپ کا کثیر الامت ہونا واضح ہے اسی لئے آپ نے قوم کو خطاب نہیں کیا بلکہ پوری انسانیت کو خطاب فرمایا۔

علماء نے فرمایا: میدان محشر میں کل ۱۲۰ صفیں ہوں گی۔ جن میں سے کل انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی کل تعداد چالیس صفیں ہوں گی مگر اسی (۸۰) صفیں تنہا امت مصطفےٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ہوں گی۔ اس لئے آپ رسول اعظم ہیں کہ آپ کی تنہا رعایا تمام انبیاء علیہم السلام کی امت سے کثیر ہیں۔

نمبر۲: آپ کا علاقہ سب انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہے چنانچہ ارشاد باری:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○

نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

گویا کہ جہاں تک میری خدائی ہے وہاں تک تیری مصطفائی ہے۔

حضور کا علاقہ فرش سے عرش تک مکان سے لامکاں تک ہے۔

نمبر۳: آپ کا زمانہ سب سے زیادہ طویل ہے۔ حضور کے زمانہ سے لے کر قیام قیامت تک سب زمانہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے کلمے بدلتے رہے مگر حضور علیہ السلام کا

کلمہ قیامت تک جاری وساری رہی گا۔

اتنا طویل زمانہ کسی نبی کو اور اتنا طویل ایریا بھی کسی نبی کو نہیں ملا۔ اتنی کثیر امت بھی کسی نبی کو نہیں ملی۔ اس لئے آپ رسول اعظم ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ (قرآن کریم)

نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لئے

علمائے کرام فرماتے ہیں: "کافه کف" سے بنا ہے کف ہتھیلی کو کہتے ہیں اس کا معنی ہے روکنا۔ ہتھیلی بھی چیز کو گرنے سے روکتی ہے۔ تو معنی یہ ہوا کہ تیرا دامن رسالت تمام انسانوں کو اپنے اندر روکنے والا ہے کوئی انسان تیرے دائرہ رسالت سے باہر نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کو آپ کے دامن رسالت روک نے رکھا ہے۔ علماء نے فرمایا۔ الكافة المانعة ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ارسلت الی الخلق کافة

ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

یعنی میں تمام مخلوق کو اپنے دامن رسالت میں گھیرے ہوئے ہوں۔

رسالت کا معنی

علمائے کرام فرماتے ہیں: رسالت سے مراد صرف "ر۔س۔ل۔ت" مراد نہیں ہے بلکہ اس کا اپنا ایک معنی ہے اور وہ الرسالت رابطة بين المرسِل والمرسَل اليه ۔

رسالت نام ہے رابطہ کا یعنی مرسل اور مرسل الیہ کے درمیان رابطے کو رسالت کہتے ہیں گویا کہ رسول مخلوق و خالق کے درمیان رابطہ کا ذریعہ اور سبب ہے۔

گویا کہ تین باتیں سمجھ میں آئیں۔

مرسِل ، مرسَل ، مرسَل الیہ ، مرسَل ، نہ مرسِل ہوتا ہے نہ مرسَل الیہ

بلکہ دونوں کے درمیان ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور خدا بھی نہیں اور ہم جیسے بھی نہیں کیونکہ وہ مرسل ہیں۔

مرسِل خدا ہے۔

مرسَل رسول ہے۔

مرسَل الیہ مخلوق ہے۔

اب رہا عالم یا خلق دونوں سے ایک ہی مراد ہے۔ خلق سے کون سا عالم باہر ہے۔ عالم ارواح' عالم اجسام، عالم دنیا، عالم یقظہ، عالم نوم، عالم زمان، عالم مکان حضور کا رابطہ تمام عالموں سے ہے گویا کہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش علیٰ تک حضور کا رابطہ ہے۔

حضرت جلال الدین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ مبدأ کائنات' معدن کائنات' مرکز کائنات حضور ہی کی ذات گرامی ہے۔ جیسے چھوٹے سے بیج میں پورا درخت بمع شاخوں کے اور تنے اور پتوں کے موجود ہے مگر نظر نہیں آتا اگرچہ آپ بیج کو چیر کر بھی دیکھیں تو نہ تنا نظر آئیگا نہ پتے نہ شاخیں نہ پھل نہ پھول حالانکہ یہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔

اسی طرح عالم ممکنات کا یہ شجر اور اس کی حقیقت اور تخم، حقیقت محمدیہ موجود ہے بلکہ اٹھارہ ہزار عالم دامن حقیقت محمدیہ میں موجود ہے۔

اب ذرا غور کیجئے کہ وہ جڑ جو زمیں میں موجود اور قائم ہے وہ غذا پہنچا رہی تنے کو اور شاخوں کو کھال کو گدے کو حتیٰ کہ آخری پتہ جو جڑ سے بہت دور ہے اس کو بھی غذا پہنچا رہی ہے۔ اب دیکھیے۔ پتہ کہیں ہے شاخ کہیں ہے مگر ان کی تری اور زندگی بتا رہی ہے ان سب کو جڑ غذا پہنچا رہی ہے۔

اسی طرح اٹھارہ ہزار عالم میں جہاں بھی کوئی موجود ہے اس کو حضور کا فیض پہنچ رہا ہے جس طرح جڑ کا رابطہ ہر پتے سے ہے۔ اسی طرح حضور کا رابطہ فرش سے عرش تک ہر ذرہ سے ہے بلکہ تحت الثریٰ سے لامکاں تک رابطہ ہے۔ معدنیات ہوں یا مادیات ہوں اس لئے کہ آپ رسول ہیں اور رسول بھی اللہ کے اور پوری مخلوق کے بطور مثال حدیث بخاری شریف میں ہے کہ ایک دفعہ حضور باہر نکلے سواری پر سوار تھے' سواری سے اتر کر فرمایا صحابہ اس ایک درخت سے شاخ توڑ و صحابہ نے شاخ توڑی تو آپ نے اس کے دو حصے فرمائے اور دو قبروں پر آدھی آدھی شاخ گاڑی اور فرمایا ان دونوں قبروں پر

عذاب ہو رہا تھا میں نے شاخیں گاڑی ہیں جب تک یہ سبز رہیں گی تو ذکر خدا کریں گی جب تک ذکر خدا ہوتا رہے گا عذاب نہیں برسے گا۔

حضور کے رابطے کا حال دیکھو عذاب بھی دیکھ لیا اور برزخ میں سونے والوں کو بھی دیکھ لیا گویا کہ حضور نے فرمایا: صحابہ مَیں عالم دنیا میں رہ کر عالم برزخ سے بے خبر نہیں ہوں یاد رکھنا کل برزخ میں جا کر تم سے بے خبر نہیں رہوں گا چونکہ میں رسول العالمیں ہوں میرا ہر عالم سے رابطہ ہے

جس طرح درخت کا سبز رہنا دلیل ہے کہ جڑ سلامت اور زندہ ہے اگر جڑ خشک ہو گئی ہوتی تو درخت بھی خشک ہو گیا ہوتا۔ اسی طرح جب یہ تمام جہان آباد ہیں اور قائم ہیں تو تمام کی زندگی اس بات کی دلیل ہے کہ حضور زندہ اور سلامت ہیں۔ اصول یہ ہے کہ جس عالم میں کام کریگا تو اس عالم کی حیات ہونی لازمی ہو گی۔ مثلاً اگر ہم عالم دنیا میں ہیں تو حیات دنیا چاہیئے۔ اگر ہم عالم برزخ میں تو حیات برزخ چاہیئے۔ کیونکہ ایک عالم کی حیات دوسرے میں کام نہیں کرتی اسی طرح عالم نوم کی حیات عالم یقظہ میں کام نہیں کرتی اور عالم حیات و یقظہ کی حیات عالم نوم میں کام نہیں کرتیں۔

اس لئے حضور چونکہ وصف رسالت سے متصف ہیں آپ ہر عالم کی حیات رکھتے ہیں اور تمام عالموں کی حیات آپ کے دامن رسالت میں ہے اس لئے آپ ہر عالم میں کام کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ حضور شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پاک سے گزرے تو موسےٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بہت سی مثالیں۔ زمین پر بیٹھ کر آسمانوں کے گیٹوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی۔ قعر جہنم میں ستر سال کے بعد پتھر گرا آواز کو سنا وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ حضور ہر آن میں رسول ہیں اور تمام عالمین سے باخبر ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو حضور کی صحیح پہچان عطائے فرمائے۔ آمین۔

تحریر: مؤرخہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ بروز بدھ

مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۹۱ء

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ: اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

ہر شئے کی آزمائش اور امتحان ہوتا ہے۔ جس سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ اسی طرح محبت خدا کی پہچان حضور علیہ السلام کی اتباع کو قرار دیا گیا یا یوں کہیں کہ ہر دعویٰ کی دلیل لازمی ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کچھ لوگ مدعیان محبت خدا اپنی محبت کا یوں دعویٰ کرتے تھے۔

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ

ترجمہ: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک کسوٹی مقرر فرمائی تاکہ اس پر اپنے آپ کو پرکھیں اگر واقعی وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو آئیں اور اپنے دعویٰ کی دلیل لائیں تاکہ اُن کے جھوٹے دعویٰ کا پول کھل جائے

اطاعت و پیروی تین طرح ہوتی ہے:

(۱) اطاعت بالخوف

(۲) اطاعت بالغرض

(۳) اطاعت بالمحبۃ۔

ان تینوں سے اطاعت بالمحبۃ اعلیٰ و افضل ہے۔ کیونکہ وہ دل سے ہوتی ہے اور دائمی ہوتی ہے۔ اس لئے اس آیۃ کو محبت سے شروع کیا گیا۔

بلکہ یہاں ایک خاص نکتہ پنہاں ہے کہ جس عمل کی ابتداء اور انتہاء محبت پر نہ ہو گی وہ عملی مردود ہو گا۔ اس لئے اس آیۃ میں پہلے بھی محبت کا ذکر ہے اور آخر میں بھی محبت کا ذکر ہے۔

اطاعت بالخوف' جب تک خوف رہے گا۔ اطاعت کا اظہار ہوتا رہے گا جونہی خوف جاتا رہا اطاعت ختم ہو جائے گی۔ جس کا مشاہدہ آپ ہمیشہ کرتے ہیں جب تک حاکم وقت موجود رہے تو اس کے فوٹو گھروں میں' دفتروں میں لگاتے ہیں جونہی وہ کرسی سے اترتا ہے سب فوٹو غائب ہو جاتے ہیں اور اس کا نام لینا گوارہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اطاعت بالفرض بھی مستقل اور دائمی نہیں ہے جب تک غرض رہے گی۔ اطاعت کا اظہار ہوتا رہے گا جونہی غرض ختم ہوگئی محبت ختم ہو جائے گی۔

مستقل اور پائیدار اطاعت وہی ہے جس کی بنیاد صرف محبت پر ہو۔ اس میں کوئی خوف یا لالچ وغرض نہ ہو۔

قرآن پاک کا انداز بیان کتنا حسین وجمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد نہیں فرمایا:

اِنْ كُنْتُمْ تَخَافُوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ

بلکہ اللہ تعالیٰ نے آیۃ کو یوں شروع فرمایا

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ۔ یعنی آیۃ کو محبت سے شروع فرمایا۔

نیز اطاعت کے دو مقصد ہیں

۱۔ مطاع کی محبت حاصل کرنے کی خاطر

۲۔ مطاع کے شر سے بچنے کی خاطر۔ یہاں اطاعت مطاع کی محبت حاصل کرنے کی خاطر ہے

پھر محبت دو قسم کی ہے:

۱-محبت طبعی ۲-محبت سببی

محبت طبعی محبت سببی سے اعلیٰ ہے کیونکہ محبت سببی جب تک وہ سبب رہے گا محبت رہے گی جب سبب ختم ہوگا محبت بھی ختم ہو جائے گی۔ جیسے کسی سے محبت حسن و جوانی کی بنا پر ہو تو جب تک حسن و جوانی رہے گی محبت رہے گی جونہی عمر ڈھلی تو محبت بھی ڈھل جائے گی۔ اسی طرح کسی سے محبت کسی شئی کے وصول کے لئے تھی جونہی وہ شئی حاصل ہوگئی یا اس کے پاس نہ رہی تو محبت ختم ہو جائے گی اسی لئے محبت طبعی بے غرض و بے لالچ محبت ہوتی ہے اور وہ دائمی ہوتی ہے۔ جیسے کہ محبت اولاد والدین کے دل میں اور یہاں یہی محبت درکار ہے۔ جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (مسلم شریف: کتاب الایمان ج۱ص۴۹)

تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے زیادہ پیارا نہ ہوں اولاد سے اور والد سے اور تمام لوگوں سے۔

قرآن پاک میں لفظ اتباع استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں پیچھے چلنا۔ یعنی نہ بھائی بن کر برابر چلنا نہ بابا بن کر آگے چلنا۔ بلکہ غلام بن کر پیچھے پیچھے چلنا یہاں یہی مراد ہے پھر اتباع دو قسم کی ہے۔

۱-اتباع ظاہری ۲-اتباع باطنی

یہاں دونوں قسم کی اتباع لازمی ہے۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ اتباع باطنی یہ ہے کہ اپنے خیالات اور عقائد کو حضور کے بارے صحیح رکھنا اور فساد سے محفوظ رکھنا۔

اتباع ظاہری یہ ہے کہ ہر عضو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کی پیروی کا مظہر ہو۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

دلِ میں تیری یاد ہو در پہ سر نیاز ہو
وہ بھی کوئی نماز ہے یار نہ ہو نماز نہ ہو
قُلْ کہہ کر اپنی بھی بات تیرے منہ سے سنی
کتنی پسند ہے خدا کو گفتگو تیری

مقصد یہ ہے کہ جب یہ لوگ آواز سنتے ہیں اور میں آواز سے پاک ہوں اس لئے تم فرماؤ تا کہ کلام میری ہو اور زبان تیری ہو۔

معلوم ہوا کہ محبت رسول علیہ السلام مستلزم ہے محبت خدا کو

بخاری شریف میں مسئلہ امامت صدیق قابل غور ہے۔

صحابہ کرام چونکہ قرآن کے انداز کو جانتے تھے کہ عمل سے آگے پیچھے محبت نہ ہو تو عمل مقبول نہیں اس لئے صحابہ کرام کی عبادت میں بھی رنگ محبت غالب رہتا تھا چنانچہ جب حضور علیہ السلام کی طبیعت پاک ناساز ہوئی تو صدیق اکبر کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا جب صدیق نماز پڑھا رہے تھے تو اچانک حضور نے اپنے گھر کی کھڑکی کھولی جونہی حضور کے رخ انور کی چمک مسجد میں پڑی تو صحابہ کرام کے بمع امام صدیق اکبر کے چہرے کعبہ سے پھر کر حضور کی جانب ہو گئے حدیث میں یہ لفظ قابل غور ہیں۔

وکاد الناس ان یفتتنون فی الصلوٰۃ

قریب تھا کہ نماز میں فتنہ برپا ہو جاتا کہ لوگ نماز توڑ کر حضور کی طرف دوڑ پڑتے مگر حضور نے فرمایا: صَلُّوْا عَلٰی رِحَالِکُمْ اپنی اپنی جگہ نماز پڑھتے رہو۔

یہ کہہ کر حضور نے کھڑکی بند فرما دی مگر حضور نے صحابہ کو یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے چہرے کعبہ سے پھر گئے اور میری طرف ہو گئے اور تمہارے دلوں میں نماز کے اندر میرا خیال آ گیا لہٰذا نماز ٹوٹ گئی اور نہ ہی یہ کسی حضور کے صحابی کو فتویٰ یاد آیا کہ نماز میں غیر اللہ کا خیال آ گیا خیال تو درکنار' چہرے ہی اُس طرف ہو گئے۔ لہٰذا نماز ٹوٹ گئی یا فاسد ہو گئی بلکہ یقین سمجھو صحابہ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے کہ جتنا مزہ نماز میں آج آیا ایسا کبھی نہیں آیا تھا کیونکہ پہلے منہ کعبے کو کرتے تھے اور

آج منہ کعبہ کے کعبہ کی طرف پھر گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا:

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

کاش آجکل کے محبت صحابہ کے مدعی محبت صحابہ بھی سیکھیں اور عقیدہ صحیح کریں۔

صحابہ اور صحابیات کے دلوں میں محبت رسول ماں باپ سے بھی زیادہ تھی چنانچہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر ان کے والد قبل از اسلام داخل ہوئے اور بستر پر بیٹھنے لگے کہ اچانک حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا دوڑیں اور باپ سے کہا رک جاؤ رک جاؤ۔ چنانچہ آ کر بستر لپیٹا اور کہا بیٹھ جاؤ اس پر ابوسفیان حیران ہو کر بولا: بیٹا! کیا مجھ کو بستر سے بچا رہی یا بستر کو مجھ سے۔ حضرت ام حبیبہ نے فرمایا: بستر کو تجھ سے بچا رہی ہوں کیونکہ حضور مقدس ہیں، معنبر ہیں مطہر ہیں منور ہیں اور تو کافر ہے سراپا نجس اور پلید ہے اس لئے آپ میرے مصطفیٰ کے پاک بستر پر نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ۔

مشرک پلید ہیں۔

اور حضور کا بستر سراپا پاک ہے اس لئے آپ سے بستر کو بچا رہی ہوں۔ یہ عقیدے تھے صحابیات اور صحابہ کے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے محبت کرنے والوں کو بے انداز نوازا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

من احبنی کان معی فی الجنة (ترمذی شریف)

جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اس پر حضرت امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں ایک بزرگ کا واقعہ نقل فرمایا ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ النبي صلى الله عليه وسلم في المنام و معه جماعة واذ ملكين نزلا من السماء و مع احدهما طست من ذهب و مع الاخر ابريق من الفضة فغسل النبي صلى الله عليه وسلم يده ثم واحدا بعد واحدا حتى اتوعندى فقال احدهم ليس هذا منهم فقلت يا نبي الله (صلى الله عليه وسلم) انت قلت المرء مع من أحب (ترمذی۲/۶۱)وانا احبّك يا رسول الله واحب هٰؤلاء فقال النبي صلى الله عليه وسلم صبوا على يده فهو منهم۔

(نزہۃ المجالس ج۱ص۵۰)

ترجمہ: ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کی محفل پاک میں حاضری دی آپ کے ساتھ ایک بہت بڑی جماعت تھی اچانک دو فرشتے نازل ہوئے ایک کے ہاتھ میں سونے کا طشت تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا انہوں نے پہلے حضور کے ہاتھ دھلائے اور پھر باری باری سب کے دھلاتے چلے گئے جب میرے قریب آئے تو ایک بولا یہ ان میں سے نہیں ہے تو میں نے فوراً حضور سے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں فرمایا: جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ حضور میں تو آپ سے محبت کرتا ہوں بلکہ آپ کے ان غلاموں کا بھی غلام ہوں تو حضور نے فرمایا: ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالو یہ بھی انہی میں سے ہیں۔

حضرت ثوبان کا پریشانی کے عالم میں حضور کے پاس حاضر ہونا اور حضور کا تسلی دینا

ایک دن حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ انتہائی مغموم ہو کر بارگاہ مصطفےٰ میں حاضر ہوئے سرکار نے پوچھا: کیا سبب ہے عرض کی حضور آج (دنیا میں) تو جب جی گھبراتا ہے آپ کا دیدار کر لیتے ہیں قیامت کو کیا ہوگا۔ آپ تو بلند ترین مقام پر ہوں گے نہ

جانے ہم کہاں ہوں گے پھر وہاں ہمارا کیا ہو گا۔ ارشاد فرمایا: گھبراؤ مت۔ المرء مع من احب

جس سے جس کو محبت ہو گی وہ اس کے ساتھ رہے گا۔ یہ سنتے ہی حضرت ثوبان کو سکون نصیب ہو گیا (جامع ترمذی ۲/۶۱)

صحابہ کی محبت بے مثال اور لازوال تھی۔

وہ جانتے تھے کہ

عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں
یار کے رہنے کی وہ منزل نہیں
عشق جس دل میں ہے وہ آباد ہے
عشق جس دل میں نہیں وہ برباد ہے

مفسرین کرام نے اس آیۂ کریمہ کا شانِ نزول یہی حضرت ثوبان کے بارے لکھا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

(القرآن)

ترجمہ: جس نے اطاعت کی اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ ان کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا: انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔

چنانچہ حضرت ثوبان یہ آیت سن کر مسرور ہو گئے کہ قیامت کو بھی دیدار مصطفےٰ علیہ السلام نصیب ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو نصیب فرمائے۔

حضرت بلال کی محبت صادق کا کون اندازہ کر سکتا ہے کہ کتنی حضور سے محبت تھی جو مصیبتیں آپ نے برداشت کیں شاید پہاڑ بھی برداشت نہ کر سکتا۔ مگر اس عاشق صادق کا حال یہ تھا جوں جوں امیہ ابن خلف آپ کو مارتا اور سزا دیتا تھا آپ کا عشق اور مضبوط ہوتا تھا۔ بلکہ آپ نے تو کہہ دیا تھا۔

توڑ دو گر میریاں ہڈیاں سبھی
دامن احمد نہ چھوڑوں گا کبھی
آقا حلق پر تیغ رہے سینے پر جلاد رہے
لب پر تیرا نام اور دل میں تیری یاد رہے

شاید عقل نے بھی مشورہ دیا ہو مگر وہ عاشق رسول کب ماننے والا تھا

عقل بولی کہ بڑی شئی جان ہے — عشق بولا یار پر قربان ہے

امتی از ما سوا بیگا نئے — بر حدیث مصطفےٰ پروانئے

یہ ہے صحیح معنوں میں محبت مصطفےٰ اور اطاعت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ صحابہ کرام محبت کی مشکلات کو جانتے تھے اس وقت حضور سے محبت کرنا اپنی جان پر کھیلنا تھا مگر وہ لوگ بغیر پرواہ کئے حضور سے محبت کرتے تھے۔

ایک صحابی بارگاہ مصطفےٰ علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

انی احبك یا رسول اللّٰه صلی اللّٰہ علیك وسلم فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انظرما تقول ثم قال انی احبك یارسول اللّٰه فقال انظر ماتقول ثم قال واللّٰه انی احبك یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیك وسلم فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ثم اعد للفقر .(اوکماقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم) مشکوٰۃ شریف

ترجمہ: یارسول اللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں حضور نے فرمایا: غور کر لے تو کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے پھر دوبارہ عرض کیا حضور نے پھر وہی فرمایا پھر اس نے قسم کھا کر عرض کیا حضور میں آپ سے اللہ کی قسم محبت کرتا ہوں تو حضور نے ارشاد فرمایا پھر فقر کے لئے تیار ہو جا۔

یہ اس لئے فرمایا کہ: الفقر فخری۔ اگر میری محبت کا دعوٰی کرتے ہو تو پھر فقر کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پھر دنیاوی عیش و عشرت کا خیال چھوڑ دو۔

حضرت ابو ہریرہ کی والدہ کا واقعہ اور محبت مصطفےٰ علیہ السلام کا غلبہ

صرف ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ کی والدہ نے حضور کی شان میں گستاخی کی تو حضرت ابو ہریرہ قتل کے لئے تیار ہو گئے۔ حضور نے فرمایا: ابو ہریرہ! جانے دو آخر آپ کی والدہ ہے عرض کی حضور اب اس کو سامنے نہیں دیکھ سکتا میں اسے قتل کر دوں گا فرمایا لوگ کہیں گے نبی صحابہ سے ماؤں کو قتل کرواتا ہے۔ عرض کی: پھر دعاء کر دو کہ اللہ تعالیٰ

اسے دولت ایمان عطاء کر دے حضور سمجھ گئے یہ والدہ کو مار دیگا آپ نے نورانی ہاتھ دربار الٰہی میں دعاء کے لئے اٹھائے ابو ہریرہ فرماتے ہیں: مجھے یقین ہو گیا کہ اب میری والدہ ضرور مسلمان ہو گی کیونکہ حضور کے کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ نظام کائنات بدل سکتا ہے مگر زبان مصطفےٰ نہیں بدل سکتی چنانچہ فرماتے ہیں: مَیں جلدی جلدی گھر گیا تو میری ماں غسل کر چکی تھی اور بولی ابو ہریرہ جس کے تم غلام ہو مجھے بھی اس کا غلام بنا دو۔

یہ محبت صادقہ صرف صحابہ کرام ہی کا حصہ تھا۔

اور یہ صحابہ کرام کا یقین کامل تھا کہ اگر نجات مل سکتی ہے تو صرف اور صرف محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

ایک شخص حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: متی الساعة یا رسول الله صلی الله علیك وسلم قیامت کب آ رہی ہے آپ نے فرمایا۔ ما اعددت لها۔ تیری کیا تیاری ہے۔ فسکت۔ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر کہا: متی الساعة یا رسول الله! صلی الله علیك وسلم آپ نے فرمایا: ما اعددت لها۔ تیری کیا تیاری ہے وہ خاموش ہو گیا۔ چنانچہ اس نے پھر تیسری مرتبہ یہی عرض کی اور کہا:

لاکثیر صلاة و لا کثیر صیام ولا کثیر صدقات. ولکن احب الله ورسوله فقال فقد نجا. (او کما قال) (بخاری شریف)

عرض کی یا رسول اللہ! نہ میں بہت زیادہ نمازی ہوں نہ میں زیادہ روزے دار ہوں۔ نہ میں زیادہ خیراتی ہوں ہاں حضور ایک نیکی میرے پلے میں ہے اور وہ یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں حضور نے فرمایا: بس یہ بندہ کامیاب ہو گیا۔

یہ ہے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے دل میں۔ ان کے نزدیک باعث نجات عمل نہیں بلکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

تحریر: ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۹۱ء بروز بدھ

تیرا آستاں جو نہ مل سکا تیری راہ گزر پہ جبیں سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

(نوٹ): محبت صادق صرف حصہ تھا صحابہ کبار علیہم الرضوان کا۔ چاروں خلفاء کی مثال کہ عبادت میں بھی رنگ محبت غالب رہتا تھا۔

۱۔ امامت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضور کی طرف منہ پھیرنا اور نماز کی تکمیل کا باعث جاننا۔

۲۔ جناب صدیق اکبر کے بیٹے کا بدر میں عرض کرنا کہ میں دو دفعہ آپ کو قتل کرنے پر کامیاب ہوا مگر باپ سمجھ کر چھوڑ دیا جناب صدیق نے کہا: اگر خدا کی قسم! میں ایک مرتبہ بھی غالب آتا تو یقیناً قتل کر دیتا محبت اولاد آڑے نہ آتی۔

۳۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حجر اسود کو بوسہ دینا۔ یہ کہہ کر کہ میرے بوسہ دینے کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو بوسہ دیا ہے۔

۴۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سفیر بن کر جانا باوجود کفار کی اجازت کے طواف وغیرہ نہ کرنا۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صلح حدیبیہ کے وقت لفظ رسول نہ کاٹنا بلکہ فرمایا لاامحو ابدًا ۔(میں کبھی اس کو نہیں کاٹوں گا۔)



وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

ترجمہ: اور اگر بے شک یہ لوگ ظلم کرلیں اپنی جانوں پر تو آپ کے پاس حاضر ہوں پس خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے مغفرت مانگیں تو اللہ کو ضرور توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

ہر مرض کی دوا ہے اور ہر بیماری کے شفا خانے ہیں اور مریضوں کے معالج ہیں اس آیۃ کریمہ میں مریضان گناہ کو شفا خانہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور طبیب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا جارہا ہے۔

غور طلب حقیقت

جب گناہ انسان سے خدا کے ہوتے ہیں۔ مثلاً فرائض میں کوتاہی یا گناہان کبائر کا ارتکاب یہ سب جرم انسان سے خدا کے ہوتے ہیں اس لئے مناسب تھا کہ خدا وند قدوس ارشاد فرماتے کہ تم میرے مجرم ہو لہٰذا میرے دربار میں آؤ اور گناہوں کی معافی مانگو تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گناہ تو

میری نافرمانی میں مگر معافی کے لئے دربار مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضری دینی پڑے گی۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ خداوند عالم جبار و قہار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گناہ کرنے کے بعد براہ راست میرے حضور حاضر نہ ہونا کہیں میرے جبر و قہر کا نشانہ بن جاؤ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے اگر بچے سے محلے میں کوئی غلطی یا نقصان ہو جائے تو اس کے باپ کو شکایت پہنچے تو باپ غصہ میں آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور کہتا کہ یہ بد بخت ابھی آئے گا۔ اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا سر پھوڑ دوں گا۔

مگر اس کی ماں سخت پریشان ہو کر دن بھر گھر سے باہر نہیں نکلتی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا بیٹا آ جائے اور باپ اس کو مارے۔ چنانچہ جونہی بیٹا آتا ہے تو ماں لپک کر اسے گود میں لے لیتی ہے۔ باپ کہتا ہے اس خبیث کو گود سے نکالو میں اس کی خبر لیتا ہوں مگر کئی حیلوں بہانوں سے اپنے خاوند کا غصہ ٹھنڈا کرتی ہے چونکہ وہ بچے کے باپ کی مزاج شناس ہے کبھی کہتی ہے ابھی بچہ ہے اس کی عمر ہی کیا بڑا ہو گا ٹھیک ہو جائے گا کبھی کہتی ہے ہمارا بچہ تو بڑا شریف ہے اوروں کے بچوں کو نہیں دیکھا وہ کیا کیا کرتے پھرتے ہیں آخر کار باپ کہتا ہے اچھا اب تو تو نے اس کو بچا لیا ہے آئندہ ایسا کریگا تو میں اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

اسی طرح حضور علیہ السلام بھی خداوند قدوس کی ذات کے غصہ کو ٹھنڈا کرنا جانتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ براہ راست میرے پاس نہ آنا بلکہ بواسطہ مصطفٰے علیہ السلام آنا اور دربار نبی میں جا کر مجھ سے معافی مانگنا اور حضور سے سفارش کروا لینا تو میں یقیناً تمہیں معاف کر دوں گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جاءونی نہیں فرمایا بلکہ جاءوك فرمایا۔

بخاری شریف کا واقعہ

ایک شخص حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی

وقعت علی امرأتی وانا صائم یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیك وسلم ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۵۹، مشکوٰۃ ۱/۱۶۸)

ترجمہ: یا رسول اللہ! میں روزے سے تھا اور بیوی کے پاس چلا گیا ہوں سرکار نے فرمایا: ایک غلام آزاد کر عرض کی میرے پاس غلام نہیں ہے۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ عرض کی مجھے خود کھانے کو نہیں ملتا۔ فرمایا پھر ساٹھ مسلسل روزے رکھ کر عرض کیا: حضور ایک رکھ نہیں سکا ساٹھ اکٹھے کیسے رکھوں گا۔ کیا کرم ہے اس کو یوں نہیں فرمایا کہ پھر میں کیا کروں یہ تینوں چیزیں خداوند کا فرمان تھا اب میں کیا کر سکتا ہوں بجائے اس کے حضور نے فرمایا: اِجلِس بیٹھ جا کچھ دیر کے بعد ایک ٹوکرا کھجوروں کا حضور کے دربار میں پیش ہوا تو حضور نے فرمایا: این السائل۔ سائل کہاں گیا حالانکہ وہ سائل نہیں تھا بلکہ مجرم تھا اور جرم لے کر حاضر ہوا تھا مگر سرکار پردہ پوش ہیں بجائے مجرم کے سائل کہہ کر پکارا تاکہ یہ شخص نادم نہ ہو۔ سرکار نے فرمایا: یہ ٹوکرا اٹھالے اور مدینہ کے غرباء میں تقسیم کر دے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا عرض کی: اپنے سے بھی غریبوں کو۔ فرمایا: ہاں۔ عرض کی: حضور خدا کی قسم ہے مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی غریب ہی نہیں۔ فرمایا: جا خود کھالے بچوں کو کھلا دے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ گناہ لے کر آیا اور عطاء لے کر گیا۔ اس لئے اللہ فرماتا ہے: گنہگارو! اگر گناہ کر لو تو حضور کے دربار میں چلے جاؤ وہ سراپا رحمت ہی رحمت ہیں بچ جاؤ گے۔

اسی طرح صحابہ کا عقیدہ

بخدا خدا کا یہی ہے در
نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو
جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُہائی:

عن ابی مسعود رضی اللّٰہ عنہ انہ کان یضرب غلامہ فجعل یقول اعوذ باللّٰہ قال فجعل یضرب فقال اعوذ برسول اللّٰہ

(صلی اللّٰه علیه وسلم) فترکه فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔ واللّٰه اللّٰه اقدر علیك منك علیه قال فاعتقه۔ (مسلم شریف)

ترجمہ: حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک وہ غلام کو مار رہے تھے اور وہ کہتا جاتا تھا خدا کی دُہائی مگر صحابی نے اسے نہیں چھوڑا اچانک اس غلام نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُہائی تو فوراً صحابی نے غلام کو چھوڑ دیا۔ جب حضور نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم اللہ تجھ پر زیادہ قادر ہے جتنا تو اس پر قادر ہے تو صحابی نے فوراً غلام کو آزاد کر دیا۔

علمائے کرام نے فرمایا: جب صحابی نے نام مصطفےٰ علیہ الثناء سنا تو دل میں عظمت مصطفےٰ بیٹھ گئی تو فوراً غلام کو چھوڑ دیا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کیا وجہ ہے کہ خدا کی دُہائی پر نہ چھوڑا اور حضور علیہ السلام کی دُہائی پر چھوڑ دیا۔ فرمایا جس کا محاورہ کم ہو اس کی عظمت زیادہ ہوتی ہے ورنہ حضور کی دُہائی بھی خدا کی دُہائی ہے۔

اگر ان حضرات سے پوچھا جائے جناب کیا فتویٰ ہے اس بدری صحابی کے لئے جس نے خدا کی دُہائی پر غلام کو نہ چھوڑا اور حضور کی دُہائی پر چھوڑ دیا۔ کیا ان کے عقیدہ کے مطابق اس نے نعوذ باللہ نبی کو خدا سے بڑا تو نہیں سمجھ لیا کیا وہ آپ کے فتویٰ سے بچ سکے گا ہمارے ہاں تو مسئلہ صاف حضور کی دُہائی بھی خدا کی دُہائی ہے۔

ایک بات فقیر کے ذہن میں یہ بھی آتی ہے۔ جب تک وہ خدا کی دُہائی دیتا رہا تو صحابی کو غلام پر ترس یا رحم نہیں آیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ خود جبار بھی ہے قہار بھی۔ مگر جب غلام نے حضور کا نام لیا تو ان کو حضور کی رحمت عامہ یاد آئی تو اس کو بھی غلام پر رحم آ گیا اور فوراً چھوڑ دیا۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا جنگل میں یا ابا الحارث کہہ کر شیر کو حضور کی ذات پاک کا یوں واسطہ دینا۔ انا مولی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم...... الخ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث۔ نسائی و ترمذی شریف و مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک نابینا صحابی حضور

علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آنکھوں کی بینائی طلب کی تو حضور علیہ السلام نے اس کو ایک دعا تعلیم فرمائی وہ یہ ہے۔

اللّٰھم انی اسئلك، واتوجّه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الٰی ربّی فی حاجتی هٰذه لیقضٰی لی حاجتی اللھم فشفعه فیّ۔

اور حصن حصین میں بصیغۂ معروف لتقضی لی ہے۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی کے وسیلہ سے جو محمد مصطفٰے ہیں رحمت کے نبی ہیں اے محمد مصطفٰے! بیشک میں متوجہ ہوا ہوں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ کی طرف اپنی اس حاجت کے لئے تاکہ میری حاجت پوری کر دی جائے اے اللہ تو اپنے نبی کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور آپ میری حاجت پوری فرمائیں۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں: ہمارے سامنے وہ نابینا صحابی تشریف لائے اور حضور سے بینائی کی درخواست کی تو حضور نے یہ دعا ارشاد فرمائی فرمایا اپنے گھر چلے جاؤ اور دو نفل پڑھ کر یہ دُعا پڑھنا چنانچہ وہ صحابی ہمارے سامنے گھر گئے اور تھوڑی دیر بعد تشریف لائے تو ان کی بینائی بالکل صحیح سلامت تھی۔

نہ جانے ہمارے کرم فرما اس صحابی کے بارے کیا فتویٰ دیں گے کیونکہ صحابی نے بینائی مانگنے کے لئے درِ مصطفٰے کا رخ کیا۔ ان کے نزدیک تو یہ بہت بڑا جرم ہوگا خدا سے مانگنے کی بجائے حضور سے مانگا پھر خدا نے بھی اس کو شفا دے دی ان کے نزدیک تو خدا نے بھی ان پر زیادتی کی کہ نبی سے مانگنے والے کی مراد پوری کر دی۔ صحابہ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا یہی عقیدہ تھا کہ ہر قسم کی شفاء اور مراد حضور کے در سے ملتی ہے۔ ورنہ صحابہ کرام کوئی بھی ایسا کام نہیں کرتے تھے جو ناجائز ہوتا۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضور کی زندگی کی بات تھی حضور کے وصال کے بعد ناجائز ہے۔ آیئے آپ پر تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے قیامت ہی قائم کر دی۔

معجم کبیر اور طبرانی میں یوں حدیث مذکور ہے۔ ایک شخص کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کام تھا مگر آپ اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے چنانچہ اس نے عثمان بن حنیف سے شکایت کی آپ نے اس کو یہی دعا بتائی اس کے بعد فرمایا شام کو میرے پاس آنا پھر ملکر اکٹھے چلیں گے۔ چنانچہ وہ گھر گیا اور وضو کیا دو نفل پڑھے اور یہی دعاء کی۔ دعاء سے فارغ ہوتے ہی دربار خلافت کا رخ کیا جاتے ہی دربان نے بازو سے پکڑا اور اندر لے گیا محسوس یوں ہوا کہ دربان آپ کے انتظار میں تھا اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کمال شفقت سے اپنے پاس مسند پر بٹھایا اور انتہائی پیار کے لہجے میں فرمایا کیسے آئے ہو چنانچہ اس نے اپنی حاجت عرض کی آپ نے فرمایا: اتنے دنوں میں آپ نے حاجت ذکر کی بعد میں فرمایا جب کبھی کام ہو تو بلا دریغ آ جایا کرو چنانچہ اپنا کام پورا ہونے کے بعد عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی طرف تشریف لے گئے کہ انکا شکریہ ادا کروں۔ جب آپ کا شکریہ ادا کرنے لگے کہ آپ کی مہربانی کہ آپ نے میری سفارش کی ہے آپ نے فرمایا۔

واللہ ما کلمتہ ولکن شھدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واتاہ رجل ضریر البصر...... الخ

اللہ کی قسم میں نے ان سے کوئی سفارش تو کیا کلام تک نہیں کیا بلکہ یہ دعاء جو آپ کو تعلیم کی ہے۔ یہی دعا حضور نے ایک نابینا کو ارشاد فرمائی ہمارے بیٹھے بیٹھے وہ شخص آنکھیں لے کر آ گیا (امام طبرانی نے اس حدیث کی متعدد اسناد ذکر کی ہیں۔)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور کی حیات ظاہرہ اور بعد وصال یکساں حاجات مانگتے تھے۔ انسان تو انسان ہیں حیوان بھی آپ کو باذن اللہ مشکل کشا مانتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ حضور ہماری مشکلیں اور حاجات پوری فرماتے ہیں۔ جیسے کہ ابن ماجہ شریف میں حضرت تمیم داری سے روایت منقول ہے۔

فرماتے ہیں: ہماری موجودگی میں ایک اونٹ آیا حضور کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور حضور کے کان مبارک سے منہ لگا کر باتیں کرنے لگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا: اے اونٹ ٹھہر جا اگر تو سچا ہے تو جو میری پناہ میں آ گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے امان رکھی ہے اور جو میرے دربار میں التجا لایا وہ نامراد نہ گیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! یہ اونٹ کیا عرض کر رہا ہے فرمایا اس کے مالکوں نے اسے ذبح کرنا چاہا اور کھانا چاہا تو یہ ان سے بھاگ آیا ہے اور تمہارے نبی کے پاس شکایت لایا ہے۔ فرماتے ہیں: ہمارے بیٹھے بیٹھے ہی اس کے مالک آ گئے۔ عرض کی: حضور یہ اونٹ ہمارا ہے اور تین دن سے بھاگا ہوا ہے۔ اب آپ کے پاس ملا ہے۔ جب اونٹ نے اپنے مالکوں کو دیکھا تو پھر اٹھ کر حضور کے کان میں عرض کی حضور یہ میرے مالک آ گئے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: سنتے ہو یہ میرے سامنے تمہاری شکایت لایا اور بہت بڑی شکایت لایا ہے۔ عرض کی: یارسول اللہ! کیا شکایت لایا ہے فرمایا یہ کہتا ہے کہ برسوں تمہاری امان میں پلا گرمی میں تم اس کو لاد کر سبزہ ملنے کی جگہ پر جاتے رہے اور سردی میں گرم مقام تک کوچ کرتے رہے جب پورا جوان ہو گیا تو تم نے اس کو سانڈھ بنالیا اور بہت سے اس سے بچے پیدا کروائے اور جب اس کے نطفے سے بہت سے اونٹ ہو گئے تو تم اسے ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ عرض کی: خدا کی قسم یہ ٹھیک کہتا ہے۔ حضور نے فرمایا: نیک مملوک کا بدلا اس کے مالکوں کی طرف سے یہ نہیں ہے۔ تو عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! ہم اسے نہ بیچیں گے نہ ذبح کرینگے۔ فرمایا غلط کہتے ہو۔ اس نے تم سے التجا کی مگر تم نے اس کی التجا نہ سنی۔ میں تم سے اس کا زیادہ مستحق ہوں اور لائق ہوں کہ فریادی پر رحم کروں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دلوں سے محبت نکال لی ہے اور مومنوں کے دلوں میں ڈال دی ہے حضور نے وہ اونٹ سو روپے پر خرید لیا اور فرمایا جاؤ تم اب آزاد ہو میں نے تمہیں اللہ کے نام پر آزاد کر دیا ہے۔ چنانچہ جب وہ چلنے لگا تو حضور کے سر انور پر اپنی بولی میں کچھ آواز کی حضور نے فرمایا: آمین دوبارہ آواز کی فرمایا آمین سہ بارہ آواز کی فرمایا آمین چوتھی مرتبہ آواز کی تو حضور نے گریہ فرمایا یعنی آنکھوں سے آنسو گئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیا عرض کر رہا ہے فرمایا کہ اس نے یوں کہا ہے کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو

اسلام وقرآن کی طرف سے بہتر جزا عطاء فرمائے میں نے کہا آمین پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت سے قیامت کا خوف دور کر دے جس طرح آپ نے میرا خوف دور کیا ہے۔ میں نے کہا آمین پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور کی امت کوخون اوران کے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے جس طرح آپ نے میرا خون بچایا ہے۔ میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ امت کی سختی آپس میں نہ رکھے (یعنی باہمی خونریزی نہ ہو) اس پر میرے آنسو آ گئے کہ میں نے دعائیں کیں سب مجھے مل گئیں مگر پچھلی منع فرما دی کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ کی امت کی فناء تلوار سے ہے کیونکہ اس پر قلم چل چکا ہے۔

یہ تھا صحابہ کرام کا عقیدہ اور انسانوں سے ہٹ کر جانوروں کا عقیدہ کہ ہر مشکل کا حل حضور کے درِ دولت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کی بارگاہ کی حاضری نصیب فرمائے۔ آمین

حضور علیہ السلام اپنے مزار میں زندہ ہیں اور اپنے غلاموں کے سلاموں اور درخواستوں کو سنتے ہیں

۱- حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام کو دارفانی سے رحلت فرمائے ابھی تین دن گزرے تھے کہ ایک اعرابی حضور کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا اور مزار اقدس سے چمٹ کر روتے ہوئے سر پر مزار مبارک کی مٹی ڈالنے لگا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے جو خدا سے سنا اور جو کچھ آپ نے خدا سے لیا ہم نے آپ سے لیا اس میں یہ آیۃ کریمہ بھی شامل ہے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

میں نے بھی اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے دربار میں برائے سفارش حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ میری سفارش کریں اس اعرابی نے ایسے عشق و جذبہ سے التجا کی کہ

مزار اقدس سے آواز آئی جاؤ تمہاری بخشش ہوگئی۔ (جذب القلوب ص ۲۱۱)

۲۔محمد بن حرب ہلالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور زیارت کے بعد روضۂ انور کے مقابل بیٹھ گیا کہ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور زیارت سے مشرف ہوا پھر عرض کرنے لگا: اے خیر الرسل! حق جل وعلا نے اپنی کتاب آپ پر نازل فرمائی اور اس میں ارشاد فرمایا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

یارسول اللہ! میں بھی گنہگار ہوں اور اپنی بخشش کا آپ کو سفارشی بناتا ہوں اس کے بعد اس اعرابی نے چند محبت بھرے بیت پڑھے اور چلا گیا اتنے میں میری آنکھ لگی اور مقدر جاگ اٹھا کہ حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوگئی آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس مرد کو بشارت وخوشخبری سنا دو کہ خدائے غفار نے اس کے گناہوں کو میری شفاعت کی برکت سے معاف کر دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضورِ علیہ السلام جس طرح اس عالم دنیا میں شفاعت کرتے تھے آج بھی شفاعت فرما رہے ہیں اور گناہوں کی معافی ہو رہی ہے۔ (جذب القلوب ص ۲۱۱)

مؤرخہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۹۱ء بروز جمعرات



حفاظتِ قرآن

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ○

ترجمہ: بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن کریم کے نزول کے بارے دو صیغے استعمال ہوئے ہیں ایک اَنْزَلَ ۔ دوسرا نَزَّلَ. اَنْزَلَ کا معنی یکدم اتارنا۔ نَزَّلَ کا معنی آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا اتارنا۔ اس میں علمائے کرام نے تطبیق یوں دی ہے کہ انزل کی شان اس کا نزول لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر بیت العزۃ پر اتارنا مراد ہے۔

چونکہ وہاں جبریل امین ایک ہی دفعہ پورے کا پورا قرآن لے آئے پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا حسبِ منشائے خدا حضور پر اتر تا رہا یا حسب تقاضی حکمت اتر تا رہا۔ اس لئے آسمان دنیا سے حضور کی ذات پاک پر نزول' نَزَّلَ کی شان کے مطابق اترا۔ اس آیۃ میں دو باتوں کا ذکر ہوا ہے۔ ایک قرآن کے نزول کا' جو نجمًا نجمًا تھوڑا تھوڑا حضور پر تیئیس سال اتر تا رہا دوسری بات حفاظت قرآن کا مسئلہ ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا اعلان کیوں فرمایا۔ اس سے پہلے توراۃ' انجیل' زبور بھی تو آسمانی کتابیں تھیں ان کی حفاظت کیوں نہیں فرمائی گئی؟

اصل بات یہ ہے کہ جب تورات اتری تو نبوت جاری تھی اور کتابوں کا نزول ہو

رہا تھا گویا کہ اصلاح اور درستگی کا سامان موجود تھا۔ زبور اتری تو نبوت کا اجرا جاری تھا اور کتابیں نازل ہو رہی تھیں اصلاح کا سامان موجود تھا۔ انجیل نازل ہوئی تو نبوت جاری تھی کتاب آخری آ رہی تھی اصلاح کا سامان موجود تھا۔ اس لئے ان کی حفاظت کا اعلان نہیں فرمایا۔ مگر جو اس سے نقصان ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ان کتابوں کی زبان تک گم ہو گئی۔ آپ کو معلوم ہے چند سال پہلے اسرائیل نے اعلان کیا تھا کہ ہم عنقریب اپنی زبان لوٹا رہے ہیں۔

آسمانی کتابیں محفوظ نہ رہ سکیں بلکہ اپنی زبان تک محفوظ نہ رکھ سکیں۔ آج اناجیل اربعہ چل رہی ہیں۔

یوحنا کی انجیل

برناس کی انجیل

لوقا کی انجیل

متی کی انجیل

جبکہ یہ چاروں نام ان کے پوپوں کے ہیں، لوقا کی انجیل موجود، متی کی انجیل موجود، یوحنا کی انجیل موجود، برناس کی انجیل موجود۔ ہم پوچھتے ہیں کہ خدا کی انجیل کہاں ہے۔

الحمدللہ! قرآن مجید کی زبان تو گم کیا ہو گی پندرھویں صدی شروع ہے۔ آج تک ایک زبر یا زیر یا پیش تک گم نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک گم ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حبیب تو آخری رسول ہے اور قرآن آخری کتاب ہے۔ ہم تیری بھی حفاظت کرینگے اور تیری کتاب کی بھی۔

ارشاد الٰہی ہے:

وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

ترجمہ: حبیب ہم آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھیں گے۔

چنانچہ حضور نے اپنے سے پہرہ اٹھوا دیا فرمایا اب میری حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے لیا ہے اب میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کفار نے ہر حربہ استعمال کیا مگر حضور کا کچھ بھی

نہ بگاڑ سکے یہ حضور کی حفاظت کا فائدہ ہوا۔

قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا۔

ارشادِ الٰہی ہے:

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔

ترجمہ: بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک ایک حرف محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں اور قرآن پاک کے نزول میں فرق ہے

پہلی کتابیں انبیاء علیہم اسلام کو ایک ہی مرتبہ دے دی گئیں مگر قرآن کریم حضور کو ایک ہی مرتبہ نہیں دیا گیا بلکہ منشائے خدا یہ تھا کہ اے حبیب ! آپ سے محبت بھری باتیں ہوتی رہیں گی تو قرآن اترتا رہے گا یا آپ کی مختلف ادائیں رونما ہوں گی تو قرآن اترتا رہے گا۔ مثلاً آپ کالا کمبل اوڑھیں گے تو میں کہوں گا یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ تم چادر سفید اوڑھو گے تو میں کہوں گا یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ تم زندگی بسر کرو گے میں کہوں گا: لَعَمْرُكَ

ترجمہ: اے کمبل اوڑھنے والے۔ اے سفید چادر اوڑھنے والے اور تیری عمر کی قسم ! آپ گفتگو یا وعظ فرمائیں گے میں کہوں گا: وَقِيْلِهٖ۔ یار کے بولنے کی قسم۔

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے حبیب! تو اس شہر میں ہے۔

خداوند قدوس نے وضاحت کر دی تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وجہ قسم شاید بیت اللہ ہے۔ یا مقام ابراہیم ہے۔ یا صفا و مروہ ہے۔ یا عرفات کا میدان ہے۔ یا دیگر متبرک اور مقدس مقامات ہیں فرمایا یہ تمام مقدس مقامات اپنے اپنے مقام پر قابل عزت ہیں مگر اس شہر کی قسم کی وجہ یہ نہیں ہیں بلکہ اے حبیب کریم علیک السلام! تو یہاں چلتا پھرتا ہے اور گلیاں تیرے قدموں کو چومتی ہیں۔ اس لئے یہ گلیاں اور ان کے ذرے بھی قابل قسم ہیں۔

حبیب تیرے محبت بھرے انداز واقوال قرآن کریم کے نزول کا باعث ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ

ترجمہ: بے شک قرآن کریم رسول کریم کا قول ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

كان خلقه القرآن

ترجمہ۔ آپ کے اخلاق قرآن کریم ہے۔

یعنی پھیلا دو تو تیس پارے بنتے ہیں سمیٹ لو تو اخلاق مصطفٰے علیہ السلام بنتے ہیں۔

قرآن کریم کے اکٹھے نہ اتارنے میں بھی حکمت تھی۔

پہلی کتابیں تحریراً اتاری گئیں مگر قرآن کریم براہ راست سینے میں حضور کے اتارا گیا اس میں بہت بڑی حکمت ہے نیز موسیٰ علیہ السلام کتاب کی خاطر کوہ طور پر بلایا گیا۔ اللہ نے موسیٰ کلیم اللہ کو کتاب دینے کی خاطر کوہِ طور پر بلایا مگر حضور کو لامکان پر بُلایا تو ملاقات کی خاطر' نہ کتاب کی خاطر۔ کتاب کے لیے فرمایا: وہ کلیم اللہ تھے' کتاب لینے آئے' تم حبیب اللہ ہو' کتاب تمہارے پیچھے خود آتی رہے گی۔ تم مکے میں رہو تو قرآن مکے میں آئے گا۔ تم مدینے جاؤ تو قرآن مدینے آئے گا۔ آگے آگے تم ہو گے' آپ کے پیچھے پیچھے قرآن آتا رہے گا۔

کیونکہ جو کتاب کتابۃً اور تحریراً اترے گی اس کا بقاء تحریر سے رہے گا اور چھپنے سے رہے گا۔

جب تک کاتب لکھتے رہیں گے اور جب تک چھاپے خانے چھاپتے رہیں گے تو کتاب ملتی رہے گی اگر ان میں کوئی چیز بھی باقی نہ رہے تو کتاب باقی نہیں رہے گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حبیب ہم آپ کو کتاب لکھ کر نہیں بھیجیں گے کیونکہ اگر لکھ کر کتاب دی تو اس کا بقاء بھی تحریر پر ہوگا۔

اور ہم نے نہ آپ کو محتاج تحریر کیا ہے نہ آپ کی کتاب کو کیونکہ ہم نے آپ کو کسی کا

محتاج نہیں بنایا بلکہ ہم تو آپ کو منع فرماتے ہیں:

وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ ۔

ترجمہ: آپ اپنے ہاتھ سے نہ لکھا کریں۔

کیونکہ لکھتا وہ ہے جو بھول جاتا ہم نے آپ کو قلم دوات کاغذ وغیرہ کسی شئی کا محتاج نہیں فرمایا بلکہ ہر شئی کو آپ کا محتاج فرمایا ہے اور ہم نے آپ کو بھولنے والا نہیں بنایا اور اسی لئے ہم نے قرآن کریم کو کسی استاد سے نہیں پڑھوایا کیونکہ جب استاد بھولے گا تو شاگرد بھی بھولے گا بلکہ قرآن کریم ہم نے آپ کو خود پڑھایا۔ ارشاد الٰہی ہے

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ۔

ترجمہ: ہم آپ کو پڑھائیں گے آپ کبھی نہیں بھولیں گے۔

پڑھانے والا خدا پڑھنے والا مصطفٰے۔

نہ خدا بھولے نہ مصطفٰے بھولے

مگر یہ شان پہلی کتابوں کی نہیں ہے اگر پہلی کتابوں کے نسخے گم کر دیئے جائیں تو پہلی کتابیں گم ہو جائیں گی۔ مگر قرآن کریم کو خداوند قدوس نے براہ راست سینے میں اتارا تاکہ یہ کسی پریس کا، کاغذ کا، لکھنے والے کا محتاج نہ ہو بلکہ اگر ایک نسخہ بھی قرآن پاک کا نہ رہے یا تمام جلا دیئے جائیں یا دریا برد کر دیئے جائیں تو بھی قرآن کریم گم نہیں ہوگا۔ بلکہ لاکھوں سینے قرآن پاک کا مرکز ہیں فوراً لکھوا دیں گے۔ بڑے مرد تو کیا چھوٹے چھوٹے بچے حافظ قرآن موجود ہیں عورتیں موجود ہیں چھوٹی بچیاں موجود ہیں اور یہ شرف صرف قرآن پاک کو ہے کہ سینوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کو شرف حاصل ہے کہ سینے میں جمع کر لیتے ہیں بخلاف دیگر اہل کتاب کے بڑے بڑے پوپ پادری عظیم گرجاؤں میں اپنی قوم کے گناہوں کو بخشنے والے اور مصفا لباس پہن کر لمبی کاروں میں گھومنے والے حضرات کو دیکھ لیں اپنی کتاب کا ایک ورق بھی زبانی نہیں سنا سکتے۔ بخلاف مسلمان بچوں کے آپ دینی مدارس میں جائیں تو آپ کو آٹھ آٹھ سال کے بچے پورے قرآن کے حافظ ملیں گے۔ بلکہ ایک ایک گھر میں کئی کئی بھائی بہنیں حافظ

قرآن ملیں گے۔ قرآن کو خداوند عالم نے یوں بھی محفوظ کیا ہے کہ ایک حرف کوئی غائب نہیں کر سکتا ایک عجیب بات کبھی کبھی سننے میں آتی ہے کہ بکری دس پارے کھا گئی اور ایسے پارے جس میں فضائل اہل بیت تھے کتنی وہ پڑھی لکھی تھی کہ چن کر، پہچان کر وہی پارے کھائے جس میں اہل بیت کا ذکر پاک تھا اور وہ بھی اس دور میں جب حضرت علی موجود تھے۔ حضرت عباس و بلال رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ مگر آج کے اس بے عملی کے دور میں جب کہ ایک قرآن پاک پڑھتا ہے ایک صرف سامع ہوتا ہے باقی سارے یا تو بالکل ان پڑھ ہوتے ہیں یا ناظرہ خواں ہوتے ہیں تو جب بھی حافظ کوئی زبر یا زیر یا پیش غلط پڑھتا ہے فوراً ٹوک دیتا ہے اور جب تک صحیح نہ کر لے آگے چلنے نہیں دیتا۔ بلکہ کئی مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ قرآن پاک باپ سنا رہا ہے بیٹا سن رہا ہے۔ یا استاد سنا رہا ہے شاگرد سن رہا ہے یا پیر و مرشد سنا رہا ہے مرید سن رہا ہے۔ جب بھی کوئی زبر زیر بھولے فوراً روک دیتا ہے۔ نہ وہ استاد ہونے کا لحاظ کرتا ہے، نہ پیر ہونے کا، نہ باپ ہونے کا بلکہ دل میں کہتا ہے کہ بے شک تم باپ ہو، استاد ہو، پیر ہو مگر میں بار بار روکوں گا یہاں تک کہ تو قرآن اس طرح نہ پڑھے جیسے میرے مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھتے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن پاک کی حفاظت کے سامنے نہ رشتے آڑے آ سکتے ہیں اور نہ روحانی رشتے نہ دوستیاں، سب سے بالاتر قرآن کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ ہم کیسے مان لیں کہ اس پاکیزہ دور میں دس پارے غائب ہو گئے اور صحابہ و اہل بیت خاموش رہے۔ جبکہ اس بے عملی اور گنہگاری کے دور میں ہمیں کوئی حرف یا زبر، زیر، پیش کھانے نہیں دیتا قرآن اس لئے بھی محفوظ ہے کہ بھیجنے والا رب امین، لانے والا جبریل امین، جس پر آیا وہ رسول امین۔

قرآن کریم یوں بھی محفوظ ہے:

عن عقبة ابن عامر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم يقول لو جعل القرآن في احكاب ثم القي في النار ما احترق۔

(رواہ الدارمی مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۶)

ترجمہ: عقبہ بن عامر فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ اگر قرآن پاک کسی کچے چمڑے میں بند کیا جائے پھر اسے آگ میں ڈالا جائے تو قرآن نہیں جلے گا۔

علماء و محدثین نے اس کے دو معنے ارشاد فرمائے ایک یہ کہ اس سے مراد وہ چمڑا ہے جو کسی جانور کا ہو اس میں قرآن کو رکھ کر اس دنیاوی آگ میں ڈالا جائے تو خدا کے فضل سے قرآن محفوظ رہے گا نہیں جلے گا بلکہ قرآن پاک کی برکت سے چمڑا بھی محفوظ رہے گا۔ یہ ایک معجزہ ہے جو زبان مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکلا ہے۔ بعض محدثین کرام فرماتے ہیں: اس چمڑے سے مراد عام کھال نہیں بلکہ جسم انسانی ہے جس کے سینے میں قرآن موجود ہے اور آگ سے بھی عام آگ نہیں بلکہ خاص جہنم کی آگ۔ مراد یہ ہے کہ جس کے سینے میں قرآن محفوظ ہوگا اسے قیامت کے روز جہنم کی آگ نہیں جلائے گی بلکہ بعض علماء نے فرمایا ہے: اگر کسی جرم کی بنا پر حافظ قرآن کو آگ میں ڈالا بھی گیا تو جہنم کی آگ اس کے وجود کو مس نہیں کرے گی۔ کتنے خوش بخت ہیں وہ لوگ جن کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ ہے۔

دنیا میں بہتر کون شخص ہے؟

دنیا میں کسی کے بہتر ہونے کے مختلف معیار ہیں۔ کسی کے ہاں مالدار بہتر ہے۔ کسی کے ہاں صاحب منصب بہتر ہے۔ کسی کے کسی بڑے عہدہ پر ہونا بہتر ہے۔ کسی کے ہاں کسی کا حسین وجمیل ہونا بہتر ہے۔ کسی کے ہاں وجاہت و دبدبہ بہتر ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے کہ بندوں میں کون بہتر ہے تو حضور نے ان چیزوں میں کسی کے ہونے یا رکھنے والے کو بہتر شمار نہیں فرمایا بلکہ یوں ارشاد فرمایا: جس کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کم من تعلم القرآن و علمہ

(رواہ البخاری بحوالہ مشکوٰۃ ص ۸۳)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے افضل وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

اہل دنیا کو دھوکا لگا کہ شاید عزت حکومت، دولت وثروت میں ہے مگر مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خبر دی تو یہ دی کہ عزت وفضل والا وہ شخص ہے جو قرآن پڑھے اور قرآن پڑھائے اور اس کا مظاہرہ ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ بڑے بڑے تاجر، حاکم رئیس، امیر، صدر، وزیراعظم، وزیرِاعلیٰ، گورنر وغیرہ پیچھے ہوتے ہیں اور حافظ قرآن مصلّیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہوتا ہے اور یہ سارے عہدوں کے باوجود کہتے ہیں پیچھے امام کے اللہ اکبر، یہ حضور کے اس فرمان کا مظاہرہ ہو رہا ہے کہ تم میں افضل وبہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور قرآن پڑھائے۔ الحمد للہ! یہ اعزاز علماء وحفاظ کو حاصل ہے۔

قیامت کو بلند درجہ کس کا ہوگا؟

عن عبداللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتل كما كنت ترتل في الدنيا فان منزلك عند آخر آية تقرأها

(رواہ ابوداؤد وترمذی واحمد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۸۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور نے ارشاد فرمایا حافظ قرآن سے کہا جائے گا قرآن پڑھ اور چڑھ اور ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر) سے پڑھ جیسا کہ دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا بے شک تیری منزل آخری آیۃ پر ہوگی جس کو تو پڑھے گا۔

میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں خصوصاً سنی احباب سے کہ خود بھی قرآن پڑھیں اور اولاد کو بھی قرآن پڑھائیں اور جو لوگ نہیں پڑھ سکے تو کم از کم اپنی زندگی میں اولاد کو تو پڑھا جائیں تاکہ اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔

قرآنِ پاک کی حیرت انگیز عظمت

عن معاذ الجهني قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من

قرأ القرآن و عمل بما فیہ البس والداہ تاجا یوم القیامۃ ضوء ہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لَوْکانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا۔

ترجمہ: حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور جو کچھ قرآن میں ہے اس پر عمل کیا تو اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ تیز ہوگی جبکہ وہ دنیا کے گھروں میں ہو۔ پس جس نے خود اس پر عمل کیا اس کے بارے تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ کس مرتبہ پر فائز ہوگا۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۸۶)

پوری دنیا میں ایسی کوئی یونیورسٹی یا ادارہ نہیں کہ اس میں تعلیم بیٹا حاصل کرے اور سند یا اعزاز اس کے والدین کو ملے یا ایسا کوئی کورس نہیں کہ کورس اولاد کرے اور سرٹیفکیٹ یا سند یا دستار بندی اس کے والدین کی کی جائے۔

صرف اور صرف بے مثال نبی کی بے مثال یونیورسٹی صرف دنیا میں ایک ہی ہے کہ جس میں کورس یعنی قرآن پاک حفظ بیٹا کرتا ہے اور قیامت کے دن تاج نور اس کے والدین کو نصیب ہوگا جس کی روشنی آفتاب سے زیادہ ہوگی۔

حضور نبی کریم نے فرمایا: یہ تو اس کے والدین کو بیٹے کی وجہ سے اعزاز ملا ہے اور اگر وہ خود بھی عامل قرآن ہو تو پھر ان کی شان کیا ہوگی۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتجعلوا بیوتکم مقابر ان الشیطان یفرّ من البیت الذی یقرأفیہ سورۃ البقرۃ۔ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۸۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس گھر میں

قرآن پاک کی سورۃ بقرہ پڑھی جائے۔

آج کل اسی لئے ہر گھر میں آسیب، سایہ اور خوف وغیرہ رہتے ہیں کیونکہ قرآن پاک کی تلاوت نہیں ہوتی۔ کاش مسلمان وی سی آر، ٹی وی، کیبل، ڈش وغیرہ چھوڑ کر قرآن پاک کی تلاوت اپنالیں تو برکت بھی ہوگی۔ بلاؤں سے نجات بھی ہوگی۔

قرآن سے خالی پیٹ ویران گھر کی طرح ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الذی لیس فی جوفہ شیءٌ من القرآن کالبیت الخزب۔ (رواہ الترمذی والدارمی بحوالہ مشکوۃ ص ۱۸۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: حضور نے ارشاد فرمایا جس کے پیٹ میں قرآن پاک کا کچھ حصہ نہ ہو وہ یقیناً ویران گھر کی طرح ہے۔

حضور نے قرآن سے خالی پیٹ کو ویران گھر فرمایا کہ جیسے خالی گھر خوف اور بلاؤں کا مرکز ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ پیٹ بھی مختلف مصیبتوں کا مرکز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قرآن پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطاء فرمائے۔ آمین

مؤرخہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
بروز جمعرات مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۹۱ء



معراجِ مصطفیٰ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ o

ترجمہ: پاک ہے جو لے گیا اپنے (خاص) بندے کو مسجد حرام سے طرف مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس ہم نے (بہت) برکتیں نازل فرمائی تا کہ ہم (اپنے) اس (بندۂ خاص) کو اپنی قدرت کی (خاص) نشانیاں دکھائیں بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

مسئلہ معراج ایک عظیم معجزہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس نے آج تک دنیا کو محو حیرت کر رکھا ہے اور لوگ آج تک اسی سوچ میں گم ہیں کہ حضور گئے کیسے اور آئے کیسے

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا:

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روح القدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے کہ تم کیا پوچھتے ہو کہ حضور کیسے گئے یہاں تو کیف کے اپنے پر جلتے ہیں اور قرب خاص میں یعنی مقام دنیٰ میں تو دنیا کی تمام عقلیں گم اور محو حیرت ہیں وہ تو کچھ بتانے سے عاجز ہیں۔ ذرا جبریل امین سے پوچھ کر دیکھو کیا آپ نے بھی خدا و مصطفیٰ کی کوئی بات سنی ہے تو انکا جواب صاف ہے کہ میں تو سدرہ پر رک گیا تھا اور حضور آگے چلے گئے تھے جہاں میری رسائی نہیں ہے تو گویا رفیق سفر خود بھی بے خبر تھا باقی کوئی کیا جانے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے تیرا مکان ہے
عرش پہ جا کے مرغ عقل تھک کے گرا غش آگیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

فرماتے ہیں: تم تو اہل زمین ہو وہاں تو عرشی و عرش خود محو حیرت ہے بلکہ اگر کوئی مرغ عقل اڑائے تو عرش تک جا کر تھک کر گر جائیگا جبکہ حضور کی ابھی پہلی منزل بھی شروع نہیں ہوئی اور وہ یہاں سے کئی منزل آگے ہے۔

معراج پاک کی حکمتیں

معراج مبارک کی حکمتیں اور فوائد لوگ قیامت تک تلاش کرتے رہیں گے مگر حکمتیں ایک ایسا بحر بے کنار ہے کہ جس کا کنارہ نظر نہیں آتا اور مسئلہ معراج پر علماء نے بے انداز کتابیں لکھی ہیں کہ شمار سے باہر مگر جب بھی کوئی کتاب لکھتا ہے تو نئی سے نئی تعبیریں اور حکمتیں سامنے آتی ہیں جو پہلے کبھی نہیں سنیں۔

عادت۔قدرت

بعض کام تحت عادت ہوتے ہیں اور بعض کام تحت قدرت ہوتے ہیں جو کام تحت عادت ہوتے ہیں ان کی سمجھ آتی ہے اور عقل ان کا احاطہ کر سکتی ہے مگر جو کام بطور فرق عادت اور تحت قدرت ہوتے ہیں وہ عقل کی زد سے باہر اور دور ہوتے ہیں۔

واقعہ معراج تحت عادت نہیں بلکہ تحت قدرت ہے اس کا عقل میں آنا ممکن نہیں

جیسے کہ بلقیس ملکۂ سبا کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے لایا جانا یہ تحت عادت نہیں بلکہ تحت قدرت تھا ورنہ آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت کا لانا ممکن نہیں تھا اسی طرح معراج مبارک رات کے تھوڑے سے حصے میں فرش سے عرش پر اور مکان سے لامکان تک جانا اور آنا ممکن نہیں ہے۔ سوائے قدرت الٰہی کے۔ اسی لئے لفظ سبحان کہہ کر اپنی ذات کو ہر کمزوری سے پاک بتا دیا کہ میرے لئے کوئی استحالہ یا دشواری نہیں ہے۔ میں جو چاہوں جیسے چاہوں کرسکتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیت المقدس کو دو زندگیوں میں بنانے کی حکمت

آپ نے کچھ تعمیر اپنی ظاہری میں کروائی اور کچھ تعمیر بعد وصال کروائی آپ نے خدام سے فرمایا کہ مجھے کفن دفن نہیں دینا بلکہ میرے ہاتھ میں عصا دے دینا تا کہ میری اس برزخی زندگی میں بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہو جائے کیونکہ میرے بعد معراج مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وقوع ہوگا تو باقی انبیاء برزخ سے آئیں گے اور حضور ظاہری زندگی سے تشریف لائیں گے تا کہ دونوں زندگیاں جمع ہو جائیں۔

معراج مبارک کا رات کو ہونا وہ بھی اندھیری رات میں حکمت

اگر خداوند قدوس چاہتا تو معراج مبارک دن کو کراتا تو لوگ کہتے کہ آپ نے معراج آفتاب کی روشنی میں کی ہے اور اگر چاہتا تو چودھویں چاند کی رات کو کراتا لوگ کہتے حضور نے معراج ماہ تمام کی روشنی میں کی ہے۔ حالانکہ یہ دونوں ہو کر بھی کام نہ آتے۔ کیونکہ چاند پہلے آسمان سے لاکھوں میل نیچے ہے اور حضور تو سات آسمانوں سے اوپر جا رہے تھے۔ پھر آگے کیا ہوتا۔

اگر آفتاب ہوتا تو بھی کام نہ آتا کیونکہ آفتاب چوتھے آسمان پر ہے ایک قوت کے مطابق آفتاب بھی پہلے آسمان سے نیچے ہے اور حضور عرش سے اوپر لامکاں پر جا رہے تھے۔ آفتاب بھی کام نہ آتا۔ مگر اس کے باوجود لوگ کہتے، نور آفتاب میں گئے یا نور مہتاب میں گئے خدا نے فرمایا: حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو جب سیر کرائیں گے تو آفتاب ہوگا نہ مہتاب تا کہ دنیا جان لے کہ آپ نہ نور آفتاب کے محتاج ہیں نہ نور

ماہتاب کے۔ نہ صبح صادق کے۔

مگر خداوند عالم فرماتا ہے: اسرٰی بعبدہٖ لیلًا۔ لیل بھی ستائیسویں کی جب چاند نہیں ہوتا۔

اسرٰی بعبدہٖ لیلا میں نکتہ

رب نے سیر کرائی اپنے حبیب کو اندھیری رات میں جبکہ رات اندھیری میں سیر بالکل عقل کے خلاف ہے۔ جس میں اشارہ تھا کہ تمہاری سیر اور ہے نبی کی سیر اور ہے تم سیر میں محتاج ہو نور آفتاب کے نور ماہتاب کے۔ نور صبح صادق کے مگر حضور علیہ السلام اس میں سے کسی نور کے محتاج نہیں۔

لفظ سیر میں حکمت

ہم دو میل جائیں تو سیر نہیں سفر ہے۔ اتنے طویل سفر کو اللہ تعالیٰ نے سیر سے تعبیر کیا ہے سفر سے نہیں تاکہ علم ہو جائے سفر میں کلفت اور تھکاوٹ ہوتی ہے اور سیر میں فرحت اور سرور ہوتا ہے۔

حیرت ہے کہ مکان سے لامکان تک جس کی سیر ہے اس کے سفر کا حال کیا ہوگا۔ جیسے کہ ہم جناح باغ میں گھوم آئیں تو سیر کہلائے گی اسی طرح حضور لامکاں سے گھوم آئیں تو حضور کی سیر ہوئی ہے لیکن یہ بات مسلمات سے ہے کہ سیر کے لئے بہرحال روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اگرچہ یہ تمام روشنیاں نہ ہوں تو ایسے وقت میں اہل اللہ سے مسائل پوچھے کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ چنانچہ اس مسئلے کو شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے خوب حل فرمایا ہے۔

اولیاء کرام کی کیا بات کہ ایک جملہ یا مختصر عبارت میں کئی کئی مسائل حل کر جاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

لوگ کہتے ہیں کہ براق بڑا باکمال تھا اور بہت تیز رفتار تھا وہ حضور کو اس تیزی سے لے گیا پھر رفرف بڑا باکمال تھا آگے وہ لے گیا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں: اس سفر میں جتنے کمالات تھے وہ حضور کے سارے اپنے تھے اور خدا کے عطاء کردہ تھے کیونکہ جو سواری سفر ختم ہونے سے پہلے چھوڑ دے وہ سواری مفید نہیں ہوتی۔ چنانچہ براق رک گیا حضور جاتے رہے رفرف رک گیا حضور جاتے رہے۔ معلوم ہوا کہ یہ کمال تو حضور کا ہے کہ ان کو شرف بخش رہے تھے اور اپنے قدموں کی برکات سے ان کو نواز رہے تھے۔ ورنہ ان کے رک جانے سے تو حضور باقاعدہ سیر میں مشغول رہے۔

سعدی فرماتے ہیں: بلغ العلی بکمالہ۔ کہ حضور بلندیوں پر پہنچے اپنے کمال سے اور روشنی کے لئے فرماتے ہیں: نہ روشنی آفتاب کی تھی نہ ماہتاب کی بلکہ وہ رخ مصطفےٰ کی روشنی تھی۔ حضور اپنی ہی روشنی میں سیر کر رہے تھے اور حضور جلوے میں روشنی کا سبب تھے۔ آپ کی خصلتیں ساری کی ساری حسین ہیں درود ہو آپ پر اور آپ کی آل پر گویا کہ شیخ سعدی نے خوب مسئلہ حل فرما دیا کہ حضور کی رفتار بھی اپنی اور روشنی بھی اپنی تھی۔

حضور کے لئے براق گھر بھیجنے میں حکمت

کوئی بڑے سے بڑا عزیز ہو یا قریب ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس کا خط آئے یا فون کہ میں فلاں تاریخ کو آ رہا ہوں۔ سواری بھیج دینا اور وہ سواری بجائے ایئر پورٹ کے اس کے گھر ہی جہاز بھجوا دے جو اس کو اپنے گھر سے لے کر آئے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی کریگا کہ سواری ایئر پورٹ یا اسٹیشن پر بھیج دیگا اور اس عزیز کو رسیو کر لے گا اللہ فرماتا ہے: اے حبیب کریم! دنیاوی دوست بھی دوستوں کو بلاتے اور سیر کراتے ہیں۔ مگر تم میرے حبیب ہو تمہاری سیر بھی بے مثال ہو گی تمہاری سواری بھی بے مثال ہو گی۔ تمہارا لانے والا بھی بے مثال ہو گا تمہارا بلانے والا بھی بے مثال ہو گا تمہارا براق بھی بے مثال ہو گا۔ تمہارا روشنی کا سامان بھی بے مثال ہو گا اور تمہیں جگانے کا انداز بھی بے مثال ہو گا اور تمہیں سواری بھیج کر بلانے کا انداز بھی بے مثال ہو گا آپ گھر سے ہی

سوار ہو کر چلیں گے اور سواری ہم جنت سے ایک نورانی جلوس کی شکل میں بھیجیں گے جو آپ کو دولہا بنا کر لائیں گے کیونکہ تم محبوب خدا ہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور کو خواب استراحت سے جگانے کا انداز

حضور محو خواب ہیں جبرائیل نے انتظار کی مگر آواز نہیں دی بلکہ عرض کیا یا اللہ تو محبّ ہے یہ محبوب۔ میں تیرے محبوب کو کیسے جگاؤں۔ فرمایا قبل رجلیہ فرمایا: جبریل ہمارے حبیب کے قدموں کو چوم لے۔ چنانچہ جبرئیل نے قدموں پر بوسہ دیا تو کافوری ہونٹوں کی ٹھنڈک سے آپ کی آنکھ کھلی تو عرض کی۔

ان اللّٰہ قد اشتاق الی لقائك یا رسول اللّٰہ

بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ بس حضور فوراً اٹھے اور تیار ہو گئے۔

اتنے طویل سفر کی تیاری اور قلیل سا وقت

آجکل سائنس کا دور ہے اور یہ وقت اور فاصلوں کو شکست دینے پر لگے ہوئے ہیں اس لئے آپ نے دیکھا کہ آئے دن نئی سے نئی تیز رفتار سواری بنا رہے ہیں۔ سائیکل سے موٹر سائیکل، موٹر سائیکل سے کار، کار سے ریل گاڑی، ریل گاڑی سے ہوائی جہاز، ہوائی جہاز سے آواز، آواز سے بھی تیز رفتار والے جہاز اور اس سے بھی آگے راکٹ وغیرہ نہ جانے اور کتنی تیز رفتار سواریاں بناتے رہیں گے مگر یہ قیامت تک بھی زور لگالیں تو حضور کی گرد راہ کو بھی نہیں چھو سکتے۔ اتنی تیز رفتار سواری اور اتنا جلدی سفر کیسے طے کرلیں گے کہ مکان سے لامکان پر جائیں اور آئیں۔ مگر وضو کے پانی کی ابھی رفتار ہی نہ رکی ہو اور بستر کی گرمی ابھی بحال ہو اور کنڈی بھی ابھی نہ تھمی ہو بلکہ بدستور ہل رہی ہو۔

معراج اور سائنس دانوں کی مشکلات

جب ان سائنس دانوں نے خلا میں آدمی بھیجنا چاہا تو کتنے جتن کئے اور مشکلات

برداشت کیں اور کتنے خرچ کرنے پڑے۔

چنانچہ سائنس دانوں نے کتنا زمانہ خرچ کیا کتنے عرب ڈالر خرچ کئے پھر کہیں کتنی ناکامیوں کے بعد بندہ کو چاند تک بھیجا اور وہ بھی راکٹ بنایا۔ چاند گاڑی بنائی اور آدمی کے لئے کھانے پینے کا، خوراک اور ایک مخصوص لباس دواؤں کا اور آکسیجن کا سونے جاگنے کا انتظام کیا پھر بھی اس کو واپس لانے میں پریشان ہو گئے کہ اس کو کہاں اتاریں کیونکہ راکٹ ہوا کی رگڑ سے آگ کا انگارہ بن گیا تھا جہاں اتارتے وہاں کا علاقہ جل اٹھتا مجبوراً اس کو سمندر میں گرایا اور پھر اس خلا باز کو اس سے باہر نکالا اور چاند کی خبریں سنیں۔

سائنس دانوں نے دیکھ لیا کہ اگر آدمی چاند تک بھی جائے تو کتنی رقم خرچ ہوتی ہے اور کتنا وقت لگتا ہے اور کتنی سواریاں اپنانی پڑتی ہیں اور کیا مخصوص لباس بنانا پڑتا ہے پھر بھی کامیابی چند لاکھ میل پر چاند تک ہوئی جس پر وہ پھولے نہیں سماتے۔

ہم کہتے ہیں آؤ سائنس دانو! حضور کے قدموں کو بوسے دو، جس ذات نے نہ تیاری پر زمانہ خرچ کیا، نہ کوئی پیسہ خرچ کیا، نہ کوئی خاص لباس بنایا، نہ کھانا ساتھ لیا، نہ پینا ساتھ لیا، نہ آکسیجن ساتھ لی، نہ دوائیں ساتھ لیں، بلکہ جبریل نے قدم چومے اور جاگ آئی، غسل کیا اور براق پر سوار ہوئے اور لامکاں پر گئے پھر واپس آئے تو وقت کی رفتار ابھی وہیں تھی کہ حضور واپس بھی آ گئے۔

آنا جانا نور کا ملنا ملانا نور کا　　کچھ نہ تھا فقط تھا ملنا ملانا نور کا
نور گیا نور آیا نور کو نور ملا　　اور معراج مبارک کا مسئلہ حل ہوا

اس میں کیا حکمت ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ حضور کا سرکاری دورہ تھا جو خود خالق کائنات کے کہنے پر ہو رہا تھا تو انتظام کا مسئلہ اس کے سپرد تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور صدر بزم کائنات ہیں اس لئے یہ صوبہ بھی حضور کا ہے اور اگلا صوبہ بھی حضور کا ہے۔ یہاں دو وزیر آپ کے دنیا میں صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما ہیں اور آسمان کے دو وزیر جبرائیل ومیکائیل ہیں۔

حضور کے دو سفر اور دو وزیر

آپ نے دو سفر کئے ایک سفر ہجرت اور دوسرا سفر معراج۔

مدینہ پاک کے سفر یعنی سفر ہجرت میں صدیق سینئر وزیر ساتھ تھے اور سفر معراج میں جناب جبرائیل علیہ السلام ساتھ تھے جو وہاں کے سینئر وزیر تھے۔ حضور کو کہیں بھی خوراک وغیرہ کی حاجت نہ تھی کیونکہ یہ گھر بھی حضور کا اور وہ گھر بھی حضور کا۔ حضور مسافر تو تھے ہی نہیں بلکہ وہ سیر پر تھے سیر پر کچھ ساتھ نہیں لینا پڑتا۔ اس لئے اللہ نے سیر (اَسْرٰی) فرمائی ہے سفر (اَسْفَرَ) نہیں فرمایا۔

حضور علیہ السلام کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ جانے کی حکمت

جب حضور نے معراج پر جانا تھا اور وہ بلندی جو آسمانوں کے اوپر عرش وغیرہ پر جانے کی ہے تو سیدھے مکہ سے اوپر چلے جاتے بیت المقدس جانے کی کیا حکمت تھی کیا کوئی وہاں جنکشن (Junction) تھا کہ وہاں سے کوئی گاڑی عرش کو جاتی ہے یا وہاں کوئی سیڑھی تھی جو آسمان کی طرف جاتی تھی اور اگر یہ کچھ بھی نہ تھا تو پھر کیوں وہاں سے جانے کا انتظار کیا گیا اور وہ کونسی حکمتیں تھیں جن کی بنا پر حضور کو وہاں لے جایا گیا۔

۱۔موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا:

نمبر ۱: راستے میں حضور فرماتے ہیں: میں جناب موسیٰ علیہ السلام کی قبر پاک کے پاس سے گزرا تو میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

مررت عند قثیب الاحمر ورایت موسیٰ علیہ قائمًا یصلی فی قبرہ۔ (مسلم شریف)

حضور علیہ السلام نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم طے کرنا تھا اور وہ کیا تا کہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو نعوذ باللہ مردہ نہ سمجھیں۔ اس سے مسئلہ حیات النبی حل ہو گیا۔
حضور کی قبر پاک میں نماز پڑھنے کی شان الگ ہے۔

یہاں ایک ضمنی سا ایک مسئلہ عرض کر جاؤں۔ موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں مگر حضور علیہ السلام حبیب اللہ ہیں۔ موسیٰ کلیم اللہ تنہا نماز پڑھ رہے تھے اور حضور علیہ السلام اپنی مزار پرانوار میں باجماعت نماز ادا فرماتے ہیں: جیسے آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے اپنے پسندیدہ عظیم الشان دو خلیفے ساتھ رکھے ہوئے ہیں تا کہ حضور کی جماعت قضا نہ ہو۔

چنانچہ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مدینہ منورہ پر یزید قابض ہوا تو اچانک اذانیں وغیرہ بند ہوگئیں اور میں نے حضور کے روضہ پاک میں پناہ لے لی سعید بن مسیّب وہ عظیم تابعی ہیں جو ابو ہریرہ کے داماد تھے اور چالیس سال سے تکبیرِ اولیٰ قضا نہیں ہوئی تھی فرماتے ہیں: میں پریشان تھا کہ نماز کیسے پڑھوں گا اور وقت کا پتہ کیسے چلے گا فرماتے ہیں: اسی پریشانی میں تھا کہ اچانک حضور کے مزار سے اذان شروع ہوگئی جس سے مجھے نماز کا وقت معلوم ہوگیا مگر یہ بات واضح ہے کہ جہاں اذان ہوتی ہے وہاں جماعت ہوتی ہے اسی لئے حضور دو مقتدی اپنے ساتھ رکھے ہوئے ہیں اور وہ صدیق اکبر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

مسئلہ حل ہوا کہ باقی انبیاء تنہا نماز پڑھتے ہیں اور حضور علیہ السلام باجماعت نماز ادا فرماتے ہیں۔

۲-انبیاء کو حضور کا دیدار کرانا

علمائے کرام فرماتے ہیں: بیت المقدس کے جانے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے سب کو نبوت بطفیل مصطفےٰ علیہ السلام اور منصب نبوۃ اتنا عظیم انعام ہے کہ کائنات میں کوئی شئی اس کے مقابل یا بدل نہیں ہے تو ہر نبی نے حضور کے دیدار کی تمنا کی اور اپنے محسن کو دیکھنے کی خواہش کی جس پر خداوند قدوس نے تمام انبیاء علیہم السلام سے وعدہ فرمایا کہ ہر ایک کو الگ دکھانے کی بجائے آپ کو جمع کر کے اپنے حبیب کو بلا کر آپ تمام کو زیارت کرادوں گا۔

چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے بیت المقدس میں جمع ہونے سے یہی معلوم ہوتا ہے اور وہاں انبیاء کا جمع ہونا اور پھر انبیاء کا مختصر مختصر خطاب فرمانا اور آخر میں حضور علیہ السلام

کا خطاب فرمانا ایک فطری امر تھا کہ جہاں عظیم خطیب موجود ہو وہاں چھوٹے خطیب پہلے آ کر تعارفی خطبہ پڑھتے ہیں تو تعارفی طور پر سب کے خطابات ہوئے اور آخری صدارتی خطاب حضور علیہ السلام کا ہوا۔

۳- انبیاء کو حضور کے پیچھے نماز پڑھانا

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جانتے تھے کہ حضور کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اور کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کا یہ اعزاز نہیں جب کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے حضور کی ذات کی عظمت کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

فرماتے ہیں: تمام مخلوق سے اولیاء بہتر اور اولیاء سے رسول بہتر اور سب رسولوں سے مصطفیٰ علیہ السلام بہتر ہیں۔

گویا کہ نہ دنیا میں کوئی ایسا امام ہو اور نہ ہی ایسی نماز کوئی پڑھا سکے اس لئے یہ امت مصطفیٰ کا اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اور کے لئے ممکن نہیں۔ اسی لئے تمام انبیاء نے صفیں بنالیں اور جائے نماز خالی چھوڑ دیا۔ چنانچہ حضرت جبریل نے حضور کے مقدس بازوؤں کو پکڑ کر آگے مصلّے پر کھڑا کر دیا اور یوں عرض کیا: قَدِّمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یوں انبیاء کو اقتدائے مصطفیٰ کا شرف حاصل ہو گیا تاکہ قیامت کو انبیاء علیہم السلام بھی کہہ سکیں اے حضور کے امتیو! فقط حضور تمہارے ہی امام نہیں بلکہ ہمارے بھی امام ہیں جو شرف تمہیں نصیب ہوا ہے ہم بھی اس سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔

۴- آسمانوں کے گیٹوں کا بند ہونا اور کھلوانا

آپ کو معلوم ہے جبریل امین ہمیشہ آسمانوں پر جاتے بھی تھے اور آتے بھی کبھی دروازے بند نہیں ہوتے تھے اور ہوتے بھی کیسے جبریل تو سید الملائکہ ہیں غلاموں کی کیا مجال کہ گیٹ بند کر دیں۔ مگر آج گیٹ بند تھے اس کی دو حکمتیں واضح ہیں۔

ایک یہ کہ جبریل امین آج بطور سردار نہیں آ رہے بلکہ آج بطور غلام مصطفیٰ آ رہے ہیں آج تذکرہ جبریل کا نہیں ہوگا بلکہ جبریل کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا اس

لئے جبریل جب دستک دیتے تھے تو فرشتہ پوچھتا تھا: من انت۔ تم کون ہو؟ فرمایا: انا جبریل۔ نام سن کر بھی دروازہ نہیں کھولا ان کو معلوم تھا کہ آج جبریل کی سرداری کی بات نہیں بلکہ آج مصطفیٰ کی سرداری کی بات ہے تبھی فوراً پوچھا: من معك آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔ میرے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو فوراً گیٹ کھول دیا۔ معلوم ہوا کہ جبریل جو نوریوں کا بادشاہ ہے وہ بھی غلامِ مصطفیٰ ہے۔

۵- گیٹوں کے بند ہونے کی حکمت

آپ نے دیکھا لاہور میں مال روڈ سے ہر وقت ہر آدمی گزر سکتا ہے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ غریب ہو کہ امیر' حاکم ہو کہ محکوم بلا دریغ گزرتا رہتا ہے۔ سائیکل، موٹر سائیکل، کاریں سب گزرتے ہیں مگر جب صدر اور وزیر اعظم نے گزرنا ہو تو مال روڈ کو سجانے کے علاوہ راستے بند کر دیئے جاتے ہیں نہ کوئی سواری گزر سکتی ہے نہ کوئی آدمی' سخت پہرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آسمانوں پر سب فرشتے آتے بھی اور جاتے بھی تھے۔ جبریل آتا بھی اور جاتا بھی تھا مگر آج گیٹ بند کر دیئے گئے سب کا راستہ بند ہے کیونکہ آج پوری کائنات کے صدر کا گزر ہونے والا ہے جب تک وہ نہ گزریں گے کوئی بھی نہیں گزر سکتا۔

۶- آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کا حضور کا استقبال کرنا

جب انبیاء علیہم السلام حضور کا استقبال بیت المقدس میں کر چکے تھے بلکہ آپ کی اقتداء میں نماز بھی پڑھ چکے تھے۔ پھر آسمانوں پر استقبال کا مقصد کیا تھا۔ اس میں بتانا یہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام حیات بھی ہیں اور ان کی پرواز و رفتار براق سے بھی تیز ہے کہ حضور براق پر چلے انبیاء علیہم السلام اپنی پرواز سے چلے تو براق سے پہلے انبیاء اپنے اپنے آسمانوں پر پہنچ گئے اور حضور سے سلام و کلام ہوا مگر ہر نبی پھر وہیں اپنے مقام پر رہ گیا مگر حضور آگے تشریف لے گئے۔

اس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ جو انبیاء علیہم السلام کی نشست گاہیں ہیں وہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کی گزرگاہیں ہیں۔

چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی حضور سے ملاقات اور ایک سوال کرنا

موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: حضور! کیا آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

یعنی میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔

حضور نے ارشاد فرمایا ہاں مَیں نے فرمایا ہے اس پر حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے عرض کیا حضور آپ کے کسی عالم سے ملاقات ہو سکتی ہے فرمایا ضرور چنانچہ آپ نے عالم ارواح سے حضرت امام غزالی کی روح کو پکڑ کر جناب موسیٰ کلیم اللہ سے ملاقات کرائی۔

موسیٰ کلیم اللہ نے پوچھا: ما اسمك۔ آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: اسمی محمد بن محمد ابن محمد۔ میرا نام محمد ابن محمد ابن محمد ہے۔ موسیٰ کلیم نے فرمایا: میں نے آپ سے نام پوچھا ہے' نسب نامہ نہیں پوچھا۔ حضرت امام غزالی نے عرض کی: حضور گستاخی نہ ہو تو میں عرض کروں۔

آپ سے رب قدوس نے سوال فرمایا تھا کہ

مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى

اے موسیٰ! آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

تو آپ نے کہا:

هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُ عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى۔

یہ تو عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی بہت سے کام لیتا ہوں۔

آپ سے خدا نے صرف عصاء کے بارے پوچھا آپ نے اتنی لمبی گفتگو کیوں کی؟

فرمایا: غزالی جب میں خدا سے کلام کر رہا تھا تو لطف آ رہا تھا۔ امام غزالی نے عرض کیا: حضور جیسے نبی کو خدا سے کلام کرنے سے لطف آتا ہے میں بھی آپ سے کلام کر رہا تھا تو امتی جب نبی سے کلام کرتا ہے اسے بھی لطف آتا ہے اور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

بس بس غزالی یہ کلیم اللہ ہیں' ان کی بے ادبی نہ ہو۔ چنانچہ امام غزالی خاموش ہو گئے۔

یہ بھی حیات انبیاء علیہم السلام کی حیات کی دلیل ہے۔

(نزہتہ المجالس وتفسیر روح البیان)

اگر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج مبارک پر نہ جاتے تو آج ہم ندامت سے پریشان ہوتے۔

عیسائی کہتے کہ ہمارے نبی آسمانوں پر گئے تمہارے زمین پر تشریف رکھتے ہیں۔ ہم چاند تک چلے گئے تم نہیں جا سکے۔ آج فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی لامکان تک تشریف لے گئے اور تمہارے نبی دوسرے آسمان تک اور وہ بھی مدت سے استقبال مصطفیٰ کے انتظار میں تشریف فرما رہے اور جب زمین پر آئیں گے تو ہمارے نبی کے امتی ہونے کی صورت میں اور انتقال ہوگا تو پہلوئے مصطفیٰ میں مزار بنے گا۔

خلاباز (اپالو) کا چاند سے واپس آنا اور مصر میں اسلام قبول کرنا

اپالو جب چاند سے واپس آیا تو اس کامیابی پر مختلف ممالک کا دورہ کر رہا تھا کہ مصر جا پہنچا اور اس کا ہوٹل مسجد کے قریب تھا کہ اچانک اس کے کان میں اذان کی آواز پڑی۔ اپالو نے بہرے کو بلا کر کہا کہ یہ آواز کیسی تھی اس نے کہا یہ اذان کی آواز تھی اس نے کہا کہ اذان کیا ہے؟ بہرے نے بتایا یہ ایک اعلان ہے جس میں ہمارے خدا و مصطفیٰ کا نام لے کر عبادت کے لئے لوگوں کو بلاتے ہیں پھر وہ جمع ہو جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس پر اپالو چونک گیا اور کہا کہ یہ تمہارے نبی کا اعلان تھا اس نے کہا جی ہاں اپالو نے کہا کہ پھر ہوٹل کے مالک سے کہو کہ ایک پریس کانفرنس کا انتظام کرے میں ایک اہم اعلان کرنے والا ہوں۔

چنانچہ ہوٹل کے مالک نے پریس کا انتظام کیا ایک بہت بڑی پریس کانفرنس ہوئی اور بہت بڑا اجتماع ہو گیا لوگ اس خیال پر آئے تھے کہ اپالو کچھ چاند کی باتیں بتائے گا۔ چنانچہ جب اپالو نے پریس سے خطاب کیا اور کہا آج سب سے عظیم اور بڑی خبر یہ ہے کہ میں آج سے مسلمان ہوں۔ لوگ محو حیرت تھے اخباری نمائندے بولے جناب ہم تو

چاند کی باتیں سننے آئے تھے آپ کو یہ کیسے خیال آ گیا۔ اپالو نے کہا کہ یہ چاند کی سب سے بڑی خبر ہے اس لئے جو اذان اور اعلان تم اپنے نبی کا زمین پر سنتے ہو میں یہ اعلان چاند پر سنتا رہا ہوں تو میں نے سوچا جس کا اعلان چاند پر ہے اسی کا اعلان زمین پر ہے تو کیوں نہ میں ایسے نبی کو مان لوں جس کا ہر جگہ ڈنکا بج رہا ہے۔

یاد رہے اس وقت کے تمام پاکستانی اخبارات نے شاہ سرخیاں لگائی تھیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اے سائنس دانو! تم چاند تک ابھی گئے ہو اس کے اوپر زہرہ پر، مریخ پر، عطارد پر بلکہ جہاں بھی جاؤ گے تو تمہیں نقش پائے مصطفےٰ علیہ السلام ملیں گے۔

لوگ اپالو کے جوتوں کی آواز چاند سے زمین پر سنتے تھے لیکن اپالو زمین پر چلنے والوں کی آواز نہیں سن سکتا تھا۔ مگر ہمارے آقا کی شان نرالی ہے۔

نعلینِ بلال کی آواز حضور نے جنت میں سن لی

حضور علیہ السلام نے فرمایا: بلال! میں نے جنت میں تیرے جوتوں کی آہٹ اپنے آگے سنی ہے اس پر محدثین کے تین قول ہیں۔ (بخاری شریف و مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف)

سمعت دق نعليك بين يدى فى الجنة ۔

۱- یا تو بلال واقعی غلامانہ حیثیت سے جنت میں آگے چل رہے تھے۔

۲- یا بلال مکہ میں زمین پر چل رہے تھے اور حضور نے مکہ سے آواز سن لی۔

۳- جو قیامت کو بلال کے چلنے کی آواز ہو گی حضور نے وہ آج سن لی۔

ہمارا تینوں پر عقیدہ ہے جو بھی تم کہو گے۔ ہمارا عقیدہ ہے اگر بلال جنت میں واقعی تھے تو یہ ثابت ہوا کہ ایک جسم ایک آن میں کئی جگہ ہو سکتا ہے۔

اگر بلال زمین پر چلتے تھے تو حضور نے زمین سے آواز سن لی ہے تو جو ذات جوتوں کی آہٹ جنت سے جو سات آسمانوں کے اوپر ہے سن سکتی ہے اس کے لئے پاکستان سے درود و سلام کی آواز سننا کون سا بعید ہے اور جو ذات بلال کی آواز جوتوں کو جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی سن سکتی ہے تو جو آوازیں موجود ہیں وہ کیوں نہیں سن سکتے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اسی لئے فرمایا:

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

حضور کے سفر معراج کا ذکر قرآن میں مسجد اقصیٰ تک کیوں

اگر خداوند قدوس چاہتے تو فرماتے کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج زمین سے لامکاں تک کرائی تو کہا جا سکتا تھا مگر صرف مسجد اقصیٰ تک اس لئے کہا گیا کہ یہی وجہ معراج کی دلیل ہے کیونکہ کفار آسمان پر تو گئے نہیں اس لئے اس کی تصدیق وتردید ان کے لئے مشکل تھی اور بیت المقدس کو ان لوگوں نے دیکھا ہوا تھا اور ان کو یہ بھی یقین تھا کہ اس نبی نے آج تک بیت المقدس نہیں دیکھا۔ چنانچہ انہوں نے حضور سے بیت المقدس کے بارے میں سوالات کئے کہ دروازے کتنے ہیں ستون کتنے ہیں حالانکہ یہ سوال نامناسب تھا کہ حضور سیر کو گئے تھے نہ کہ دروازے اور ستون گننے ہم کئی مرتبہ کسی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں مگر کوئی پوچھے تم نمازی ہو تو بتاؤ مسجد کے پنکھے کتنے ہیں ٹیوبیں کتنی ہیں بلب کتنے ہیں تو فوراً نمازی کہے گا حضرت میں نماز پڑھنے جاتا ہوں۔ یہ مسجد کا سامان گننے نہیں جاتا ہوں مگر قربان جائیں سرکار پر جب کفار نے سوالات شروع کئے ایک جگہ تھوڑا سا انقباض ہوا تو اللہ نے فرمایا: جبریل بیت المقدس اٹھاؤ اور میرے یار کے سامنے رکھدو جبریل نے زمین کو پردیکر خطہ کو اٹھا کر حضور کے سامنے رکھدیا حضور گنتے جاتے اور بتاتے جاتے تھے اس پر وہ حیران ہو گئے۔ فرمایا اگر یہ سچ ہے کہ اتنا طویل سفر زمین پر ہو سکتا ہے تو آسمانوں پر بھی ہو سکتا ہے۔

معراج مبارک اتنا طویل اور محیر العقول معجزہ ہے کہ دفتروں کے دفتر ختم ہو جائیں گے مگر ذکر معراج کا احاطہ عقل وعلم سے باہر ہوگا اسی لئے اس پر اکتفا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کلمات کو قبول فرمائے۔

۱۲ اپریل ۱۹۹۱ء

۲۶ رمضان بروز جمعۃ الوداع ۱۴۱۱ھ

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی

قسم ہے چمکتے دمکتے ستارے کی جب وہ نیچے اترا نہ گمراہ ہوا تمہارا صاحب نہ بھٹکا

گزشتہ آیۃ اسریٰ بعبدہٖ میں حضور کے جانے کا تذکرہ ہے اس آیۃ میں حضور کے آنے کا تذکرہ ہے۔ جانے کے وقت بعبدہٖ فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ بندہ جتنا بھی قریب خدا ہو جائے یا حریم ناز میں پہنچے تو بندہ بندہ ہی رہتا ہے خدا یا شریک خدا نہیں ہوتا، مگر جب حضور کی عبدیت خدا کے جلووں میں غوطہ زن ہوئی تو آپ کے وجود پاک نے اپنے اندر اتنے جلوے سمو لئے کہ خداوند قدوس نے واضح کہہ کر بتا دیا کہ اب یہ چمکتا دمکتا ستارہ ہے اور ہمیشہ منور ہی رہے گا۔ نجم کہنے میں حکمت یہ ہے کہ آفتاب و ماہتاب کو گرہن لگ جاتا ہے اور وہ اس وقت سیاہ یا بے نور ہو جاتے ہیں مگر ستارے کو کبھی گرہن نہیں لگتا وہ ہمیشہ چمکتا ہی رہتا ہے۔ علماء نے فرمایا: اگر لفظ ھَوٰی ھُوِیٌّ سے مشتق ہو تو اس کا معنی اوپر سے نیچے آنا اور اگر ھَوٰی ھَوِیٌّ سے مشتق ہو تو معنی نیچے سے اوپر جانا تو بایں معنی حضور کا اس آیۃ میں جانا اور آنا دونوں کا ذکر ہے۔

سفر معراج و وسعت علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس سفر معراج مبارک میں اللہ تعالیٰ نے صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو صرف آسمان و زمین کی سیر ہی نہیں کرائی بلکہ تمام زمین و آسمان کے علوم اور راز ہائے

مستورہ اور خفیہ سے بھی باخبر فرمایا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں صفحہ نمبر ۷۰ اور ۷۲ پر دو حدیثیں شاہد و گواہ ہیں۔ پہلی حدیث کے راوی حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رأیت ربّی فی احسن صورۃ فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیِ فعلمت ما فی السموات والارض

(مشکوٰۃ شریف' باب المساجد' صفحہ ۷۰)

میں نے اپنے رب قدوس کو سب سے اچھی صورت میں دیکھا تو اس نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دو چھاتیوں کے درمیان پائی تو میں سب کچھ جان گیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اس حدیث مبارک میں لفظ ما عموم کے لئے ہے جس کا معنی یہ ہے کہ آسمان و زمین کی ہر شئی ارشاد فرمائی۔

فعلمت بسبب وصول ذلك الفیض ما فی السمٰوٰت والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالٰی فما فیھا من الملائکۃ والاشجار وغیرھا وھو عبارۃ من سعۃ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ و قال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل و ما فوقھا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای و جمیع ما فی الارضین السبع بل و ماتحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن الثور و الحوت الذین علیھما الارضین کلھا۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۳ جلد اول)

سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی کہ "میں نے جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے" کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس فیض کے پہنچنے سے وہ تمام چیزیں جان لیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی فرشتے اور درخت وغیرہ اور یہ آپ کے اس علم کی وسعت سے عبارت ہے جو اللہ تعالٰی نے آپ پر کھولا ہے اور علامہ ابن حجر مکی

رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: اس سے مراد اس تمام کائنات کا علم ہے جو آسمانوں میں ہے بلکہ آسمانوں کے اوپر چنانچہ قصہ معراج سے اور حدیث میں۔ ''الارض''۔ جنس کے معنی میں ہے یعنی آپ وہ سب جانتے ہیں جو آسمانوں ساتوں اور ان کے اوپر اور جو ساتوں زمینوں بلکہ جو زمینوں کے بھی نیچے ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیل اور مچھلی کی خبر دینے سے ثابت ہوتا ہے جن پر تمام زمینیں ہیں۔

اس حدیث کی تشریح بالفاظ شیخ محقق شیخ المحد ثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ یوں ہے۔ حدیث کے الفاظ۔ عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی و احاطہ آں فعلمت ما فی السمٰوٰت الخ اس بات کا اعلان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جزوی وکلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے انکا احاطہ فرمالیا۔ •

(اشعۃ اللمعات ج ۱ صفحہ ۳۳۳)

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی تیسری فصل میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وضع کفه بین کتفي حتی وجدت بردانامله بین ثدیي فتجلی لی کل شئي وعرفت

اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دو چھاتیوں کے درمیان پائی تو مجھ پر ہر شئی روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۲)

معلوم ہوا کہ زمین اور اس کے نیچے آسمانوں اور ان کے اوپر کوئی شئی ایسی نہیں جس کو حضور جانتے پہچانتے نہ ہوں۔

شق صدر اور اس کی حکمت

شق صدر کی بہت سی حکمتیں ہیں ان میں سے ایک حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور دوسری آپ کے قلب منور میں نور وحکمت بھر دیا گیا تا کہ دیدار ذات اور جلوۂ ذاتی کی تاب لاسکیں۔

حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں:

موسیٰ زہوش رفت یک جلوۂ صفات
تو عین ذات بنگری و در تبسم

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میرا دل چیرا گیا تو میں دیکھ رہا تھا اس میں نور و حکمت بھرا گیا میں دیکھ رہا تھا پھر اس کو سیا گیا میں دیکھ رہا تھا معلوم ہوا کہ آپ زندگی کے لئے دل کے اندر رہنے یا باہر رہنے کے محتاج نہیں ہیں آپ کا دل اندر رہے یا باہر رہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یکساں زندہ ہی ہیں اس سے بڑی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا دلیل ہوگی۔ حضور علیہ السلام کے دل کا آپریشن کیا گیا مگر ایک قطرہ خون کا نہ نکلا اور آپریشن بھی بغیر آلات کے ہوا معلوم ہوا کہ اس وقت آپ کی صفت نوری کا غلبہ تھا اور صفت بشری بالقوۃ تھی۔

شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اور نمازوں میں تخفیف

مشکوٰۃ شریف باب المعراج میں دو حدیثیں مذکور ہیں پہلی حدیث میں جو متفق علیہ کی روایت ہے دس دس نمازوں کے معاف ہونے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث جو مسلم کی روایت ہے اس میں پانچ پانچ نمازوں کے معاف ہونے کا ذکر ہے۔ جب آخری مرتبہ پانچ نمازیں رہ گئیں تو بھی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی حضور ایک مرتبہ پھر جائیں اور تخفیف کروائیں اس پر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت قد رجعت الی ربّی حتی استحییت منہ

بیشک میں کئی بار دربار خدا میں حاضر ہوا ہوں اب مجھے اس سے شرم آتی ہوں۔

مشکوٰۃ باب المعراج

کیسے عرض کروں اب میں راضی ہو گیا اور تسلیم کیا یہ کہہ کر گزرا تو ندا آئی کہ میں نے اپنا فرض جاری رکھا اور بندوں سے تخفیف کی۔ یعنی نمازیں آپ کی امت پانچ ادا کرے گی میں ثواب پچاس کا دوں گا الحمدللہ! یہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اس امت

پر کرم فرمایا بلکہ یہ ثابت کیا کہ بعد وصال بھی انبیاء مدد فرماتے ہیں۔

مقامِ حیرت

بعض لوگ اہلسنّت سے کہتے ہیں کہ اگر نبی کو غیب ہوتا تو ایک ہی مرتبہ معاف کروا لیتے بار بار چکر نہ لگانے پڑتے۔ہم جواباً عرض کرینگے کہ اگر کوئی یوں کہہ دے کہ خدا کو تو پتہ تھا کہ پانچ ہی نمازی رہیں گی تو وہ خود ایک ہی مرتبہ معاف کر دیتا مگر ایسا کیوں نہ ہوا جو جواب تمہارا ہوگا وہی جواب ہمارا ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ حبیب کریم بار بار آئے اور جائے تا کہ اس کا کبھی چہرہ دیکھیں کبھی اس کی پشت و رفتار دیکھیں اور موسیٰ علیہ السلام بواسطۂ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے جلووں کا نظارہ کر رہے تھے کہ مجھے تو ایک مرتبہ بھی اللہ دکھانے پر راضی نہ تھا مگر حبیب اللہ علیہ السلام بار بار دیکھ رہے ہیں۔

جتھاں اکھیں دلبر ڈٹھا او اکھاں تک لیاں
تو ملیوں تے ساجن ملیا ہن آساں لگ پیاں

۱۲ اپریل ۱۹۹۱ء

۲۶ رمضان المبارک

بروز جمعۃ الوداع ۱۴۱۱ھ

شانِ ولایت (۱)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔

ترجمہ: خبردار بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

اولیاء جمع ہے ولی کی ولی کے پانچ مشہور معنے ہیں۔ نمبر۱: قریب۔ نمبر۲: دوست۔ نمبر۳: صاحب تصرف ناصر۔ نمبر۴: مالک۔ نمبر۵: محبّ

۱- دستگیر

ولی اپنے دوستوں اور متوسلین کی مدد فرماتا ہے زندگی میں اور بعد زندگی بھی۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور کے حاشیہ نمبر۲ پر شیخ المحدثین حضرت شیخ محقق علی الاطلاق قطب باتفاق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی تصنیف لطیف لمعات سے عبارت نقل کی گئی ہے اور اسی طرح آپ کی تصنیف اشعۃ اللمعات فارسی میں بھی یہی عبارت موجود ہے۔

واما الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوالانبیاء علیھم السلام فقد انکرہ کثیر من الفقھاء۔ واثبتہ المشائخ الصوفیۃ قدس اللّٰہ اسرار ھم و بعض الفقھاء رحمھم

اللّٰہ تعالیٰ و ذالك امر مقدر عند اھل الکشف والکمال منھم ولاشك فی ذالك عندھم حتی ان کثیرا منھم حصل لھم الفیوض من الارواح وتسمّٰی ھٰذہ الطائفة اویسیة فی اصطلاحھم۔

قال الامام الشافعی قبرالموسیٰ الکاظم تریاق مجرب لاجابة الدعاء۔ قال حجة الاسلام محمد غزالی من یستمد فی حیاته یستمد بعد مماته۔

(مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور حاشیہ نمبر۲)

شیخ صاحب فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام یا دیگر انبیاء کے بارے تو جھگڑا بالکل نہیں کہ وہ مدد فرماتے ہیں۔ انبیاء کے علاوہ کثیر فقہاء نے اختلاف وانکار کیا ہے لیکن بعض فقہاء اور تمام مشائخ اور صوفیائے کرام نے ثابت کیا ہے یہ امر مسلّم ہے اہل کشف وکمال کے ہاں بلاشبہ بہت سے اولیائے کاملین کو ان کی مقدس ارواح سے فیوض ملے ہیں اور اس گروہ کو صوفیاء کی اصطلاح سے اویسیہ کہتے ہیں۔ حضرت امام شافعی نے ارشاد فرمایا کہ امام کاظم رضی اللہ کی قبر مبارک حل مشکلات اور قبولیت دعا کا تریاق مجرب ہے۔

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس شخص سے زندگی میں مدد مانگی جاتی تھی اس سے بعد انتقال بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

یہ دونوں حضرات اہل سنت کے عظیم امام گزرے ہیں جو بیک وقت ولی بھی تھے اور عالم بلکہ امام شافعی کو تو علماء و مشائخ نے اوتاد زمانہ شمار کیا ہے جو کل دنیا میں چار ہوتے ہیں اور امام غزالی سے کون بے خبر ہے کہ کس پائے کے امام عالم شیخ تھے۔ نہ جانے ہمارے کرم فرما ان کے بارے کون سا فتویٰ مسلط کریں۔

مگر الحمد للہ! جو ان حضرات نے اہل سنت کا عقیدہ بیان فرمایا ہے اسی پر گامزن ہیں ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ولی زائرین متوسلین کی یقیناً مدد فرماتے ہیں۔

مشکوٰۃ شترگی اسی صف پر حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ سے مروی۔

عن عائشہ قالت کنت ادخل فی بیت الذی فیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانی واضع تولی و اقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر رضی اللّٰہ عنہ معھم فواللّٰہ ما خلعتہ الا وانا مشدو دۃ علی ثیابی حیاء من عمر (رواہ احمد مشکوۃ ص ۱۵۴)

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ ارشاد فرماتی ہیں کہ میں حضور اکرم کے حجرہ پاک میں آپ کے وصال کے بعد اور اپنے باپ کے وصال پر برقعہ اتار کر جاتی تھی کیونکہ ایک میرے شوہر نامدار تھے اور والد بزرگوار تھے جب حضرت عمر کو حضور کے پہلوئے پاک میں رکھا گیا تو مجھے خدا کی قسم ہے کہ سر تا پا جسم کو ڈھانپ کر جاتی تھی کیونکہ مجھے عمر فاروق سے حیا آتی تھی۔

ہماری ماں نے تو انتہائی کمال عقیدہ بتایا کہ عمر فاروق کو صرف میں زندہ ہی نہیں جانتی تھی بلکہ ان کو شعور وعلم مانتی تھی کہ انہیں معلوم ہے کون کون گیا اسی لئے حیاء من قبر نہیں حیا من عمر کہا ہے۔

حاشیہ نمبر۲ قابل غور ہے۔

قولہ حیاء من عمر اوضح دلیل علی حیاۃ المیت وعلی انہ ینبغی احترام المیت عند زیارتہ مھما امکن لاسیما الصالحون بان یکون لغایتہ الحیاء و الادب بظاھرہ و باطنہ فان للصالحین مردا ظاھراً بالغالزوار ھم بحسب ادبھم و نھتبیم و قبولھم۔ کذا فی شرح الشیخ (مشکوۃ باب زیارۃ القبور)

حیاءِ عمر بہت واضح دلیل ہے حیات میت پر کہ میت زندہ ہے بلکہ اس پر بھی دلیل ہے کہ میت کا بوقت زیارت جتنا ممکن ہو احترام کیا جائے۔ خصوصاً اولیاء کاملین ان کے لئے تو انتہا درجہ کے ادب کا مقام ہے ظاہری بھی باطنی بھی کیونکہ یقیناً صالحین کاملین اپنے زائرین کی کھلی مدد فرماتے ہیں مگر بتقاضائے ادب واحترام اور قبولیت۔

نمبر۲: ولی صاحب تصرف ہوتا ہے حیات اور بعد حیات حضرت شیخ المحدثین اسی باب میں اپنی کتاب اشعۃ اللمعات فارسی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

دیدم چھارکس را درقبور خود تصرف میکنند رمانند تصرفہائے درد بنایا بیشتر یکے ازاں شیخ معروف کرخی ودیگر شیخ عبدالقادر جیلانی و دو اور الشہردہ مقصود صفرے نیست۔

شیخ فرماتے ہیں: چاروں اولیائے کاملین کو دیکھا گیا کہ وہ اپنی زندگی سے بھی زیادہ تصرف فرما رہے ہیں حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے دونہیں ہے بلکہ بہت سے اولیاء کاملین اپنے تصرف میں مصروف ہیں۔

معلوم ہوا کہ اکابرین اہلسنت اور وہ مردِ کامل جو حدیث کے لانے والے ہیں ہندوستان میں بلکہ حضور کے عطاء کردہ محدث نے جو عقیدہ دیا ہے وہی اہلسنت کا عقیدہ ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کوٹ کر کے کہ یتقرب عبدی بالنوافل الی حتی اکون سمعہ الذی یسمع بد و بصرہ الذی یبصربہ ویدہ الی یبطش بہ ورجلہ الذی یحث بھا (او کی قال) (مشکوٰۃ شریف)

حدیث قدسی ہے کہ بندہ نفل پڑھتے پڑھتے میرے اتنا قریب آ جاتا ہے کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں مجھ سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں مجھ سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں مجھ سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں مجھ سے وہ چلتا ہے۔

اس حدیث کے ماتحت امام رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اللہ کی تو کوئی مثال نہیں پھر ہاتھ پاؤں بننے کا کیا معنیٰ۔ آپ فرماتے ہیں۔

و کذلک العبد اذا واظب علی الطاعۃ بلغ المقام الذی یقول

اللّٰہ تعالٰی کنت له سمعا وبصرا۔ ای صار نور جلاله سمعاله مع القریب والبعید واذا صار ذالك النور بعینه رای القریب والبعید و اذا صار ذلك النور یدًا له قدر علی التصرف فی السهل والصعب والقریب والبعید واذا صار ذلك النور الخ

تفسیر کبیر امام رازی رحمتہ اللہ علیہ

ترجمہ: اسی طرح جب بندہ عبادت پر ہمیشگی کرتا ہے تو ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ خداوند قدوس خود فرماتا ہے کہ میں اس کے کان بن گیا آنکھیں بن گیا یعنی عبادت کا نور جب اس کے کانوں میں آیا تو وہ قریب بھی سنتا ہے اور بعید بھی سنتا ہے اور جب وہ نور آنکھوں میں آ گیا تو وہ قریب بھی دیکھتا ہے اور دور بھی اور جب اس کے ہاتھوں میں آتا ہے تو وہ آسان شئی بھی اٹھاتا ہے اور بھاری شئی بھی وہ قریب بھی اٹھاتا ہے اور دور سے بھی۔ اسی طرح اس کے پاؤں کی شان ہے الٰی آخرہ (تفسیر کبیر)

اس پر قرآن کریم کی یہ آیات دلیل ہیں کہ جناب سلیمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

قَالَ يَاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا آتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ، وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ○ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا آتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ

(القرآن)

جناب سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے درباریو کون ہے تم میں سے جو ملکہ سبا کا تخت اس کے مسلمان ہو کر آنے سے پہلے لے آئے تو ایک دیو جن بولا حضور میں لا سکتا ہوں آپ کے کچہری برخواست کرنے سے پہلے تو پھر ایک آدمی بولا جس کے پاس علم کتاب تھا کہ میں لا کر دے

سکتا ہوں اور اس سے پہلے کہ آپ آنکھ جھپکیں۔ جب دیکھا تو تخت آ بھی چکا تھا۔

اس آیۃ پر توجہ کیجئے کہ جن لا کر دے رہا تھا اور ملکہ کے آنے سے پہلے پہلے مگر جناب سلیمان علیہ السلام نے نہ مانا تو پھر ایک آدمی بولا جس کے پاس کتاب کا علم تھا اور امام راضی فرماتے ہیں: کمال یہ ہے کہ تخت سات کمروں میں بند تھا شاہی گیٹ تھے شاہی تالے تھے شاہی پہرہ تھا اور مسافت ایک ماہ جانے کا ایک ماہ آنے کا اور تخت اتنا وزنی ہے کہ چالیس بندہ اس کو گھسیٹتا ہے اسی بندہ اٹھاتا ہے مگر وہ مرد کامل آصف بن برضیا کہتا ہے کہ میں لا کر دے سکتا ہوں۔ فرمایا کتنی دیر میں عرض کی آنکھ جھپکنے سے پہلے جب دیکھا تو تخت آ بھی گیا تھا۔ امام راضی فرماتے ہیں: یہ سب قوت اس نور کی ہے جو عبادت کا نور اور کتاب کی روشنی اس کے دل میں تھی نہ تالے کھلنے کا پتا چلا نہ پہرے والوں کو پتہ چلا نہ مسافت کا پتہ چلا نہ وہ غائب ہوا مگر سب کچھ آن واحد سے پہلا ہو گیا معلوم ہوا ولی صاحب تصرف ہوتا ہے۔ •

اگر جناب سلیمان چاہتے تو جن سے منگوا سکتے تھے اور کام پورا ہو سکتا تھا مگر آپ چاہتے تھے کہ میں دنیا کو بتا دوں کہ جن سے زیادہ طاقت انسان کی ہے۔ بلکہ یوں بتایا کہ جہاں جنوں کی انتہا ہے وہ ولی کی ابتداء ہے۔

تاریخ وحدیث کا مشہور واقعہ

حضرت عمر فاروق خطبہ جمعہ مدینہ منورہ میں دے رہے تھے کہ اچانک حضرت عمر فاروق نے دوران خطبہ فرمایا:

يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ۔

اے ساریہ! پہاڑ کو دیکھو اے ساریہ! پہاڑ کو دیکھو۔

ادھر اہلِ مدینہ حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے خطبہ کہاں اور ساریہ تو مقام نہاوند میں جنگ میں گئے ہوئے ہیں۔ ادھر فاروق اعظم مدینہ سے نہاوند میں دیکھ رہے تھے ادھر جناب ساریہ مدینہ سے خلیفہ کی آواز سن رہے، نہ ان کے پاس دوربین نہ ان کے پاس

سننے کا آلہ تھا وہ نورِ خدا سے دیکھ رہے تھے یہ نورِ خدا سے سن رہے تھے چنانچہ حضرت ساریہ نے دیکھا تو پہاڑ کے پیچھے سے دشمن حملہ کر رہا تھا اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہوتی مگر بروقت عمر فاروق کی رہنمائی نے مسلمانوں کو شکست سے بچالیا۔ مجھے کہنے دیجئے کہ میدان والے بے خبر تھے اور مدینے والا باخبر تھا اور مدینے والے کی عظمت ممبر رسول کی برکت سے تھی کہ وہ ممبر رسول پر تشریف فرما تھے اور خود سوچو جو ممبر رسول پر بیٹھے اس کی یہ شان ہے تو ممبر والے کی اپنی شان کیا ہوگی۔

یہ ہے ولی کا تصرف اور نورِ عبادت کا کمال۔

نمبر۳: ولی کا معنی دوست۔ اللہ ولی کا دوست ہوتا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے:

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا ۔

ترجمہ: اللہ دوست ہے مومنوں کا۔ اور ولی اللہ کا دوست ہوتا ہے

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

ترجمہ: سن لو اللہ کے ولی نہ انہیں خوف نہ انہیں غم اللہ کے دوست کی شان دیکھنی ہے تو آئے۔

روض الریاحین ص ۱۴۳ پر علامہ یافعی شافعی نے ایک حکایت نقل فرمائی ہے جس سے اللہ کے دوست کی شان معلوم ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں۔ ابی العباس جناب خضر علیہ السلام سے حکایت۔ حضرت خضر علیہ السلام سے ایک ابدال نے پوچھا: حضرت آپ نے اپنے سے بھی کوئی زیادہ اللہ کا قریبی دوست دیکھا ہے جس کا مرتبہ دوستی میں آپ سے زیادہ بلند ہو فرمایا نعم ہاں میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں حاضر تھا کہ حضرت عبدالرزاق غوث پاک کے صاحبزادے درس حدیث دے رہے تھے اور ایک کثیر جماعت درس حدیث سن رہی تھی اور ایک کونے میں ایک نوجوان بالکل دنیا سے بے نیاز گھٹنو پر سر رکھے بیٹھا تھا فرماتے ہیں: میں نے اس سے کہا اے نوجوان کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ایک جماعت حضرت عبدالرزاق سے درس حدیث سن رہی ہے تم کیوں نہیں سنتے اس نے بڑی بے نیازی سے بغیر گھٹنو سے سر

اٹھانے کے اور بغیر توجہ فرمانے کے فرمایا ہاں لوگ یہاں عبدالرزاق سے سن رہے ہیں اور جہاں میں ہوں وہاں میں خود رزاق سے سن رہا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے بطور امتحان پوچھا کہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں اگر صحیح ہے تو بتائیں میں کون ہوں تو فوراً سر اٹھایا اور فرمایا کہ حضور کا فرمان:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله۔

ترجمہ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن کی فراست کو حق مانتے ہو تو سن لو تم حضرت خضر علیہ السلام ہو حضرت خضر فرماتے ہیں: میں نے جان لیا کہ اللہ کے ایسے دوست بھی ہیں جنکے علوم تبت کی انتہا کوئی نہیں جانتا۔ (روض الرحین ص ۱۴۳)

ولی اللہ کا دوست ہوتا ہے یا مخلوق خدا کا دوست ہوتا ہے اسے دنیا سے دوستی نہیں ہوتی۔ مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کی حاضری خواجہ عبید اللہ کے دربار میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ شیخ کامل کی تلاش میں خواجہ عبید اللہ اصرار پیشوائے اولیائے نقشبند کے دربار میں حاضر ہوئے تو آپ کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جس مکان میں آپ تشریف رکھتے تھے اس کے شہتیر سونے کے اور بالے سب چاندی کے یہ دیکھ کر آپ واپس پھرے اور ایک مصرعہ کہا کہ نہ مرداست کہ دنیا دوست دارد۔ وہ کبھی مرد کامل نہیں ہوسکتا جو دنیا کو دوست رکھے۔ یہ کہہ کر مسجد میں آ کر نماز پڑھی تھکے ہوئے تھے لیٹ گئے آنکھ لگی مقدر جاگ اٹھا اچانک دیدار مصطفےٰ علیہ السلام نصیب ہوگیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضور کے گرد و پیش غربا و مساکین کا رش ہے وہ اپنی غربت کی داستان حضور کو سنا رہے ہیں کہ اچانک حضور نے فرمایا: بلاؤ میرے عبید اللہ اصرار کو تا کہ کچھ غریبوں کو دیں حضرت خواجہ عبید اللہ اصرار حاضر خدمت ہوئے عرض کی حضور جو کچھ میرے پاس ہے یہ سب کچھ ان لوگوں کے لئے ہے مجھے تو حضور چالیس سال گزر گئے روٹی خشک نمک سے کھاتا ہوں اور چالیس سال میں ایک دن بھی لقمہ سالن سے نہیں لگایا۔ بس یہ دیکھنا تھا کہ آپ کی آنکھ کھل گئی فوراً خواجہ صاحب کے دربار میں حاضر ہوئے تو خواجہ صاحب

نے فرمایا: جامی آگئے ہو۔ جامی فرماتے ہیں: میں نے ندامت سے سر جھکا لیا فرمایا جامی وہ مصرعہ تو سناؤ بس میں تو حیرت میں ڈوب گیا کہ وہ مصرعہ تو میں نے دل میں کہا تھا کسی کو سنایا بھی نہیں انہیں کیسے پتہ چل گیا مگر میں نے ڈرتے ہوئے عرض کی حضور بہت شرمندہ ہوں مزید شرمندہ نہ فرمائیں فرمایا شرمندگی کی بات نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں ایک مصرعہ تیرا ہوگا ایک مصرعہ میں سناتا ہوں تاکہ شعر مکمل ہو جائے۔ فرماتے میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔

نہ ولی است کہ دنیا دوست دارد

فرمایا آگے یوں کہو: اگر دارد برائے دوست دارد

فرمایا کہ وہ مرد کامل نہیں جو دنیا کو دوست رکھے ہاں اگر دنیا رکھے تو پھر یار کے لئے رکھے۔

یوں جامی نے بیعت کی اور واپس تشریف لائے یہ اللہ کے دوستوں کی شان ہے کہ سب کچھ اللہ کے لئے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبند)

اسی لئے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

چیست دنیا از خدا غافل بدن نئے قماش ونقرہ وفرزند وزن

پیر رومی فرماتے ہیں: دنیا کیا ہے خدا کو بھول جانا۔ یہ چاندی سونا بیوی بچے دنیا نہیں ہے۔ یہ تو ضروریات زندگی ہیں۔

اللہ کا ولی چونکہ اللہ کا دوست ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ کے بندوں سے بھی دوستی اللہ کی خاطر کرتا ہے۔

چنانچہ علامہ قلیوبی نے اپنی کتاب قلیوبی میں ایک حکایت نقل فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ لوگ کشتی پر سوار تھے اور اسی کشتی میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی سوار تھے مگر حضرت جنید بغدادی نوافل میں مشغول تھے کہ اچانک کشتی میں پانی بھرنے لگا لوگ پریشانی سے چیخیں مارنے لگے ڈوب گئے ڈوب گئے کا شور برپا ہوا اور لوگ کہتے لگے بابا جی بابا جی نفل چھوڑ دو کوئی بچاؤ کا سامان کرو مگر وہ بابا کہاں سنے۔ اتنے میں ایک بزرگ

بولے بابے کو میں سناتا ہوں اس بابے نے بڑے آرام سے کہا جس خدا کی تم عبادت کر رہے ہو اس خدا کے بندے ڈوب چلے جب خدا کے بندے کی آواز کان پڑی تو فوراً سلام پھیر دیا دیکھا کہ کشتی ڈوبنے ہی والی ہے۔ آپ نے مصلےٰ اٹھایا اور پانی پر ڈالدیا فرمایا چھوڑ دو کشتی کو اور مصلے پر آجاؤ تمام مصلے پر کھڑے ہو گئے اور پار اتر گئے۔ یہ اللہ والوں کی شان ہے کہ دوستی بھی خدا کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اولیاء کاملین کے فیض سے بہرہ ور فرمائے آمین۔ قلیوبی

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ بروز ہفتہ

مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء



فضائل اولیائے کرام (۱)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔ (قرآن)

ترجمہ: جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور ہو وہ مومن تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطاء کریں گے۔

قرآن کریم کی اس آیۃ کریمہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ یہ زندگی کوئی اور ہے جس کا تذکرہ ہو رہا ہے کیونکہ یہ زندگی مشروط ہے ایمان وعمل سے جبکہ عام زندگی ایمان وعمل سے مشروط نہیں ہے۔

اس زندگی میں نہ ایمان شرط ہے نہ عمل بلکہ کافر بھی زندہ ہے مومن بھی۔ بدکار بھی زندہ پرہیز گار بھی۔ ورنہ کافر اور بدکردار کو تو زندگی نہیں ملنی چاہئے۔

اسی لئے علمائے کرام نے فرمایا: ایک حقیقی زندگی ہے۔ ایک عادی زندگی ایک حقیقی موت ہے اور ایک عادی موت۔ گویا کہ دو زندگیاں اور دو موتیں عادی زندگی غیر مشروط ہے۔ مگر حقیقی زندگی مشروط ہے۔

حقیقی موت کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ یہاں موتے سے مراد تمام

مفسرین نے فرمایا ہے: ای الکفار یعنی آپ کافروں کو نہیں سنا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے چلتے پھرتے کافروں کو مردہ فرمایا۔ اگر ان کی اس عادی زندگی کا اعتبار ہوتا تو اللہ ان کو مردود۔ منحوس۔ مبغوض فرما دیتا مگر مردہ تو نہ فرماتا۔ معلوم ہوا وہ کوئی اور موت ہے جو باوجود زندگی کے موت ہے اور وہ حقیقی موت ہے کار چلتا پھرتا مردہ اور کھاتا پیتا مردہ ہے۔

گویا کہ کافر حیاتِ عادی سے زندہ اور موت حقیقی سے مردہ ہے اور یہ دونوں جمع ہو سکتی ہے موت حقیقی اور حیات حقیقی دونوں جمع نہیں ہو سکتیں مگر موت حقیقی اور حیات عادی جمع ہو سکتی ہیں۔

حیات حقیقی کو قرآن نے یوں بیان فرمایا

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰـكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

اور نہ کہو ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے مردہ بن کر وہ زندہ لیکن تمہیں شعور نہیں۔

اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے جو قتل کیے گئے ان کو مردہ نہ کہو۔ جبکہ روح پرواز کر گئی دفن کر دیا گیا جائیداد تقسیم ہو گئی بیوی نے آگے نکاح کر لیا۔ جسم ہمارے سامنے دم توڑ گیا اعضاء ساکن ہو گئے ہم نے عرض کیا یا اللہ اس میں کوئی علامت زندگی کی نظر نہیں آتی خدا نے فرمایا: تمہیں کچھ زندگی نظر آئے یا نہ آئے لیکن یہ زندہ ہیں تم بے شعور ہو۔ معلوم ہوا اگر روح کے نکل جانے کا نام موت ہے تو وہ ہو گیا مگر روح نہ ہونے کے باوجود زندہ تو معلوم ہوا یہ کوئی اور زندگی ہے موت عادی کے بعد بھی موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ کافر چونکہ حقیقی موت سے مردہ ہے وہ حیات عادی سے زندہ بھی رہے تو مردہ ہے اور مومن شہید حقیقی زندگی سے زندہ ہے حیات عادی جاتی رہے اور موت عادی آ بھی جائے تو زندہ ہے معلوم ہوا کہ موت نام ہے کفر کا اور حیات نام ہے ایمان کا۔

حضور کی زبان مبارک پر بعد وصال پر ذکر جاری تھا

جب حضور کی ذات پاک نے اس دارفانی کو چھوڑا اور صحابہ کرام آپ پر درود پڑھتے جاتے تھے اور گزرتے جاتے تھے مگر جو صحابی ذرا جھک کر گزرتا تھا وہ حضور کے لبوں سے ذکر کی آواز سنتا تھا کیونکہ آپ حیات حقیقی سے مقصف تھے۔

مومن فنا نہیں ہوتا بلکہ نقل مکانی کرتا ہے

مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث نبی اللّٰہ حی یرزق عند ربہ کے حاشیہ پر یہ عبارت منقول ہے۔

اولیاء اللّٰہ لایموتون بل ینتقلون من دارالفناء الی دارالبقاء

ترجمہ: اللہ کے دوست نہیں بلکہ دار فانی سے دار باقی میں چلے جاتے ہیں۔

سید العارفین حضرت اسد یافعی شافعی اپنی کتاب روضۃ الریاحین کے صفحہ ۹۸ پر تین واقع نقل فرمائے ہیں۔

نمبر ۱: ان الاحباب احیاء و ان ماتوا وانما ینقلون من دارالی دار۔

بے شک اللہ کے دوست زندہ ہیں اگرچہ وہ فوت ہو جائیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ ایک دار سے دوسری دار میں چلے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر نکلے ادھر ڈوبے

یعنی جس طرح آفتاب فنا نہیں ہوتا بلکہ اپنی منزل پر رواں دواں رہتا ہے صرف لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتا ہے لوگ سمجھے شاید فنا ہو گیا یہی حال مومن کا ہے عالم ارواح سے غوطہ مارا ماں کے پیٹ میں آ نکلا ماں کے پیٹ سے غوطہ مارا دنیا میں آ نکلا

دنیا سے غوطہ مارا برزخ میں جا نکلا' برزخ سے غوطہ مارے گا تو حشر میں جا نکلے گا۔ بس آفتاب کی طرح اپنی منزلیں طے کرتا جا رہا ہے۔

نمبر۲: حضرت علامہ ابو یعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے ایک شاگرد مکہ مکرمہ سے مجھے ملنے کے لیے آئے اور دست بوسی کرنے کے بعد یوں گویا ہوا:

یا استاذ انی غدا اموت وقت الظهر فخذ هذا الدينار ماحضرتی بنصفه و كفنی بنصفه ۔ (روض الریاحین ص ۹۸)

اے استاد محترم! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا اور یہ دینار لے لیں' آدھے سے کفن خرید لینا' آدھے سے بقایا خرچ پورا کر لینا۔

استاد حیران ہوئے کیا آدمی ہے مگر وہ واقعی دوسرے دن ظہر کے وقت نمازِ ظہر ادا کی' استاد کے ہاتھ چومے اور لیٹ گیا اور فوت ہو گیا۔ استاد نے غسل دیا' کفن دیا' دفن کر کے جب قبر سے باہر آنے لگے تو سوچا بہت نیک شاگرد تھا اس کا چہرہ کیسا ہے جونہی کفن چہرے سے ہٹایا تو اس نوجوان نے آنکھیں کھول دیں۔ استاد نے پوچھا: احیات بعد الموت تو پھر شاگرد بول پڑا۔

انا حی و کل محب الله حی ۔

ترجمہ: میں زندہ ہوں اور ہر محبِ خدا زندہ ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے دوست موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں مگر ہم بے خبر ہیں۔

نمبر۳: حضرت ابو علی روزباری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے پاس چند اللہ والے مہمان تشریف لائے تو ان میں ایک بیمار ہو گیا تو بیماری طویل ہو گئی' امام ابو علی نے قسم کھالی کہ اس کا تمام خرچہ وغیرہ میں خود کروں گا۔ چنانچہ جب اس کا انتقال ہوا تو دفن کرنے کے بعد کفن اُلٹ کر دیکھا تو وہ بزرگ بول پڑے اور کہنے لگے اے ابو علی روزباری! تو نے میری یہاں مدد کی' میں تیری محشر میں مدد کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور خاموش ہو گئے۔ (روض الریاحین ص ۹۸)

یہ ہے اللہ کے دوستوں کی موت جو اصل میں حیات ہے۔

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح صدور میں فرمایا:

ایک بڑھیا جو انتہائی متقی پارسا تھی اس کا انتقال ہو گیا' لوگ بہت معتقد تھے' اچھا کفن دیا اور جنازے میں لوگ بے انداز شریف ہوئے۔ جنازے میں ایک نباش کفن چور بھی آ گیا اور بالکل امام کے پیچھے کھڑا ہوا جب دفن کیا گیا تو لوگوں نے قبر پر مٹی ڈالی' اس نے ایک بہت بڑا ڈھیلا رکھا تا کہ نشانی یاد رہے جب رات کو قبر کھودی اور مائی کے کفن کو ہاتھ ڈالا تو مائی بولی (فتکلمت وقالت) یعنی مائی بولی اور کلام کیا' تعجب کی بات ہے کہ ایک جنتی بندہ جنتی عورت کا کفن کھینچ رہا ہے۔ وہ آدمی حیران ہو کر بولا کہ خدا کی بندی تو تو نیک ہے اس لیے جنتی ہے' میں تو زندہ کیا مردوں کی چوری کرتا ہوں اور کفن اُتارتا ہوں' میں جنتی کیسے ہو گیا؟ اس مائی نے فرمایا: بوقت موت خداوند قدوس نے مجھے فرمایا کہ اے میری بندی تو نے مجھے خوش کیا ہے' میں تمہیں خوش کرتا ہوں جو بھی تیرے جنازہ میں شریک ہوگا' میں اسے بخش دوں گا اور تو تو امام کے پیچھے کھڑا تھا بس اس شخص نے توبہ کر لی' مستقل نیک و پارسا ہو گیا۔ یہ ہے ولیہ کی موت کہ موت کے بعد بھی تبلیغ کر کے ایک گناہ گار کو پرہیزگار بنا گئی۔

شرح صدور فی احوال الموتی والقبور

حدیث: مومن قبر میں قرآن پڑھتا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ضرب بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خباء ہ علی قبر وھولا لتحسب انہ قبرء فاذا فیہ انسان یقرأ سورۃ تبارك الذی بیدہ الملك حتی ختمھا فاخبرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بأمرہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھی ایمانتہ ھی المنجیۃ تنجیہ من عذاب اللہ.

(رواہ الترمذی مشکوۃ ص ۱۸۰)

ترجمہ: ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے اپنا خیمہ بے خبری سے قبر پر لگا دیا اچانک زمین سے تلاوتِ قرآن تبارک الذی بیدہ الملک سورۃ

ملک کی آواز شروع ہوئی یہاں تک کہ پوری سورہ صاحبِ قبر نے پڑھی جب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا' یہ سورۃ عذابِ قبر کو روکتی ہے اور اللہ کے عذاب سے نجات دیتی ہے۔

گویا کہ مومن کی قبر بھی قرآن پڑھنے کی جگہ ہے اور بعد موت قرآن قبر میں بھی اللہ والے پڑھتے ہیں۔

ولی کی حیات اتنی قوی ہے کہ مردے بھی اس جگہ آ کر زندہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے فرمان کے مطابق خضر علیہ السلام کی تلاش میں چلے اور آپ کا ساتھی جس کے پاس کھانا اور بھونی ہوئی مچھلی تھی جو زنبیل میں ڈالی ہوئی تھی۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ٥

ترجمہ: پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس نے سمندر میں اپنی راہ لی' سرنگ بناتی ہوئی داخل ہوئی جہاں ایک پتھر کی چٹان تھی اور چشمۂ حیات تھا تو وہاں دونوں حضرات نے استراحت کی اور مصروفِ خواب ہو گئے۔ بھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں زندہ ہو گئی اور تڑپ کر دریا میں جا گری اور پھر سے پانی کا بہاؤ رُک گیا اور ایک محراب نما سرنگ بن گئی۔ حضرت یوشع بے دار ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گیا اور چلتے رہے' دُور جا کر موسیٰ علیہ السلام نے کھانا پوچھا تو یوشع کو یاد پھر لوٹے اسی جگہ پہنچے تو ابھی سوراخ موجود تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام داخل ہوئے تو جناب خضر سے ملاقات ہوئی۔

بہر حال بتانا یہاں مقصود یہ ہے کہ حیاتِ اولیاء اتنی قوی ہے کہ اس ایریا میں بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو گئی مگر بعض لوگ خود اولیائے کرام کو بھی زندہ نہیں مانتے۔

جب مردہ جسم زندہ ہو سکتے ہیں تو مردہ دل کیوں زندہ نہیں ہو سکتے۔

ایک ولیہ نے اپنے ڈوبے ہوئے بچے کو زندہ نکال لیا

روض الریاحین کے ص ۹۸ پر ایک عجیب و غریب حکایت نقل کی گئی جس سے ایک اللہ کی ولیہ کی شان کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت علامہ سری رحمتہ اللہ علیہ کی ایک تلمیذہ کا لڑکا ایک معلم کے پاس پڑھتا تھا اس کو استاد نے چکی پر آٹا پسانے کے لیے بھیجا جو گھر اس نہر پر چلتا تھا۔ بچہ اس نہر میں ڈوب گیا۔ معلم نے حضرت سری رحمتہ اللہ علیہ کو اطلاع دی' وہ معلم کو لے کر اس بچے کی والدہ کے پاس تشریف لے گئے اور صبر و رضا پر وعظ شروع فرما دیا اس عورت نے پوچھا: اصل بات بتاؤ' بات کیا ہے تو حضرت سری نے فرمایا: تیرا بیٹا ڈوب گیا ہے۔ کہا میرا بیٹا؟ فرمایا' ہاں! عورت نے کہا' اللہ ایسا نہیں کرے گا' چلو میرے ساتھ چلو' کہاں ڈوبا ہے جب اس مقام پر تمام لوگ پہنچے تو مائی نے بیٹا کہہ کر زور سے آواز دی' اے میرے بیٹے محمد! اس نے پانی میں سے آواز دی یا اماہ! عورت نیچے اُتری اس کے بازو سے پکڑا اور باہر لے آئی۔ حضرت سری نے حضرت جنید بغدادی کی طرف دیکھا اور عرض کی' حضور! یہ کیا ہے؟ فرمایا' یہ عورت ان میں سے ہے جو حقوقِ خدا کو پورا کرتے اور جو خدا کے حقوق پورے کرتے ہیں اور جو حقوقِ خدا کا پورا لحاظ کرتے ہیں اور جو حقوقِ خدا کا پورا احترام کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو پہلے حادثہ کی اطلاع عطا فرماتا ہے اور جب حادثہ نہیں ہونا ہوتا تو اس کی اطلاع نہیں دیتے۔ چونکہ یہ عورت انہی لوگوں میں سے ہے ابھی اس کو اطلاع نہیں ملی تھی۔ (روض الریاحین ص ۹۷)

روح پر زندگی منحصر نہیں بلکہ روح ایک سبب ہے۔

ان قرآن پاک کے دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ زندگی کا انحصار روح پر نہیں بلکہ اور زندگی کا ایک ذریعہ اور سبب ہے۔ خداوند قدوس قادر مطلق ہے چاہے تو زندگی ہو اور روح نہ ہو اس کی کئی مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔

اُحد پہاڑ کا وجد کرنا

بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ

نفوس قدسیہ جب احد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ وجد میں آ گیا۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ کو ایڑھی مارتے ہوئے فرمایا:

اسکن یا احد اسکن فانما علیك نبی و صدیق و شهیدان۔

ترجمہ: ٹھہر جا اے احد! ٹھہر جا بے شک تجھ پر ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ (بخاری و مشکوٰۃ)

اندازہ فرمائیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کی برکت سے پہاڑ خوشی سے وجد میں آ گیا اور جھومنے لگا یہاں دو مسئلے ثابت ہوئے ایک تو یہ کہ پہاڑ میں روح نہیں ہے مگر زندگی موجود ہے کہ وہ جھوم رہا ہے اور وجد کر رہا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اُمت کے افراد کی موت کا بھی علم ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے فرمایا' صدیق کہا اور فاروق اعظم اور عثمان غنی کو شہید فرمایا' یہ دونوں شہید ہوئے۔

استن حنانہ کا رونا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کھجور کے تنے سے تکیہ لگا کر خطبہ دیتے تھے جب ممبر شریف بن گیا' تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ شروع کیا تو کسی کے رونے کی آواز اور باقاعدہ جیسے بچہ سسکیاں لے کر روتا ہے' یوں کوئی رو رہا ہے۔ صحابہ حیران ہوگئے چنانچہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ممبر کو چھوڑا اور خشک کھجور کے تنے کے قریب تشریف لائے اور اس کو تسلی دی' فرمایا: تو صبر کر لے' تجھے جنت کا درخت بنا دوں گا۔

معلوم ہوا کہ خشک تنے میں روح نہیں تھی مگر وہ رو رہا تھا' رونا زندگی کی دلیل ہے۔ معلوم ہوا کہ زندگی روح پر منحصر نہیں ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے بغیر روح کے زندگی دے سکتا ہے جیسے کہ استن حنانہ کو تمام صحابہ نے روتے ہوئے دیکھا۔

پیر رومی نے خوب فرمایا

استن حنانہ از ہجر رسول
نالہ محاز دہم چوں ارباب عقول

کہ وہ استن حنانہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فراق سے عقل والوں کی طرح رو رہا تھا۔ رومی نے اس میں زندگی اور عقل بھی ثابت فرمائی ہے۔

حضرت علی کا سلام سن کر رُک جانا' پہاڑ اور درخت آپ کو سلام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ شریف کی طرف جا رہے تھے' آگے آگے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے اور پیچھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ اچانک رُک گئے اور انتہائی حیران تھے۔ سرکار نے فرمایا' کیوں رُک گئے ہو؟ اور اتنے حیران کیوں ہو؟ عرض کی حضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کوئی سلام پڑھ رہا تھا مگر نظر نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا' علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) درخت اور پہاڑ مجھ پر سلام پڑھ رہے تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہر درخت بھی اور پہاڑ بھی آپ کو سلام کرتا تھا۔ پہاڑوں اور درختوں نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا بھی اور صلوٰۃ وسلام بھی پڑھا۔ یہ دونوں باتیں زندگی کی دلیل ہیں' پہچاننا اور پڑھنا۔ معلوم ہوا پہاڑوں میں روح نہیں مگر زندگی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴)

تمام دلائل کا مقصد یہ ہے کہ زندگی روح پر منحصر نہیں ہے بلکہ روح نہ ہو تو بھی زندگی خداوند قدوس دے سکتا ہے اور دیتا ہے اور اگر پتھروں اور درختوں میں زندگی بغیر روح کے آ سکتی ہے تو انسان کا جسم تو زندگی کا مرکز رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جسم میں روح نہ ہو پھر بھی زندگی موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و حدیث سمجھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

۲۷ رمضان شریف ۱۴۱۱ھ بروز ہفتہ مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء

فضائل اولیائے کرام (۲)

یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ۔الایۃ

اہلِ اللہ نے ایمان کی تعریف یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا سے نکالی' یہ ایک تعریف الایمان ہوا' تصدیق بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو علمائے کرام نے ارشاد فرمائی ہے۔

دوسری تعریف وہ ہے جو اولیائے کاملین نے ارشاد فرمائی ہے۔

آمنوا میں استعمال ہونے والے چار حرف ہیں۔ الف' م' ن' و اولیائے کرام نے فرمایا: الف سے اللہ' م سے محمد مصطفیٰ علیہ السلام' ن سے ہر نبی' و سے ولی مراد ہے۔

الحمدللہ اس آیت کریمہ اور اس ایمان کی تعریف' صحیح مصداق اہلسنّت ہیں کیونکہ اہلسنّت خدا کو مانتے ہیں۔ مصطفیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں' انبیاء کو مانتے ہیں اور اولیاء کو مانتے ہیں۔

باقی طبقے کوئی خدا کو نہیں مانتا' کوئی مصطفیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا' کوئی تمام انبیاء کو نہیں مانتا' کوئی اولیاء کو نہیں مانتا' ہم سب کو مانتے ہیں بلکہ ان کی پیروی کرتے ہیں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سارے لوگ اچھے ہیں' کسی کو بُرا مت کہو۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یوں کیوں نہیں فرمایا: اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سب کے ساتھ ہو جاؤ بلکہ وہ فرماتا ہے کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ معلوم ہوا خدا کو علم تھا کہ جھوٹے لوگ بھی پیدا ہوں گے لہٰذا فرمایا کہ سچے لوگوں کے ساتھ ہونا ہے' جھوٹے لوگوں سے دُور رہنا ہے بلکہ قرآن کریم میں دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۔ الایۃ

اور اتباع کر اس کے راستے کی جس کا رجوع میری طرف ہے۔

اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا -الایة
اور نہ اطاعت کر اس شخص کی جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔
یہاں بھی خدا غافلوں سے روکتا ہے اور اپنے ذاکروں اور شاکروں کی اتباع کا حکم دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سارے اچھے نہیں ہیں اسی طرح ابتدا قرآن میں ارشاد فرمایا:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

ہمیں راستہ دکھا ان کا جن پر تیرا انعام ہوا نہ جن پر تیرا غضب ہوا نہ گمراہوں کا۔
یہاں بھی یہ نہیں فرمایا کہ سب کے راستے پر چلو بلکہ ان لوگوں کے راستے پر چلو جو انعام یافتہ ہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

انعام یافتہ لوگ ہیں جن کا راستہ لینا جن کے پیچھے چلنا ہے وہ انبیاء علیہم السلام ہیں' وہ صدیق ہیں' وہ شہداء ہیں' وہ اولیاء۔
بحمد اللہ ہم انبیاء کے قائل صدیقین کے قائل شہدا کے قائل اور اولیائے کاملین کے قائل ہیں اس لیے یہ جماعت ہی حق پر قائم ہے۔ (نکتہ)
اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ صراط القرآن یا صراط الحدیث بلکہ صراط الذین راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا۔ منکر انبیاء گئے' منکر صدیقین گئے' منکر شہداء گئے' منکر اولیاء گئے۔ قرآن حکیم یقیناً راہِ ہدایت حدیث یقیناً راہِ ہدایت مگر لوگ اس کی تفسیر و تشریح غلط کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا

قرآن پڑھ کر بہت گمراہ ہوتے ہیں' بہت سے ہدایت پا جاتے ہیں۔
حدیث میں میں مشکوٰۃ شریف میں ہے:

ربّ قال القراٰن والقراٰن یلعنه

بہت سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں' قرآن ان پر لعنتیں ڈالتا ہے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ (قرآن پاک)

ترجمہ: یاد کیجیے جب تیرے خدا نے فرشتوں سے فرمایا' میں زمین میں خلیفہ اور نائب بنانے والا ہوں۔

قرآن کریم کی اس آیت نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام کو بطور اپنا نائب و خلیفہ بنا کر بھیجا۔

دستور یہ ہے کہ جتنا بڑا اصل قوی اور محترم ہوگا اتنا ہی قوی اور محترم اس کا نائب ہوگا۔

یہاں تقریر سے پہلے ایک تمہید کا سمجھنا اشد ضروری ہے تا کہ ایک اصول و ضابطہ سمجھ میں آ جائے۔ انسان میں دو قوتیں ہیں' ایک قوتِ جسمانی' دوسری قوتِ روحانی

قوتِ جسمانی

قوتِ روحانی

(۱) جسم کی تخلیق الگ ہے۔

(۲) روح کی تخلیق الگ ہے۔

(۳) جسم کی غذا الگ

(۴) روح کی غذا الگ

(۵) جسم کے عہدے الگ

(۶) روح کے عہدے الگ

(۷) جسم کے اختیارات الگ

(۸) روح کے اختیارات الگ ہیں۔

جسم کی تخلیق کی وضاحت از قرآن کریم

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔

ترجمہ: ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکال لیں گے۔

معلوم ہوا کہ جسم کی تخلیق کا مرکز مٹی ہے اس سے ہی بنا ہے اسی میں دفن ہوگا اور قیامت میں قبر سے ہی اُٹھے گا۔ گویا کہ یہ جسم خاکی عالم دنیا کی شے ہے۔

روحِ آسمانی سے اس کی تخلیق بالائی ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ۔ (قرآن)

جب لوگوں نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) روح کیا چیز ہے؟ تو آپ کو خداوند قدوس نے فرمایا' حبیب ان سے کہہ دو تم حقیقت کے جاننے سے عاجز ہو صرف جان لو کہ روح امر الٰہی ہے۔ گویا کہ روح آسمانی شئی ہے۔

ایک شئی زمین ہے اور ایک شئی آسمانی ہے ان دونوں کے مل جانے سے حضرت انسان بنا ہے۔

جب دونوں چیزوں کے مرکز الگ ہیں تو ان کی خوراک بھی الگ ہوگی۔ چنانچہ جسم کی خوراک کا تمام تر نظام دنیا سے وابستہ ہے۔ مثلاً غلہ' سبزیاں' گوشت وغیرہ یہ سب چیزیں زمین سے وابستہ ہیں اور یہیں سے پیدا ہوئی ہیں اور جسم کو انہیں کے کھانے

سے لطف آتا اور مرغ و مسلم وغیرہ کھا کر بہت لذت محسوس کرتا ہے۔

روح چونکہ بالائی ہے اس کا نظام خوراک بھی بالائی ہے۔ مثلاً تلاوتِ قرآن، ذکر خدا، ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور روح کو انہیں چیزوں سے مزا آتا ہے۔

جسم کے عہدے نیز جسم کے عہدے فانی ہیں۔

جسم کے عہدے صدر، گورنر، کمشنر وغیرہ، وزیراعظم، وزیراعلیٰ، وزیر، مشیر وغیرہ یہ سب عہدے عارضی اور فانی ہیں۔

اپنی زندگی میں ہی جب یہ لوگ عہدے سے ہٹ جائیں تو سابق صدر، سابق وزیراعظم بلکہ موت تک بھی عہدے پر رہیں اور عہدے کے اندر ہی فوت ہو جائیں تو بھی سابق صدر مرحوم کے نام سے یاد ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم خود فانی ہے اس کے عہدے بھی فانی ہیں۔

روح کے عہدے باقی اور پائے دار ہیں۔

روح کے عہدے، نبوت رسالت، شہادت، ولایت

رسول جہاں بھی ہوگا جس حالت میں بھی ہو وہ رسول ہی ہوگا۔ مثلاً رسول جب تک دنیا پر زندہ ہے تو رسول اللہ ہے اور جب عالم سے پردہ کر جائے تو بھی سابق نہیں کہلائے گا کہ سابق کلیم اللہ نے فرمایا: یا سابق شہید نے فرمایا، سابق ولی نے فرمایا۔

بلکہ نبی اس عالم میں ہے تو نبی ہے، برزخ میں ہے تو نبی ہے، آسمانوں پر ہے تو نبی ہے اسی طرح شہید ولی، زمین پر ہیں تو شہید اور ولی، برزخ میں ہوں تو شہید و ولی، قیامت کو اٹھیں گے تو بھی نبی نبی ہوگا، شہید شہید ہوگا، ولی ولی ہوگا۔

معلوم ہوا کہ روح بھی پائے دار ہے اس کے عہدے بھی پائے دار ہیں۔

جسم کے اختیارات فقط زندگی میں اور وہ زمانہ عہدہ میں

صدر جب تک صدر رہے اس کے اختیارات ہیں اور جب کرسی سے اُتر جائے بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے، کوئی سلام کرنے کو تیار نہیں اسی طرح وزیراعظم، وزیراعلیٰ وغیرہ مثلاً یہ حاکم جس کو دینا چاہیں، اپنی زندگی میں ہی دے سکتے ہیں اور اپنے عہدے کے

دوران دے سکتے ہیں چونکہ جسم کمزور ہے اس کے اختیارات بھی کمزور ہیں۔

روح کے اختیارات جسم میں رہ کر بھی اور بعد وصال بھی

روحانی لوگ اپنی زندگی میں بھی دے سکتے ہیں اور بعد زندگی بھی' ان کے اختیارات ہمیشہ ان کے پاس ہوتے ہیں بلکہ ان کے اختیارات زمین پر بھی ہوتے اور آسمانوں اور بلندیوں پر بھی ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین پر کھڑے ہوتے ہوئے چاند کو بغیر کوئی سوٹا مارے یا کوئی چیز مارے دو ٹکڑے کر دیا بلکہ صرف وہ خط استوائی جو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلی سے نکلا اور سیدھا چاند پر گیا تو اس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اندازہ کیجیے زمین پر کھڑے ہو کر لاکھوں میل پر صرف انگلی سے نہیں بلکہ اس کے خط استوائی سے چاند کو توڑ دیا تو جس کے انگلی سے نکلنے والے اشارے کی یہ قوت ہے تو پھر انگلی کی قوت پھر ہاتھ کی قوت پھر جسم کی قوت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

اسی طرح زمین پر کھڑے کھڑے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگلی کے اشارے سے اتنے بڑے آفتاب کو موڑ دیا' کیا خوب کہا اعلیٰ حضرت نے

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

....

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی چاند کا کلیجہ چر گیا

شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں' بعض لوگ کہتے ہیں کہ حیات زندہ قوی ہے' میں کہتا ہوں حیات؟؟ بہت قوی تر ہے۔

بعض میگوہند کہ حیات حی قوی است
میگوہم کہ حیات میت اقوی تراست

اس پر آپ نے ارشاد فرمایا' دیدم چہار کس دا داقبور خود تصرف میکنند مانند

تصرفہائے در دنیا یا بیشتر یکے شیخ معروف کرخی و دیگر شیخ عبدالقادر

شیخ صاحب فرماتے ہیں: میں نے چار بزرگوں کو دیکھا کہ وہ قبروں میں زندگی سے بھی زیادہ کام کر رہے تھے۔ ایک شیخ معروف کرخی دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی۔ فرمایا حق نہیں ہے بلکہ سبب اولیاء کاملین تصرف کرتے ہیں۔

شیخ بوعلی قلندر اور وائسرائے ہندوستان

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال فرماتے ہیں::

ایک مرتبہ لاہور کے گورنر کی سواری آ رہی تھی' لوگوں کو ہٹایا جا رہا تھا کہ اچانک مجذوب سا آدمی اُکڑ گیا جب اس کارندے نے کہا ہٹ گورنر کی سواری آ رہی ہے۔ اس نے کہا' وہ گورنر ہے' ہٹنا پڑے گا۔

مجذوب بولا: وہ گورنر میں قلندر کا قلندر ہوں بس اس نے ایک پتھر مارا اور ہٹا دیا؟ اس مجذوب نے اپنے شیخ سے شکایت کی اور عرض کیا کہ اس کافر کتے نے مجھے مارا ہے اس کو یہاں سے نکال دو۔ چنانچہ آپ نے ایک وائسرائے ہندوستان کو خط لکھا جس کو ڈاکٹر اقبال نے یوں نقل فرمایا ہے ۔

بازگیر ایں عاملے بدگو ہرے
ورنہ بخشم ملک تو بدر گیرے

اے وائسرائے ہندوستان! اس بدذات کمینے گورنر کو فوراً معزول کر دو ورنہ یہ تیرا ملک میں کسی اور کو دے دوں گا۔ چنانچہ فوراً تعمیل ارشاد کی گئی مگر ہم تو ایک چپڑاسی کو بھی نہیں معطل کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ روحانی عہدے اور اختیارات زیادہ قوی و مضبوط ہوتے ہیں۔

آستانہ عالیہ میاں میر رحمتہ اللہ علیہ اور جہانگیر بادشاہ وقت کی حاضری

ایک مرتبہ جہانگیر حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کو ملنے گیا' آپ مصروف وظیفہ تھے' دربان نے روکا جس پر جہانگیر حیران ہو کر خادم سے بولا' مجھے جانتے ہو اس نے کہا' خوب جانتا ہوں' تم ہندوستان کے بادشاہ مگر میرے بادشاہ میرے پیر و مرشد ہیں اس

لیے ان کی تعمیل بہت ضروری ہے۔ فرمایا' اچھا تو یہ رقعہ دے کر آؤ۔ جہانگیر نے لکھا

بر درِ درویش درباں نہ باید

جب آپ کو رقعہ ملا تو فرمایا' جہانگیر آیا عرض کی حضور آیا ہے' فرمایا: اس کو اس کا جواب دے دو۔ آپ نے جواباً لکھا:

بباید تا سگ دنیا نیامید

جہانگیر نے لکھا تھا کہ درویشوں کے آستانوں پر دربان نہیں ہوتے' آپ نے فرمایا: اس لیے دربان رکھا ہے تا کہ کوئی دنیاوی کتا نہ گھس آئے۔ جواب سنتے ہی جہانگیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا' چلو آج فقیر جلال میں ہے جب جمال میں ہوگا تو پھر ملیں گے۔ چنانچہ بادشاہ واپس چلا گیا۔

یہ ہے قوت روحانی جو انتہائی مضبوط اور قوی ہے۔ (تاریخ شاہجہانپوری)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک یہودی کا سوال

حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن جو کی روٹی کھا رہے تھے کہ آپ کو پسینہ آنے لگا' ایک یہودی نے دیکھا اور حیران ہو کر بولا' آپ ہی شیر خدا ہیں؟ فرمایا: ہاں! میں ہی شیر خدا ہوں' بولا: آپ نے ہی درِ خیبر اُکھیڑا تھا؟ فرمایا: یقیناً اس نے کہا جس کو کھانا کھاتے پسینہ آ رہا ہے وہ اتنا کام کیسے کر لے گا؟ آپ نے فرمایا: بدبخت تجھے دھوکہ لگ گیا ہے وہ درہ میں نے ہی اُکھیڑا ہے مگر وہ میری قوت روحانی تھی اور یہ قوت جسمانی ہے۔

معلوم ہوا کہ روحانی قوت اور ہے اور جسمانی قوت اور ہے' جسم کی قوت جسم کے مطابق ہے' روحانی قوت روح کے مطابق ہے۔

ملکہ سبا کا تخت حضرت آصف بن برخیا نے قوتِ روحانی سے منگوایا تھا ورنہ جسمانی قوت کے زد سے باہر تھا۔

روحانی عزت بعد موت بھی قائم رہتی ہے۔

اصحابِ کہف جب کہف میں یعنی غار میں سو رہے تھے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے

ہیں:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ

ترجمہ: اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے دینی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں۔

اگر دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ ہوتا خداوند قدوس اپنا نظام نہ بدلتا مگر اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی خاطر نظام تو بدلتا ہی بدلتا ہے مگر انبیاء و اولیاء کاملین کی خاطر تین سو سال تک آفتاب کا روٹ بدل دیا اور آفتاب کے نظام کو ولیوں کے لیے بدل دیا اور ان کو دھوپ سے بچانے کی خاطر یہ سب کچھ کیا گیا۔

ولیوں کا روحانی رعب بعد موت بھی قائم رہتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا

ترجمہ: اے سننے والے اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر کے بھاگے اور ان سے ہیبت سے بھر جائے۔

قرآن کریم کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ روحانی بادشاہ یعنی اولیائے کاملین اتنے بارعب ہوتے کہ زندگی اور بعد زندگی ظاہرہ رعب قائم و دائم رہتا ہے جبکہ یہ حکومت ان کے علاوہ کسی حاکم کو نصیب نہیں ہوتی۔

نوٹ: یہ بات عجیب ہے کہ آج کل دنیاوی حکام کے اختیارات کو تو مانتے ہیں مگر روحانی حکام کے اختیارات کو نہیں مانتے۔

مثلاً صدر کا نائب گورنر ہے مگر صوبے میں بااختیار ہے۔

وزیر اعظم کا نائب وزیر اعلیٰ ہے مگر صوبے میں بااختیار ہے۔

آئی جی کا نائب ڈی آئی جی بااختیار ہے۔ چنانچہ ہر نائب اپنے اصل کے ایریا

میں اس کا بااختیار نائب ہوتا ہے۔

مگر وہ ذات جو اصل حاکم بلکہ احکم الحاکمین ہے اس کا نائب کیوں بے اختیار ہوگا بلکہ زیادہ مضبوط مختار ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نائب انبیاء ہیں اور انبیاء کے نائب اولیاء ہیں۔ یہ کیوں بے اختیار ہیں اور یہ تو ایسے بااختیار ہیں کہ بعد انتقال بھی ان کی حکومت چلتی رہتی ہے۔

پاکستان کا ہر صدر اور وزیراعظم داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پر سلام کرتا ہے۔ اہلِ لاہور جانتے ہیں کہ کوئی صدر آئے' کوئی وزیراعظم آئے' کوئی گورنر آئے' کوئی وزیراعلیٰ آئے تمام داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر سلام عرض کرتا ہے کیونکہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ اصل حاکم و بادشاہ یہ لوگ جو اپنی قبروں میں بھی حکومت کر رہے ہیں اور یہ لوگ ہیں جو سدا حکومت کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۹۱ء بروز اتوار



لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

ترجمہ: اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں اور نہیں بھیجا آپ کو ہم نے مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، میں سب سے پہلے مسلمان ہوں۔

نمبر۲ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں، عالمین میں سارے جہان شامل ہیں۔

نمبر۱: وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ الآیۃ

اس کے لیے اسلام لا چکے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمینوں میں ہیں۔

معلوم ہوا ہر شئی ذاتِ الٰہی کو ماننے والی ہے اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں سب سے پہلا مسلمان ہوں اس لیے کہ آپ اوّل الخلق حقیقی ہیں اگر کوئی اور اوّل ہے تو اوّل اضافی ہے۔

نمبر۲: حضور علیہ السلام تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور کوئی شئی بھی رحمت الٰہی سے بے نیاز نہیں ہے بلکہ اصول یہ ہے کہ جس چیز کی حیات و بقاء جس شئی پر موقوف ہو تو اللہ تعالیٰ موقوف علیہ کو پہلے پیدا فرماتا ہے اور موقوف کو بعد میں پیدا فرماتا

ہے۔ مثلاً آگ، ہوا، پانی اور مٹی وغیرہ کا انسان اپنی حیات و بقاء میں محتاج ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو پہلے پیدا کیا، انسان کو بعد میں پیدا کیا۔

اسی طرح بچے کو جب خداوند عالم پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ماں کے سینے میں اس کی غذا کا پہلے انتظام فرماتا ہے، بچہ بعد میں آتا ہے، دودھ والدہ کے سینے میں پہلے تیار ہوتا ہے۔

یونہی یہ ساری مخلوق اور تمام جہان عالم لاہوت، عالم ناسوت، عالم جبروت، عالم ملکوت، یا یوں کہہ لیں عالم ارواح، عالم دنیا و اجسام، عالم برزخ، عالم آخرت یعنی قیامت یہ سارے رحمت کے محتاج ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے رحمتہ اللعالمین بنا کر بھیجا لہٰذا حضور موقوف علیہ ہوئے اور تمام جہاں موقوف ہوئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے پہلے ذاتِ مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء کو پیدا فرمایا باقی سب کو بعد میں پیدا فرمایا یہی ان دو آیتوں میں منشا خدا ہے جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں احادیث مبارکہ واضح ہے اور روشن ہے اور تفاسیر کی روشنی سے عیاں ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی عمر اور حضور کی ذات کی عمر بغور نورانی ستارہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل سے فرمایا کم عمرك یا جبرائیل جبرائیل آپ کی عمر کتنی ہے؟ حضور مجھے اپنی عمر کا تو پتہ نہیں البتہ ایک اندازہ مجھے یاد ہے عرض کرتا ہوں۔ فرمایں، بتاؤ! عرض کی چوتھے حجاب میں ایک نورانی ستارہ ستر ہزار سال بعد طلوع کرتا تھا جس کو میں نے ۷۲ ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبرائیل جانتے ہو کہ وہ ستارہ کون تھا؟ عرض کی حضور نہیں۔

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وعزة ربی انا ذلك الکوکب ۔ (روح البیان ج ۱ص ۹۷۴)

ترجمہ: مجھے قسم ہے اپنے رب کی عزت کی وہ ستارہ میں ہی تھا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے ہیں اور تمام نظامِ کائنات حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بنا۔ ابر

وارثی نے کیا خوب جملہ کہا ہے:

ابر آ کھدے اونہوں غیب نہیں جد ہے سامنے سب کچھ بنایا گیا

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

وہی اوّل وہی آخر اسی کے جلوے اسی سے ملنے

اسی سے اس کی طرف گئے تھے

یعنی اوّل بھی ہیں اور آخر بھی۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ ۔

یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اس لیے آپ کی ذات اوّل حقیقی ہے، باقی کوئی اوّل ہے تو اوّل اضافی ہے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے کہ ایک صحابی نے عرض کیا:

متیٰ وجبت لك النبوة یارسول اللّٰہ قال کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد۔ (ترمذی شریف و مشکوۃ شریف)

ترجمہ: عرض کی حضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو نبوت کب ملی ہے؟ فرمایا میں اس وقت نبی تھا جب ابھی آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

صحابی نے مسئلہ پوچھ کر ایک عظیم عقدہ حل کر دیا کہ صحابہ کرام کو آپ کی پیدائش کا بھی علم تھا اور نبوت کے اعلان کا بھی تھا مگر یہ کہ آپ کب سے نبی ہیں' سے مراد اصل نبوت کب سے ملی ہے تو آپ نے اس کی وضاحت فرما دی کہ میں آدم سے بھی پہلے ہوں' آدم میرے بعد پیدا ہوئے ہیں۔

حضور اوّل حقیقی ہیں

ایک سوال اور اس کا جواب: اوّل ماخلق اللّٰہ نوری پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اوّل ما خلق اللّٰہ نوری حدیث صحیح ہے تو بعض جگہ یہ بھی حدیث ہے' اوّل ماخلق اللّٰہ القلم ۔ ایک میں آتا ہے اوّل ما خلق اللوح تو

آپ کس کو اوّل کہیں گے؟ کیا نور اوّل ہے یا قلم اوّل ہے یا لوح اوّل ہے۔ اوّل تو ایک ہی ہوسکتا ہے۔

جواب: اگر حدیث پوری پڑھ دی جائے جس کو صاحبِ مشکوٰۃ نے نقل فرمایا ہے تو مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا' پوری حدیث یوں ہے:

عن عبادہ بن صامت ان اول ما خلق اللّٰہ القلم فقال اکتب قال ما اکتب (یا اللّٰہ) قال اکتب القدر فکتب ما کان وما ھو کائن الی الابد۔ (رواہ الترمذی' مشکوٰۃ شریف ص ۲۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم کو پیدا فرمایا پھر اس سے فرمایا لکھ قلم' بولا کیا لکھوں؟ فرمایا' تقدیر تو قلم نے جو کچھ پہلے ہوا تھا' وہ لکھا اور جو کچھ ابد الا باد تک ہونے والا تھا' سب لکھ دیا۔

اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر قلم سب سے پہلے تھا تو ما کان یعنی ماضی کا کیا لکھا ما کان یعنی جو ماضی میں ہو چکا ہے' مستقبل کی بات سمجھ آتی ہے۔ معلوم ہوا کہ قلم سے بھی پہلے تھا اور وہ نورِ مصطفیٰ علیہ السلام تھا لہٰذا اوّل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہی ہوا اس طرح قلم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں ہے۔

ایک علماء نے جواب یوں دیا ہے کہ اوّل حقیقی حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے اس سے پہلے کچھ نہیں تھا۔

حدیث قدسی

کنت کنزًا مخفیًا فاحببت ان اعرف فخلقت محمدا ۔ (اوالخلق)

ترجمہ: میں مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو پیدا یا خلق کو پیدا کیا۔

مقصد یہ ہے کہ میں جمیل تھا' جمال دیکھنے والا کوئی نہیں تھا' میں حسین تھا' حسن دیکھنے والا کوئی نہیں تھا' میں رزاق تھا' رزق مانگنے والا کوئی نہیں تھا' میں غفار تھا' بخشش مانگنے والا کوئی نہیں تھا تو میں نے چاہا مجھے کوئی دیکھے اور مانگے۔

معلوم ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سے پہلے کچھ نہیں البتہ اوّل اضافی قلم اور لوح ہے کہ باقی مخلوق سے پہلے لوح وقلم پیدا کیے گئے۔

ایک اس کا جواب اور بھی علماء نے دیا ہے۔

کہ لوح بھی قلم بھی، نور بھی تینوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نام اور شان ہیں۔

قلم فیض دیتا ہے، لوح فیض دیتی ہے اور نور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا نام ہے اتحاد ذاتی اور تغاہر اعتباری سے یعنی ایک ہی ذات مراد ہے لیکن رُخ الگ الگ ہے۔

حضور علیہ السلام کا جب رُخ اللہ کی طرف ہو تو فیض لیتے ہیں، یہ آپ کی شان لوح ہونے کی ہے جب حضور کا رُخ مخلوق کی طرف ہو تو آپ فیض دیتے ہیں، یہ آپ کی شان قلم ہونے کی ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے یہی مسئلہ بتایا ہے۔

آقا لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

معلوم ہوا کہ یہ اتنا واضح مسئلہ ہے کہ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

امام قسطلانی کی شہادت

اعلم انه لما تعلقت ارادة الحق بایجاد خلقه ابرز الحقيقة المحمدية من انوارہ۔ (مواهب اللدنية علیہ الرحمۃ انوار محمدیہ ص ٥)

ترجمہ: جان لے تحقیق شان یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کا اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ ہوا تو اس نے اپنے انور سے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا۔

مزید ائمہ کی شہادتیں

لما تعلقت ارادته بایجاد الخلق ابرز الحقيقة المحمدية من محض النور قبل وجود لو کان من المخلوقات۔

(جواہر البحار جلد سوم ص ۳۵۴)

ترجمہ: جب اللہ کے ارادہ نے مخلوق کے پیدا کرنے کے ساتھ تعلق پکڑا تو حقیقت محمدیہ اپنے نور محض سے ظاہر فرمایا' تمام مخلوق سے پہلے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

انبیاء مخلوق انداز اسماء ذاتیہ حق و اولیاء از السماء صفاتیہ و بقیہ کائنات از صفات فعلیہ وسید رسول مخلوق است از ذات حق۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۷۱)

ترجمہ: انبیاء اللہ تعالیٰ کے اسماء ذاتیہ سے اور اولیاء اسماء صفاتیہ سے اور باقی مخلوق یعنی کائنات صفات فعلیہ سے پیدا ہوئے اور سید الانبیاء والرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ذاتِ خدا سے مخلوق ہیں۔

شیخ سرہندی فاروقی رضی اللہ عنہ کی شہادت

باید درنست کہ خلق محمدی ذرنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناست ندارد کہ او صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاء عنصری ازنور حق جل وعلا مخلوق گشتہ است کما قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام خلقت من نور اللہ و دیگراں را این دولت میسر نشدہ است۔

(دفتر سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۱۰۰' ص ۷۵)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (خود) فرمایا کہ میری پیدائش اللہ تعالیٰ کے نور سے کی گئی ہے اور دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

ان اجلہ محدثین اور اکابر علمائے کاملین اور اولیاء واصلین کے اقوال اور شہادتوں کے باوجود کسی کو یہ عقیدہ نصیب نہ ہوتو وہ ازلی بدبخت ہی ہوسکتا ہے۔

حضور علیہ السلام کی آمد سے پہلے آپ کے چرچے اور آپ کا ذکر موجود تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام جو بیک وقت بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی جب ایک مرتبہ آپ نے اپنی مملکت کا طوفانی دورہ فرمایا تو آپ کا تخت ہوا پر پرواز کرتا تھا اور آپ کے وزراء خدام چرند پرند بھی ساتھ ہوتے تھے مگر ایک جگہ آپ نے تخت کو بٹھایا' خود نیچے اُتر گئے اور تخت خالی اُڑتا رہا تھا مگر دُور تک پیدل چلتے رہے اور تمام خدام بھی جب دوبارہ تخت کو بٹھا کر سوار ہوئے تو خدام نے حکمت پوچھی کہ جب آپ تمام سفر تخت پر سوار رہے لیکن یہاں دُور تک پیدل چلتے رہے' فرمایا: یہ وہ سرزمین ہے جہاں مسکن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگا اور آپ کا مدفن بھی' میں تمہارا نبی ہوں' وہ میرے نبی ہیں۔

تبع حمیری اوّل کا واقعہ

قوم تبع کا ذکر قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ قوم تبع کا بادشاہ تبع حمیری اوّل جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے گزرا ہے اور اس کی حکومت و سلطنت پوری دنیا پر تھی' ایک مرتبہ اس نے اپنے ملک کا دورہ کرنا چاہا تو جہاں اس نے اپنے ہم سفر وزراء سفراء' خدام' باربردار لیے وہاں چارسو علماء بھی ساتھ لیے اور اپنے سفر کی ابتدا کی جہاں ٹھہرتے' دو چار روز کے بعد باربردار سامان لاد کر تیاری کرتے اور بادشاہ کو خبر دیتے۔ بادشاہ کا بمعہ قافلہ چل پڑتے۔ چنانچہ ایک جگہ قافلہ رُکا اور حسبِ معمول جب باربرداروں نے رختِ سفر باندھنا شروع کیا تو علماء کے وفد نے سامان باندھنے سے انکار کر دیا۔ باربرداروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ علماء تو یہاں سے چلنے سے انکاری ہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے علماء کے پاس جا کر گزارش کی کہ آپ لوگ کیوں یہاں سے جانے پر تیار نہیں ہیں؟ علماء نے ربانین نے اپنے امیر سے بات کرنے کو کہا چنانچہ امیر علمائے ربانین نے جواباً عرض کیا کہ ہم نے آپ سے کوئی جائیداد یا حکومت نہیں مانگی بلکہ صرف اس جگہ اپنے رہنے کی التجا کی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا: اس کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں آخری پیغمبر خاتم المرسلین جلوہ فرما ہوں گے۔ بادشاہ نے پوچھا' تمہیں کیا خبر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غلبہ اسلام اس

جگہ تشریف لائیں گے تو اس عالم ربانی نے فرمایا۔ شعر

درفشام می رند پوئے کسے

دامن دلاں می کشد سوئے کسے

ہمیں اس جگہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو آ رہی ہے۔ بادشاہ نے فرمایا' کیا خبر آپ کو ان کا زمانہ نصیب ہو یا نہ ہو۔ اسیر عالم ربانی کہ آنسو آ گئے اور عرض کیا کہ مانا ان کا زمانہ نصیب نہیں ہوگا۔

مگر آپ کے راستے میں ہماری قبریں ہوں گی تو ان کے گرد نعلین تو پڑے گی۔ اسیر بادشاہ نے ان کو بادل ناخواستہ چھوڑ دیا بلکہ ان کے اوپر چارسو مکان بنوا کر دیئے اور بادشاہ نے خود ایک تفصیلی خط لکھا جس میں بادشاہ نے کہا کاش میری گردن پر حکومت کا بوجھ نہ ہوتا' میں خود بھی آپ کے انتظار میں بیٹھ جاتا مگر مجبوراً جا رہا ہوں اور وہ خط عالم ربانی کو دے دیا۔ عرض کیا کہ اگر خود حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہ ہو تو بیٹے کو خط دے دینا تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جائے۔ چنانچہ وہ خط چلتے چلتے عالم ربانی کی اولاد میں سے حضرت ابوایوب انصاری کے پاس پہنچا۔ چنانچہ یہی حکمت تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی ان کے گھر جا رہی تھی۔



اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ۔

ترجمہ: خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی دِلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

آج اس محفل میں ہم ذکر کے بارے کچھ عرض کریں گے تاکہ پتہ چلے ذکر کا کیا فائدہ ہے اور ہم ذکر کیوں کرتے ہیں' سب سے پہلے آپ انسان پر غور کریں' یہ آپ کو چلتا پھرتا نظر آتا ہے' یہ دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک جسم اور ایک روح' جسم کثیف ہے' روح لطیف ہے' جسم چونکہ اس جہان کا ہے اور کثیف ہے اس کی غذائیں بھی اس جہان کی ہیں اور کثیف ہیں اور روح چونکہ پردیس ہے یہاں کا باشندہ نہیں ہے اور لطیف ہے اس کی غذا بھی لطیف ہے اور چونکہ پردیسی جس دیس سے یہ آیا ہے اس کی غذا بھی وہیں سے آتی ہے۔ مثلاً قرآن پاک کی تلاوت اس کی غذا ہے چونکہ پردیسی سے قرآن اس کے دیس سے آیا ہے تو جیسے پردیس کو اپنے دیس سے چھٹی مل جائے تو اسے محبت سے بار بار پڑھتا ہے اور چومتا ہے یہی مومن کا حال ہے' قرآن کو بار بار پڑھتا اور اسے چومتا اور گلے سے لگاتا ہے۔

اس لیے اللہ نے فرمایا: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ فرمایا روح میرے رب کا امر ہے' اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا رب اور پالنے والا ہے' ہر ایک کو غذا اس کی شان کے لائق دیتا ہے۔ حیوان کو چارہ' انسان کو غلہ وغیرہ سب مادی غذائیں عطا فرمائیں۔

روح کو تلاوتِ کلام، ذکرِ خدا، ذکر مصطفیٰ علیہ السلام کی غذا عطا فرمائی اور جسم کو مرغ مسلم، چاول اور روٹی وغیرہ کی غذا عطا فرمائی۔

اسی مضمون کو حضرت فرید الدین عطار نے یوں بیان فرمایا کہ ذکر حق ایک پاکیزگی ہے اور وہی اس کی غذا ہے۔

اشعار عطار

یادِ حق آمد غذا ایں روح را
مرہم آمد ایں دل مجروح را
زندہ دار از ذکر حق صبح و شام را
در تفاصل بگزار ایں ایام را

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ذکر حق روح کی غذا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جیسے کبھی کبھی جسم بیمار ہو جاتا ہے تو آپ طبیب و حکیم ڈاکٹر کی تلاش کرتے اور دوا لیتے ہیں اسی طرح کبھی کبھی روح بھی بیمار ہو جاتی ہے۔

جسم کی دوائیں یہاں سے ملتی ہیں مگر روح کی غذا اس کے دیس سے آتی ہے۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔

ہم نے قرآن کریم اُتارا ہے اس میں شفا بھی ہے اور اہلِ ایمان کی رحمت بھی ہے۔

اس لیے پیر رومی نے کیا خوب فرمایا:

ایں حکیمان نے بدن دانشورند
برستام تو از تو واقف تراند
ہم زنبض وہم ز رنگ وہم زدم
بو ہر ندیر تو بصد گونہ تقم

فرماتے ہیں: یہ بدن کے طبیب بہت ہی سمجھ دار اور نباض ہیں، بیماری تیرے جسم

کے اندر ہے مگر یہ تجھ سے تیری بیماری بہتر جانتے ہیں۔ رومی فرماتے ہیں:

پس طبیان الٰہی در جہاں
چوں دانند حال تو از تو نہاں
حال تو دانند یک یک مو بہ سو
زانکہ پر از اسرار ہو

فرماتے ہیں: جس طرح طبیب بدن کے اندر کی بیماری پہچان لیتے ہیں اسی طرح روحانی طبیب بھی تیرے اندر کے راز و بعید پہچان لیتے ہیں مگر افسوس بعض لوگوں کا ڈاکٹر و طبیب پر ایمان ہے مگر روحانی طبیب پر ایمان نہیں ہے۔ فوراً فتویٰ یاد آ جاتا ہے' جی اندر کی باتیں صرف خدا جانتا ہے۔ کاش یہی بات کوئی ڈاکٹر سے کہے جی آپ کو میری مرض کا کیا پتہ وہ تو اندر ہے بس خدا ہی عقل دے اور سمجھ دے۔

کبھی کبھی روح بھی جسم کی طرح پلید ہوتا ہے

جسم کی پاکیزگی پانی سے ہوتی ہے مگر روح کی پاکیزگی کا طریقہ حضرت عطار نے بتایا ہے۔ اشعار

ذکر حق پاکی است چوں پاکی رسید
رخت می بندد بروں آید پلید
ہر کجا آبے رواں سبزہ بود
ہر کجا رشکِ رواں رحمت شود

حضرت رومی فرماتے ہیں: جہاں پانی بہتا ہے وہاں سبزہ اُگتا ہے اور' جہاں آنسو بہتے ہیں وہاں خدا کی رحمت برستی ہے اور ذکر حق پاکی جب پاکی آتی ہے' پلیدی بھاگ جاتی ہے۔

جس طرح بندہ ظاہری ڈاکروں کی تلاش کرتا ہے اور ان کے پاس آتا ہے' شفا مانگتا ہے اور مشرک و کافر نہیں ہوتا اسی طرح روحانی حکماء اور اطباء جو انبیاء و اولیاء ہیں' کے پاس جانا بھی شرک و کفر نہیں ہے۔

جس طرح ڈاکٹروں کے پاس علم ہے اور علم کے ذریعے چھپی ہوئی مرض جان لیتے ہیں اسی طرح اولیائے کاملین کے پاس نور فراست ہے۔

حدیث: اتقو فراسة المؤمن فانه ینظر بنورالله ۔ (ترمذی شریف)

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو وہ نورِ خدا سے دیکھتا ہے۔

جیسے کہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا نے رات کو خواب میں دیکھا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا اور خواب میں مسجد نبوی میں تشریف لے گئے تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مصلیٰ امامت پر پایا اور آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔

فرماتے ہیں: بہت ہی لطف آیا کیونکہ کافی ایام کے بعد حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو ایک ٹوکرہ کھجوروں کا حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کسی نے پیش کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں تقسیم فرمایا جس میں سے ایک کھجور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائی۔ فرماتے ہیں: وہ مزا میرے منہ میں موجود تھا کہ مجھے جاگ آ گئی۔

واقعی صبح کی نماز کا وقت ہو چکا تھا' جلدی جلدی مسجد میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصلیٰ امامت پر تشریف فرما ہیں اور جماعت کرا رہے ہیں۔ اتفاق سے وہی سورتیں جو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت فرمائیں وہی تلاوت کر رہے تھے' بہت ہی لطف آیا اسی طرح ٹوکرہ کھجوروں کا پیش کیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا' حضرت ایک اور دے دیجیے' فرمایا: اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر رات کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو دیتے تو میں بھی دو دے دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' حضور! وہ تو میرا خواب تھا' آپ کو کیسے پتہ چل گیا؟ آپ نے فرمایا' آپ کو یاد نہیں ہے' حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللّٰہ ۔

ترجمہ: مومن کے نورِ فراست سے ڈرو وہ نورِ خدا سے دیکھتا ہے۔

یہ ہیں روحانی طبیب جس طرح انسان اپنے ظاہری جسم کی دیکھ بھال کرتا ہے اور سو سو خوشامد اور خدمت کرتا ہے اگر اس کی پرواہ چھوڑ دے، روٹی نہ کھائے، دوا نہ پیے تو انجام موت ہوگا اسی طرح جو شخص ذکرِ حق نہ کرے اور روحانی غذا سے بے نیاز ہو جائے تو اس کے لیے اللہ نے دو سزائیں مقرر کی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی۔

ترجمہ: جو شخص میرے ذکر سے منہ پھیرے یقیناً اس کی روزی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن نابینا اُٹھایا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ روزی کی تنگی آج کل جو عام مرض ہے یہ اس لیے نہیں کہ بندے زیادہ ہو گئے ہیں بلکہ اس لیے کہ ہم نے ذکرِ خدا سے منہ پھیر لیا ہے اس کا علاج یہی ہے کہ ذکرِ خدا کرو تو روزی وسیع ہو جائے گی۔

دوسری سزا اس لیے ہے کہ جو آنکھ ہر وقت سینماؤں، وی سی آر، فحش تصاویر دیکھتی ہے، وہ قرآن کی زیارت و تلاوت کیوں نہیں کرتی۔

حضرت فریدالدین عطار نے فرمایا:

اشعار:

مومنا ذکر حق بسیار گو
نابینا بی در دوعالم آبرو
گر زمانے غافل از رحمٰن شوی
اندر آندم ہمدم ، شیطاں شوی
لب مجنباں ، جز بذکر کردگار
زانکہ پاکاں راہمیں بودست کار

عطار فرماتے ہیں: اگر دو جہاں میں عزت چاہتے ہو تو ذکر خدا کرو۔

اگر ایک لمحہ تو ذکر رحمان سے غافل ہوا

اسی گھڑی تو شیطان کا ساتھی ہوا

اللہ کے ذکر کے بغیر مت ہونٹ ہلاؤ

کیونکہ پاک لوگوں کا ہی دستور ہے

باغ میں سکون کیوں

بعض مرتبہ انسان پریشان ہوتا ہے' باغ میں گھومنے نکل جاتا ہے اسے قدرے سکون مل جاتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ سکون باغ میں حالانکہ سکون باغ میں نہیں تھا بلکہ جب انسان باغ میں گیا تو سبز گھاس' سبز پتے' سبز پھول' یہ سب کے سب ذکر خدا میں مشغول تھے چنانچہ اس ذکر کی محفل میں گیا تو سکون آ گیا تو سکون باغ میں نہیں بلکہ ذکر خدا میں تھا۔

بہر حال ذکر خدا ہی کی برکت ہے کہ اللہ والے مثلاً داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اور بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ جیسے حضرات کو صدیاں گزر گئیں مگر ان کی زندگی میں لنگر چلتا ہی تھا مگر ان کے وصال کے بعد اس میں اضافہ ہوا ہے' کمی نہیں ہوئی بلکہ بعض آستانوں پر تو باقاعدہ اذان کی طرح اعلان ہوتا ہے۔ آؤ پیر بھائیو! لنگر کھالو جیسے کہ ہم نے طالب علمی کے زمانے میں دربار سید قطب الاقطاب سید قطب علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ آف سندیلیانوالی شریف میں دیکھا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے بلکہ یہ بھی ہم دیکھتے تھے کہ وہاں کے غریب باشندے بھی آ کر کھانا لے جاتے تھے مگر وہ روکتے نہیں تھے۔ یہ برکت ہے ذکر خدا کی' تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اپنے ذکر و فکر کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۱ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۹۱ء بروز پیر

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔

ترجمہ: ہر وہ جو زمین پر رہتا ہے، فانی ہے۔ ہر شے ہلاک ہونے والی ہے، ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے، بے شک آپ انتقال فرمانے والے ہیں اور بے شک یہ بھی مرنے والے۔

ان آیات کی تفصیل و تفسیر سے پہلے ایک تمہیدی گفتگو سماعت فرمائیں اس دارِ فانی میں جو بھی آیا اس نے ایک دن جانا ہی جانا ہے۔

مگر وہ مالک الملک جب کسی کو یہاں بھیجتا ہے تو پوچھتا نہیں کہ جاؤ گے یا نہیں اور جب بلاتا ہے تو بھی نہیں پوچھتا آؤ گے یا نہیں بلکہ جہاں چاہے جب چاہے، بلا لیتا ہے۔

جب بھیجتا ہے تو وہ بے شک روتا رہے، بھیج دیتا ہے کیونکہ رونا خوشی کی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ اس لیے روتا ہے کہ ایک پاک جہان سے جہانِ گناہ کا تصور تک نہ تھا بلکہ پاک روحیں تھیں اور اب اس جہان میں آ گیا ہوں جو سراسر گناہوں کا مرکز ہے، میرا کیا بنے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کے رونے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنی حکمت کو دیکھتا ہے اسی طرح جب بلاتا ہے تو پھر بھی نہیں پوچھتا کہ آؤ گے یا نہیں آؤ گے بلکہ وہ بلا پوچھے بلا لیتا ہے اگر وہ

بندوں سے پوچھ لے تو کوئی شخص بھی مرنے کو تیار نہ ہوگا ہاں صرف انبیاء علیہم السلام وہ نفوس قدسیہ ہیں جب اس کا پیغام ملے تو تیار ہوتے ہیں اور ذرا بھر لیت و لعل نہیں کرتے۔

جیسے کہ ایک مرتبہ حضرت ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' سلام عرض کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا' کیسے آئے ہو؟ عرض کی آپ کی جان قبض کرنے کے لیے' فرمایا' مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ عرض کی خلیل اللہ' فرمایا' خلیل کا معنی جانتے ہو؟ عرض کی جانتا ہوں' فرمایا: پھر کوئی دوست کو دوست بھی مارتا ہے' جاؤ رب سے پوچھ کے آؤ۔ چنانچہ خداوند قدوس نے دربار میں حاضر ہو کر عرض کیا یا اللہ تیرا خلیل کہتا ہے کہ میں خلیل خدا ہوں' کوئی یار یار کو بھی مارتا ہے؟ فرمایا' وہ ٹھیک کہتے ہیں' ان سے عرض کرو' اللہ تعالیٰ فرماتا اگر دوست بلائے تو کوئی دوست انکار بھی کرتا ہے بس سنتے ہی فرمایا' لیں ابھی تیار ہوں۔

اسی طرح حضرت آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ مجمع صحابہ میں فرمایا: ان اللّٰہ خیر عبداً اللہ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ زمین پر رہے یا اللہ کے پاس چلا جائے تو اس بندے نے خدا کے پاس جانے کو قبول کرلیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔ صحابہ نے پوچھا: صدیق! اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ صدیق اکبر نے فرمایا' تم جانتے ہو وہ بندہ کون ہے؟ عرض کیا نہیں! فرمایا' وہ بندہ جس کو جانے نہ جانے کا اختیار ملا ہے وہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں اب بہت جلدی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم کو داغِ مفارقت دیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کا جلدی انتقال ہوگیا اور صدیق اکبر کی بات پوری ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں دیتا۔

آیئے مختصر آیات مذکورہ بالا کی تشریح سنیے۔

کل من علیہا ہر وجو زمین پر ہے' وہ فانی ہے۔ من کا معنی شخص ذوی العقول بنتا ہے' علیہا میں ضمیر کا مرجع الارض یعنی زمین ہے مگر من کو عام کریں ذوی العقول اور غیر ذوی

العقول جمع کر لیں تو بھی جو چیزیں زمین پر ہیں' وہ فانی ہیں مگر

جو مخلوق فضا و ہوا میں رہنے والی ہے یا آسمانی مخلوق اس میں شامل نہیں اس کی چونکہ وضاحت نہ تھی' فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے خواہ وہ زمین پر ہو یا فضا میں یا آسمان پر خواہ عرش پر یا جہاں کہیں بھی ہو' وہ فنا ہونے والی اور موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے یعنی ہر ذی روح اس میں شامل ہے۔

موت کا ذائقہ چکھنے والی کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی موت یکساں نہیں جیسے ہانڈی کے چکھنے کا انداز مختلف ہے' کوئی انگلی سے چکھ لیتا ہے' کوئی تھوڑا سا شوربا اور بوٹی نکال کر چکھ لیتا ہے' ولی بھی چکھتا ہے' شہید بھی چکھتا ہے اور کافر بھی ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہے۔ انبیاء اور شہید فقط چکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

انبیاء کو موت آتی ہے فقط آتی ہے پھر ان کی حیاتِ جاودانی ہے

مگر اس میں بھی نفس کے علاوہ دوسری اشیاء شامل نہیں ہوں گی مثلاً آسمان' جنت' دوزخ' لوح و قلم وغیرہ شامل نہیں ہیں کیونکہ یہ ذی روح نہیں ہیں پھر اس کے بارے کیا حکم ہوگا۔ چنانچہ اس کے بارے ارشادِ الٰہی ہے: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ ہر شئی ہلاک ہونے والی ہے۔

ہلاک کا معنی تباہی و بربادی نہیں ہے بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل جانا بھی ہلاکت ہے جیسے فلاں بندہ ہلاک ہو گیا کا معنی حالت حیات سے حالتِ موت میں گیا نہ یہ کہ بالکل نیست و نابود ہو گیا اسی طرح یہ ہرگز مراد نہیں کہ جنت لا فنا ہو جائے گی نیست و نابود ہو جائے گی بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل جائے گی۔ مثلاً پہلے بھی جنت بڑی خوب صورت بنی سنوری ہوئی ہے مگر پھر نئے انداز سے خداوند قدوس جنت کو بنا کر سنوار کر اپنے بندوں کو پیش فرمائے گا اس تبدیلی کا نام ہلاکت ہوگا جیسے زمین کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:

یوم تبدل الارض غیر الارض ۔

زمین نیست و نابود نہیں ہوگی بلکہ اس کی حالت بدل دی جائے گی اور یہی زمین کی ہلاکت ہوگی۔

معلوم ہوا کہ ہر شے بدل دی جائے گی۔کوئی بھی اپنی شکل و ہیبت پر نہیں ہوگی۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔

ترجمہ: بے شک اے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بھی موت آنی ہے اور ان کو بھی موت آنی ہے۔

مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موت اور ہے اور کافروں کی موت اور ہے۔

یہاں ایک نکتہ قابلِ غور ہے

موت حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی آئی، مومن کو بھی آئی، کافر کو بھی آئی۔فرق یہ ہے کہ مومن کی روح کو اچھی جگہ بھیجنا ہوتا ہے تو اعلیٰ علیین بہت اعلیٰ جگہ ہے جب فرشتے مومن کی روح اللہ کے دربار میں پیش کرتے ہیں تو اس کو پہلے سے اعلیٰ جگہ میں بھیجنا ہوتا ہے اس لیے اس کے جسم سے اعلیٰ علیین بہتر اللہ فرماتا ہے: فرشتو! اس مومن کی روح کو اعلیٰ علیین میں بھیج دو۔

کافر کی روح کو جب فرشتے حاضر کرتے ہیں اس کو چونکہ بدتر جگہ میں بھیجنا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے فرماتا ہے کہ سجین میں بھیج دو۔

مگر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح کو فرشتوں نے حاضر کیا یا اللہ اب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے کیا کریں؟ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم سے تو کوئی اعلیٰ جگہ نہیں جہاں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح کو اس سے اعلیٰ مقام پر رکھا جائے کیونکہ تمام علماء کا فتویٰ ہے کہ وہ خطہ زمین جس پر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جسم پاک آرام فرما ہے، وہ عرشِ عظیم سے برتر ہے جو اللہ کی عظیم ترین مخلوق اور تجلی گاہ رب العزت ہے۔

یا اللہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کے بارے میں کیا حکم

ہے کیونکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم سے تو جگہ اعلیٰ نہیں ہے جہاں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کو رکھا جائے تو اللہ نے فرمایا' اے فرشتو! میرے حبیب کی روح کو جسم مصطفیٰ ہی میں رکھ دو۔ چنانچہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کو جسم پاک میں رکھ دیا گیا۔

اسی لیے علماء نے فرمایا:

حی سمیع فی قبرہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔

ترجمہ: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور سنتے ہیں' اپنی مزار پر انوار میں۔

صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری مزار پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو مخلوق کی آوازیں سنتا ہے اور مجھے عرض کرتا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فلاں ابن فلاں اُمتی آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کی حیات پہلے کی طرح جسمانی ہے' برزخی یا روحانی نہیں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جہاں چاہیں' جب چاہیں اپنے جدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہیں' جا سکتے ہیں جس کی مثالیں بے انداز ملتی ہیں۔ خصوصاً علمائے دیوبند کے ہاں تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس دیوبند تشریف لائے اور اپنی چھڑی سے ایک خط کھینچا اور فرمایا محمد قاسم اس جگہ آپ مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھیں۔ چنانچہ مولانا قاسم نانوتوی فرماتے ہیں: جب میں صبح اُٹھا تو کیا دیکھا جو رات کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نشان چھڑی سے لگایا ہے' وہ بالکل واقعتاً موجود تھا۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو نشان لگایا' باقاعدہ زمین پر لگا ہوا تھا اب اس شہادت کے بعد حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ جسمانی کی شہادت علمائے دیوبند کو اور نہیں چاہیے بلکہ حیاتِ جسمانی کو مان لینا چاہیے اور جب حیاتِ جسمانی کو مان لیں تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی حق انی اسمع مالا تسمعون ۔ وانی أری مالا ترون ۔

(او کما قال) میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے لہٰذا نہ آپ کی سماعت بے مثال کا انکار کرنا درست ہے نہ رویت بے مثال کا بلکہ مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے مزار میں حیات ہیں' سنتے ہیں' دیکھتے ہیں جہاں چاہے جاتے ہیں' آتے ہیں' کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

۲۲ رمضان مبارک ۱۴۱۱ھ بروز پیر ۱۵ اپریل ۱۹۹۱ء



مسئلہ امتناع نظیر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ امتناع نظیر

اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے مگر اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے چند مقدمات پر نظر رکھنا ضروری ہے۔

نمبر۱: ممتنعات ذاتیہ کو اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج سمجھا جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ کے کمال ذاتی میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ یہ قصور قابل کی طرف راجع ہوگا یعنی ممتنع بالذات قبولیت کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔

نمبر۲: انقلاب حقائق واقعہ خواہ از قبیل معدودات ہوں جیسے کہ انسان فرس غنم بقر وغیرہ یا مراتب عددیہ سے ہوں مثلاً ایک، دو، تین، چار ہوں یا مختلط یعنی معدود بحیثیت عروض مرتبہ عددی مثلاً زید جو اوّل مولود ہے بہ نسبت اولادِ عمر کے سب ممتنع بالذات ہے۔

نمبر۳: نظیر اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ وہ چیز مشارکت نوعی کے علاوہ اوصاف ممیزہ کاملہ میں بھی پہلی چیز کی مثل اور ہم پلہ ہو۔

مندرجہ بالا مقدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بحسب الحقیقۃ الروحانیۃ النوریہ اول مخلوق ہیں، کما ھو المروی، اول ما خلق اللہ نوری، اول ما خلق اللہ العقل نیز تصریحات محققین اہلِ کشف والشہود اسیر شاہد ہیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ فرماتے ہیں:

فلم یکن اقرب الیہ قبولًا فی ذلك الیھا الا حقیقة محمد صلی

اللہ علیہ وسلم بالعقل فکان مبدأ العالم باسرہ و اول ظاھر فی الوجود فکان وجودہ من ذلک النور الالٰھی۔

حضرت شیخ محی الدین نے اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے پہلے حجاب میں تھے یعنی ذاتِ حق کے سوا عدم سے وجود میں آنے کے لیے تمام مخلوق سے وجود کو قبول کرنے کی صلاحیت حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھی اس لیے اس مبدا عالم بنایا گیا اور یہی وجود اوّل ہے جس کا وجود نورِ الٰہی سے ہوا۔ (اوکما قال)

اس حدیث کا سہارا لے کر ابن عربی فرماتے ہیں: جب یہ بات مسلم ہوگئی کہ پیدائش کے لحاظ سے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت محمدیہ اوّل ہے اور یہی مبدا عالم ہے۔

اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضور خاتم الانبیاء آخرالانبیاء ہیں کما قال اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین لہٰذا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے۔

بدیں معنیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بنایا ہے اور ایسے صفات کاملہ کے ساتھ نوازا اور ممیّز کیا ہے کہ امکاں نظیر کی صورت میں انقلاب حقیقت لازم آئے گا کیونکہ فرضی نظیر جس کا وجود لامحالہ آپ کے بعد ہی ہوگا' وہ معدود مرتبہ ثانیہ کا ہوگا اور نظیر اس وقت کہلا سکتا ہے کہ وصف ممیز کامل اوّل اوّل مخلوقیت اور ختم نبوت میں مشارک ہو اور ایسا نہ ہونے پر جو معروض مرتبہ ثانیہ کا ہے' وہ معروض مرتبہ اولیٰ کا ہوگا اور یہ خلف ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قدرتِ کاملہ کا نمونہ بنایا ہے

کہ نظیرش امکاں ندارد فہذا الکمال واجع الی اللہ تعالیٰ سبحانہ کما ان ھذا الجمال مختص بہ من صنع اللہ تعالیٰ فسبحان من خلقہ واحسنہ واجملہ واکملہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۹ رمضان المبارک بروز پیر ۱۴۱۱ھ ۱۵ اپریل ۱۹۹۱ء

خلقت مبرأ من کل عیب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ: بے شک تشریف لائے تمہارے پاس عظیم الشان رسول تمہیں میں سے گراں گزرتی ہے ان پر جو چیز تمہیں مشقت میں ڈالے تمہارے لیے وہ بہت حریص ہیں مومنوں پر رؤف الرحیم ہیں۔

ترجمہ: قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلی بات تو یہ سمجھ آئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمہارے پاس آئے یا تشریف لائے یہ دونوں چیزیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہلے کہیں تھے وہاں سے ہمارے پاس تشریف لائے، وہ کہاں تھے، یہ بات واضح ہے کہ قرب فامن میں صورتِ نور میں تھے پھر اس عالم میں لباس بشری میں تشریف لائے۔

ایک قرأۃ میں من انفسکم ہے یعنی انفس کی بجائے انفَس ہے۔ پہلے لفظ نفس سے بنا ہے اور دوسرا نفیس سے انفس ہے۔

یعنی تم سب میں سے نفیس ترین ہو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں: انسان میں تمام اعضاء بدن سے جان نفیس تر ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جان سے بھی زیادہ

نفیس ہیں۔

قاضی عیاض کاارشادشفاءشریف میں:

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام انسانوں سے جان لطیف اور جان سے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لطیف' فرماتے ہیں:

روحہ وجودہ ووجودہ روحہ ۔

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی لطافت کی شان یہ ہے کہ آپ کا روح وجودتھااوروجودروح تھا۔

علامہ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان میں ارشادفرمایا:

وقرأ من انفسکم بفتح الفاء ای من اشرفکم وافضلکم

اب اس کا معنی ہوا کہ بے شک آئے تمہارے پاس سب سے نفیس اور سب سے افضل سب سے اشرف رسول۔

اسی لیے اہلسنّت کے نزدیک حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بے مثال ہیں' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مثل کوئی انسان یا بشر نہیں ہے۔ بعض لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقائق بشریہ کو دیکھ کر اپنے آپ پر قیاس شروع کر دیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ لباس بشری میں تھے اور تمام حقائق بشریہ آپ میں موجود بلکہ یہ بات کہنے سے میں بالکل گریز نہیں کہ وہ حقیقت حقیقت ہی نہیں جو مصطفیٰ علیہ السلام میں موجود نہیں۔

صرف اطلاق لفظ بشر سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے

صرف لفظ بشر دیکھ کر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے آپ پر قیاس نہیں کرنا چاہیے' اطلاق لفظ بشر تو جبرائیل علیہ السلام پر بھی ہوا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۔

ترجمہ: پس ہم نے بھیجا طرف مریم کے اپنے روح الامین کو اس صورت میں کہ اس کو مکمل صورت بشر میں بھیجا۔

تو کوئی بے وقوف کہے کہ جبرائیل علیہ السلام بھی میرے بھائی ہیں، وہ بھی بشر میں بھی بشر اس طرح حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فقط بشر دیکھ کر اپنا بھائی یا اپنے جیسا کہنا بالکل غیر مناسب ہے۔

صحابہ کرام نے جبرائیل علیہ السلام کو لباس بشری میں دیکھا

عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ قال بینا نحن عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایری علیہ اثرالسفر ولایعرفہ منا احد حتی جلس الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاسند رکتبیہ الی رکتبیہ و وضع کفیہ علی فخذیہ وقال یا محمد (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمد رسول اللّٰہ۔ الخ

حدیث طویل سے بقایا چھوڑ دی گئی۔ (مشکوٰۃ شریف باب الایمان)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کہ اچانک ایک مرد نے ہم پر طلوع فرمایا اس کے کپڑے بہت زیادہ سفید تھے اور بال سخت کالے تھے اور وہ مسافر بھی نظر نہیں آتا اور ہم میں سے اس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ گویا کہ وہ نہ مسافر تھا، نہ مقیم تھا، حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اتنا قریب ہوا، گھٹنوں سے گھٹنے ملا دیئے پھر اپنے ہاتھ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رانوں پر رکھ دیئے اور سوالات پوچھتا گیا، حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے گئے اور وہ خود ہی تصدیق کرتا گیا جب وہ چلا گیا تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جانتے ہو یہ کون ہے؟ عرض کی، اللہ ورسولہ اعلم۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ جبرائیل علیہ السلام تھا، تمہیں دین سکھانے

کے لیے آیا تھا۔

اب تو پکی بات ہوگئی کہ جبرائیل علیہ السلام لباس بھی پہنتے ہیں اور بال بھی کالے کالے بلکہ سخت کالے ہیں۔

اب تو اس کو اپنے جیسا کہنا مناسب ہونا چاہیے مگر اب بھی جبرائیل علیہ السلام کو اپنے جیسا کوئی نہیں کہتا جبکہ سب کچھ بشری تقاضے موجود ہیں۔

معلوم ہوا کہ سب تقاضے موجود ہونے کے باوجود جبرائیل علیہ السلام ہم جیسے نہیں اور ہم جبرائیل علیہ السلام جیسے نہیں اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ تمام حقائق بشریہ اور لوازمات بشریہ ہونے کے باوجود حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے جیسے نہیں اور ہم حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے نہیں ہیں۔

صوم وصال اور حضور

صحاح ستہ اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صوم وصال شروع فرما دیئے نہ دن کو کھاتے نہ رات کو کھاتے' گھر والے سمجھتے رہے شاید آج کل باہر کھا لیتے ہوں گے اور صحابہ سمجھتے رہے کہ شاہ حضور گھر میں کھا لیتے ہوں گے مگر جب پتہ چلا تو معلوم ہوا کہ نہ گھر کھاتے ہیں نہ باہر۔

بس صحابہ چونکہ عشاقِ مصطفیٰ اور آپ کی ہر ادا اپنا عقیدہ سمجھتے تھے' صحابہ نے صوم وصال شروع فرما دیئے۔

مگر دو دن کے بعد ہی کمزور لاغر نظر آنے لگے' حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا' تمہیں کیا ہوگیا' بیمار ہو؟ عرض کی نہیں! فرمایا' یہ حالت کیا ہے؟ عرض کی ہم صوم وصال رکھ رہے ہیں' فرمایا' تمہیں کس نے کہا تھا؟ عرض کرنے لگے صرف آپ کو دیکھا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں میری مثل کون ہے۔ لَسْتُمْ کَمِثْلِیْ تم میری مثل نہیں ہو۔

لست کھیئتکم میں تمہاری ہیئت پر نہیں ہوں۔

یہ وہ اعلان ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے سامنے کیا

مگر کسی صحابی نے یہ نہیں کہا، آپ ہمارے مثل ہیں یا ہم آپ کی مثل ہیں بلکہ ان کا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سچ فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مثل کوئی نہیں۔ نہ جانے آج کل کے بعض مولویوں کو کیا ہو گیا، نبی کی مثل بننے کے درپے ہیں۔

بلکہ آپ نے فرمایا: صحابہ

انی أبیت عند ربی فھو یطعمنی ویسقینی۔

میں رات رب کے پاس گزارتا ہوں، مجھے وہ کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زمین پر رہ کر جنت کا پھل کھاتے اور کوثر کا پانی مبارک پیتے ہیں۔ کمال ادب دیکھو کسی بیوی نے بھی یہ نہیں کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کی باریاں مقرر ہیں، کبھی کسی بیوی کے کبھی کسی کے ہاں آپ وہاں کیسے ہوتے ہیں بلکہ آپ کی خاموشی بتاتی ہے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہاں بھی ہیں، وہاں بھی ہیں۔

یہ بات، واضح ہوئی کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باوجود تمام حقائق بشریہ کے ہمارے جیسے نہیں۔

کیونکہ تمام حقائق بشریہ جب ہم میں ہوں تو ان میں عیب اور بیماری ہوتی ہے مگر وہی حقائق جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ہوں تو خوبی اور شفا ہوتے ہیں۔

پیر رومی نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے، شعر

این خورد گردد پلیدی زیں جدا
واں خورد گردد ہمہ نور خدا

ہم کھائیں تو گندگی پیدا ہو، پلیدی پیدا ہو مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھائیں تو نورِ خدا پیدا ہو۔

چند مثالیں

آپ کی نفاست کا حال یہ ہے کہ آپ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور آپ کے

جسم کا سایہ نہ تھا جیسے تفسیر مدرک میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیوی کے بارے پوچھا حضرت عثمان غنی سے تو عرض کی حضور اللہ نے آپ کے جسم کے سایہ کو پیدا نہیں فرمایا مبادا کسی کا پاؤں آ کر بے ادبی نہ ہو یا گندگی زمین پر نہ پڑے۔ یہ شانِ لطافت ہے حضور کی۔

آپ کے جسم پاک کے پسینے سے خوشبو آتی' بازار مہک جاتے۔

بقول اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں' کوچے بسا دیئے ہیں

زرقانی میں ایک حدیث منقول ہے:

ایک صحابی نے اپنی بچی کی شادی کی بات کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی ناداری اور عطر کے مہنگے ہونے کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' شیشی لاؤ' ہم تمہیں عطر عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ صحابی شیشی لائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنے پسینہ پاک کے چند قطرے شیشی میں ڈال کر عطا فرمائے اور فرمایا اپنی بچی کے سر پر لگا دینا اور کپڑوں پر چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تمام محلّہ مہلک اُٹھا' عورتیں بچی کی والدہ صحابیہ کو پوچھتی تھیں یہ عطر کہاں سے لائی ہو اس جیسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی تو صحابیہ نے بتایا یہ عطر نہیں بلکہ پسینۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

صحاح ستہ ومشکوٰۃ میں ہے

کہ ایک دفعہ بوقت دوپہر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محوخواب تھے اور آپ کی کہنی پاک نیچے لٹک رہی تھی اور پسینے کے قطرے گر رہے تھے کہ اچانک ام ایمن آئیں اور نیچے شیشی لے کر بیٹھ گئیں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھلی تو فرمایا: **ماتفعلی یاام ایمن** ام ایمن کیا کر رہی ہو؟ عرض کی آپ کا پسینہ جمع کر رہی ہوں' فرمایا: کیا کرو گی؟ عرض کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب ہمارا عطر

خراب ہو جاتا ہے تو آپ کے پسینہ پاک کے ڈالنے سے ہمارا عطر ٹھیک ہو جاتا ہے' یہ ہے نفاست حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی۔

ہمارا پسینہ عطر کو خراب کر دے اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ خراب عطر کو ٹھیک کر دے۔

حضرت جابر کی ہانڈی میں لعاب دہن کی برکت

غزوۂ خندق میں جب صحابہ کرام انتہائی بھوک سے نڈھال ہو گئے تو اپنے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے غم غلط کرنے کی خاطر اپنے مقدس نورانی پیٹ پر بھی پتھر باندھ لیا۔ چنانچہ حضرت جابر سے نہ دیکھا گیا تو بیوی سے کچھ کھانے کو پوچھا ہے۔ عرض کی: چار سیر آٹا' لہٰذا آپ آہستہ سے حضور کے کان میں کہیں کہ آپ اور چار پانچ صحابہ کو ساتھ لائیں اور کھانہ کھالیں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لشکر میں اعلان کر دیا جس پر جناب جابر پریشان ہو گئے' بیوی نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ آپ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آہستہ سے کان میں کہہ دو' آپ نے اونچا کہہ دیا ہوگا۔ جناب جابر نے کہا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اونچا کہہ دیا۔ کہا عرض کرتا میں نے بالکل آہستہ کہا تھا' اعلان خود حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کر دیا۔ اس پر آپ کی بیوی نے کہا پھر ہمیں کیا غم جو لائے گا وہی کھلائے گا۔ چنانچہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آٹے اور ہانڈی پر لعاب دہن ڈالا' فرمایا' کھانا پکاتے جاؤ۔

چنانچہ چودہ سو کا لشکر کھا گیا' کھانا ویسے کا ویسے تھا۔ معلوم ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تھوک شفا میں باعثِ برکت بھی ہے۔

مگر کوئی شخص اپنی گھر کی ہانڈی میں تھوکے تو بیوی کہے گی ہانڈی خراب ہو گئی' بیٹے کہیں گے' ابا جی پاگل ہو گئے تو ہانڈی میں تھوک ڈالے تو بیوی نہ کھائے' بیٹے نہ کھائیں۔

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعابِ دہن ڈالا' صدیق اکبر نے کھایا'

فاروقِ اعظم نے کھایا، صحابہ نے سب نے مل کر کھایا۔

مزید بے پناہ مثالیں موجود ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک ہے، ہماری اور۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نیند ناقص وضو نہیں اور ہماری نیند ناقص وضو ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سو کر بھی باخبر ہیں، ہم جاگ کر بھی بے خبر ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ کھائیں تو نہ کھائیں، ہم نہ کھائیں تو مر جائیں۔

مختصر تقابلی جائزہ

1- ہماری تھوک بیماری	آپ کی تھوک شفا
2- ہماری نیند ناقص وضو	حضورؐ کی نیند وضو نہ توڑنے والی
3- ہماری نیند بے خبری	حضورؐ کی نیند باخبری
4- ہمارا پیشاب پلید	حضورؐ کا بول مبارک پاک
5- ہمارا خون پلید	حضورؐ کا خون مبارک پاک
6- ہمارا پسینہ بدبودار	آپ کا پسینہ خوشبودار
7- حضورؐ کا فضالہ (وضو کا بچا ہوا پانی) صحابہ چہرے پر ملتے	ہمارے فضالہ (وضو کا بچا ہوا پانی) سے نفرت
8- ہمارا ہاتھ کوتاہ	حضورؐ کا ہاتھ مسجد نبوی سے جنت تک پہنچے
9- ہماری آنکھ صرف نزدیک دیکھے	حضورؐ کی نزدیک و دُور برابر دیکھے
10- ہم صرف آگے دیکھیں	حضورؐ آگے پیچھے برابر دیکھیں
11- ہمارے اجسام کثیف سایہ دار	حضورؐ کا جسم لطیف بے سایہ
12- ہماری حقیقت بشر	آپ کی حقیقت نور
13- ہمارے بال گندی نالی ہیں	حضورؐ کے صحابہ بطورِ تبرک تقسیم فرماتے
14- ہم جب پیدا ہوئے گندگی سے ملوث	حضورؐ جب پیدا ہوئے تو مطہر و مقدس

15- ہم ماں کے بطن میں بوجھ	حضورؐ والدہ کے شکم میں بالکل غیر محسوس اوّل تا آخر
16- ہم ماں کے پیٹ میں ہوں تو ماں ڈرے	حضورؐ والدہ کے پیٹ میں ہو تو انبیاء کی زیارتیں
17- ہم ماں کے پیٹ میں منتقل ہوں تو بے خبری	حضورؐ والدہ کے پیٹ میں منتقل ہوں تو والدہ آپ کے نور سے شام کے محل دیکھے
18- ہم پیدا ہوں تو روتے ہوئے	حضورؐ تشریف لائیں تو حمد خدا کرتے ہوئے
19- ہم پیدا ہوں تو روشنی کی حاجت	حضورؐ پیدا ہوں تو کمرہ خود منور ہو جائے ماں شام کے محل آپ کے نور سے دیکھے
20- ہم پیدا ہوں تو خوشبو کی حاجت	حضورؐ پیدا ہوں تو کمرہ معطر ہو جائے
21- ہم کمرے میں جائیں تو اندھیرا ہو۔	حضورؐ کو حلیمہ سعدیہ کمرے میں لے جائیں تو کمرہ منور ہو جائے
23- ہم والدین کے ہاں آئیں تو خرچہ ہی خرچہ	آقا تشریف لائیں تو برکت ہی برکت
24- ہم جب پیدا ہوں تو ناڑو کاٹا جائے	حضورؐ کی ذات کا ناڑو تھا ہی نہیں
25- ہماری غذا ماں کے پیٹ میں خون	حضورؐ کی غذا والدہ کے پیٹ میں نور
26- ہمارے جسم کیا بلکہ منہ کا مکھیاں طواف کریں	نبی کریم کی ذات پاک کے جسم پر مکھی نہ بیٹھے
27- ہم دھوپ میں جائیں تو بادل ہٹ جائے	حضورؐ دھوپ میں جائیں تو بادل سایہ کرے
28- ہم گھر میں آئیں تو گھر میں کوئی کمال نظر نہ آئے	حضورؐ گھر میں حلیمہ کے آئیں تو دودھ ہی دودھ

29- ہمارے بال بے کمال	حضورؐ کے بال جناب خالد کی ٹوپی میں ہوں تو باعث فتح ونصرت
30- ہمارے بال سایہ کو نہ روک سکیں	حضرت شاہ عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کو حضورؐ نے دو بال دیئے جب حضور کے بال حضرت صدیق گھر لے گئے تو رات کو گھر میں تلاوتِ قرآن سنی بال ہاتھ میں لیتے تو سایہ آپ کا غائب ہو جاتا

یہ چند حقائق بشریہ وہ ہیں جو ہم میں بھی ہیں اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں بھی مگر جب یہ حقائق ہم میں ہوں تو انہیں عیب ہے' پلیدی ہے' نقص ہے' حقائق جب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں منتقل ہوں تو خوشبو ہے' لطافت ہے' شفا ہے' کمال ہے اور ہر عیب سے پاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۹ رمضان شریف بروز پیر مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۹۱ء

نوٹ: حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں ان کی موجودگی میں عرض کیے' ملاحظہ ہوں۔

واحسن منك لم ترقط عینی
واجمل منك لم تلد النساءٔ
خلقت مبرا من کل عیب
کانك قد خلقت کما تشاءٔ



وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۔

ترجمہ: جو رب کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

شانِ نزول:

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ایک روز قیامت کے بارے میں سوچنے لگے۔ تصور میزاں جنت دوزخ وغیرہ کے بارے سوچتے گئے اور قیامت کے حالات پر غور کرتے کرتے لرز اُٹھے اور کہنے لگے کاش کہ میں گھاس کا تنکہ ہوتا' جانور کھا جاتے یا میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

گویا آپ رومی رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر کے مطابق فرمارہے تھے

کاش کہ مادر نہ زادے مرمرا

یا مرا شیر بخورد ے درچراہ

کاش مجھے ماں نہ جنتی اور میں پیدا نہ ہوتا یا مجھے کوئی شیر کھا گیا ہوتا اور میرا نشان نہ ہوتا۔

سوچتے سوچتے بے قرار اور اضطراب قیامت کی ہیبت کا تصور کرتے کرتے انتہائی پریشان تھے کہ جبریل امین یہ آیہ کریمہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور حضور پاک صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔

یہی حال حضرت علی شیر خدا کا تھا کہ جب وضو فرماتے تو رنگ زرد پڑ جاتا اور جب مصلے پر تشریف لاتے تو لرزنا شروع کر دیتے۔

ایسے شخصوں کے لیے دو جنتیں ہیں۔

دو جنتیں: جنت نعیم' جنت عدن

جنت کا لغوی معنی ہی معتبر ہے یعنی باغ و گلستان یعنی جو لوگ خوف میں زندگی گزارتے رہتے ہیں' ان کو دو جنتیں ملتی ہیں۔

مقام اگر اسم ظرف ہو یعنی ظرف مکان ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ ہر وقت اس جگہ سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ جہاں کھڑا کر کے حساب لیا جائے گا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

اور اگر مقام سے مصدر میمی مراد ہو تو اس کے دو مفہوم ہیں۔

ایک یہ کہ جو لوگ ہر وقت اس بات سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ ان کا رب ان کی نگرانی فرما رہا ہے' وہ ان کے افعال و اقوال دیکھ رہا ہے اور پوری طرح باخبر ہے' وہ ڈرتے ہیں کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس کے باعث ان کا رب ان پر ناراض ہو جائے۔

دوسرا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں' دو جنتوں کے مستحق ہیں۔

چونکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جنت کا لغوی معنی ہی معتبر ہے یعنی باغ و گلستان اور یہی زیادہ موزوں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور خوفِ خدا میں زندگی گزارتے ہیں' ان کو جنات میں دو باغ عطا ہوں گے۔ ایک وہ جس میں ان کی رہائش ہوگی یہاں وہ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ رہیں گے دوسرا وہ جہاں ان کی عام نشست ہوگی۔ دوست احباب سے ملاقاتیں ہوا کریں گی' عیش و نشاط کی محفلیں ہوں گی یا یوں کہہ لیں کہ سُنی چونکہ محفلِ میلاد کے عادی ہیں' وہ میلاد کیا کریں گے۔

علامہ بغوی نے ایک عجیب حدیث نقل فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

من خاف ادلج ومن ادلج بلغ الا ان سلعة اللہ غالیہ الا ان سلعة اللہ غالیة۔

یعنی جس مسافر کو راہزنوں کا خوف ہوتا ہے، وہ سوتا نہیں بلکہ چلتا رہتا ہے اور جو رات بھر چلتا رہتا ہے، وہ اپنی منزل کو پالیتا ہے۔ خبردار اللہ کا سامان بہت قیمتی ہے، خبردار اللہ کا سامان بہت ہی قیمتی ہے۔

دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۔

گویا کہ چار جنتیں ہو گئیں۔

دو کیوں جنتیں ملیں گی، کیا ایک کم ہے تا کہ ایک جگہ سے دل نہ بھر جائے اس لیے کبھی یہاں کبھی وہاں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اپنی تفسیر مظہری میں، حضرت ابوداؤد نے فرمایا: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۔

عرض کی گئی۔

وان زنى وان سرق ۔

دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ فرمایا:

رغم انف ابی الدرداء ۔

یعنی ایسے آدمی کے لیے دو جنتیں ہیں اگرچہ زنا کرے یا چوری کرے، تعجب ہے تین مرتبہ پوچھا گیا تو تیسری مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابودردا کا ناک خاک آلود ہو جائے۔

ایک علماء نے یہ وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔

دو جنتیں کیوں؟ ایک باغ گھر کے لیے دوسرا سیر و تفریح کے لیے
یوں بھی ارشاد فرمایا' ایک باغ روحانی' دوسرا باغ جسمانی یا یوں کہ ایک باغ اطاعت کے بدلے' دوسرا ترکِ معصیت کے بدلے۔

یا یوں ایک باغ پاکیزہ عقیدے کے بدلے' دوسرا اچھے اعمال کے بدلے۔

یا یوں ایک اعمال کے بدلے' دوسرا صرف فضلِ الٰہی کے بدلے۔

قرآنِ کریم نے دوسرے مقام پر جو صحیح خوفِ خدا رکھنے والے ہیں' ان کے بارے یوں فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۔

گویا علماء کے لیے دو جنتیں ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صحیح خوفِ خدا رکھنے والے علماء ہی ہیں کیونکہ خوف ہوتا ہی علم کو ہے' جہالت خوف سے بے نیاز ہوتی ہے اس لیے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ کا مصداق علمائے کرام ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو خوفِ خدا عطا فرمائے۔

۲۹ رمضان شریف ۱۴۱۱ھ بروز پیر ۱۰ اپریل ۱۹۹۱ء



ذکرِ حق ہے ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کا

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۔

ترجمہ: اور بلند کیا ہم نے تیرے لیے تیرے ذکر کو۔

حدیث قدسی: فَلَمَّا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ ۔

حبیب جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا ذکر ہوگا۔ ذکر کی بہت سی صورتیں ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے خوف فرمایا:

ذکر خدا جوان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک ہمارا محتاج نہیں بلکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے ہزاروں سال سے ہو رہا تھا۔ چنانچہ تبع حمیری اوّل جو روئے زمین کا بادشاہ گزرا ہے، حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے ہزار سال تبع حمیری اوّل کا طوفانی دورۂ ملکی

تبع حمیری اوّل حضور علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے گزرا ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ پوری روئے زمین کا بادشاہ تھا اس نے ایک مرتبہ اپنے ملک کا وسیع دورہ کرنا چاہا تو بہت سے عمائدین وزراء، امراء اور چار سو علماء کا عظیم وفد بھی ساتھ رکھا اور دورہ شروع کر دیا۔ مستقل بار بردار کا گروہ ساتھ جو باقاعدہ سامان اُتارتا اور سامان باندھتا تھا جب ایک

مقام پر پہنچے اور پڑاؤ کیا جب دو تین دن کے بعد کوچ کرنے کا حکم ملا اور تمام لوگوں کا سامان باندھا گیا جب علماء کے پاس باربردار گئے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ باربرداروں نے بادشاہ سلامت کو واقعہ بتایا۔ بادشاہ نے فرمایا: میں ان سے خود بات کروں گا' کوئی شخص ان سے کچھ نہ کہے' یہ کمال ادب کا علماء کا بادشاہ کے دل میں۔

چنانچہ بادشاہ سلامت نے علمائے کرام سے بات کی تو ان لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہم نے آپ سے آج تک کچھ نہیں مانگا نہ عہدہ نہ جاہ وجلال نہ مال ونہال یہ سب باتیں امیر علماء سے باتیں ہو رہی تھیں۔ امیر نے کہا کہ ہم آپ سے صرف یہی مانگتے ہیں کہ آپ ہمیں یہیں چھوڑ دیں پھر بادشاہ نے فرمایا: تمہارے مکان وہاں' جائیدادیں' بچے' بیویاں سب کچھ وہاں ہے' یہاں کیا مقصد ہے۔اس عالم ربانی نے ہمیں یہاں چھوڑ دیں کیونکہ شعر

درمشالم لی رسد بوئے کسے
دامن دل می کشد سوئے کسے

یعنی ہمیں یہاں سے خوشبوئے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آ رہی ہے' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مسکن اور مدفن یہاں ہوگا۔ چنانچہ بادشاہ نے فرمایا' تمہیں کیا معلوم کہ تمہیں ان کی ملاقات نصیب ہوگی یا نہیں اس عالم ربانی نے فرمایا: مانا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوگی مگر ہماری قبریں تو یہاں ہوں گی۔

تیرا آستان جو نہ مل سکا تیری راہ گزر پہ جبیں سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو رہا نہ میں تو یہی سہی

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ہماری قبروں کے پاس سے گزریں گے تو آپ کے نعلین پاک کی گردوغبار ہماری قبروں پر پڑے گی یہی ہمیں کافی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے ان کو فقط رہنے کی اجازت ہی نہ دی بلکہ ان کے لیے چارسو نئے مکان بنوا کر دیئے اور ایک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام خط لکھ کر اس عالم ربانی کو دیا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو میرا

خط پیش کرنا اس میں لکھا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے گلے میں حکومت کا پھندا نہ ہوتا تو میں خود آپ کے انتظار میں بیٹھ جاتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خط دیکھتے ہی میرے حق میں دعا فرمانا۔ چنانچہ وہ خط منتقل ہوتا ہوتا حضرت ابو ایوب انصاری کے ہاتھ آیا کیونکہ آپ اس عالم ربانی کی اولاد سے تھے شاید یہی وجہ تھی جب حضور مدینہ میں داخل ہوئے تو اونٹنی حضرت ابوایوب انصار کے گھر جا کر بیٹھی جب اہلِ مکہ نے آپ کو تنگ کیا تھا تو حضرت ابوایوب انصاری نے وہی خط دے کر اپنے خادم ابویعلیٰ کو مدینہ سے مکہ بھیجا کہ یہ خط حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دے کر عرض کرنا اگر اہلِ مکہ آپ کو تنگ کرتے ہیں تو آپ کو مدینہ تشریف لائیں، ہم آپ کے خادم ہیں مگر ابویعلیٰ حیران تھا کہ میں آپ کو جانتا نہیں، دیکھا نہیں، پہچان کیسے ہوگی مگر جب خط لے کر مکہ پہنچا تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُور سے فرمایا ابویعلیٰ وہ خط کہاں ہے جو لائے ہو؟ یہ دوسری حیرت کی بات تھی۔ فرمایا کیوں پریشان ہوں؟ میں بتاؤں خط میں کیا لکھا ہوا ہے۔

یہ عظمت حضور کی ہے کہ آنے سے پہلے یہاں آپ کے چرچے ہو رہے تھے اور لوگ آپ کے ذکر سے معمور تھے ہم تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں، ہم پر تو یہ حال لازم ہے کہ ذکر مصطفیٰ علیہ السلام کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

من احب شیأ اکثر ذکرہ ۔

جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اکثر و بیشتر اس کا ذکر کرتا رہتا ہے۔

الحمدللہ یہ اہلسنّت کو سعادت حاصل ہے کہ ہر وقت ہر جگہ وہ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہیں، کبھی میلاد کے انداز میں، کبھی درود وسلام کے انداز میں۔

حضرت حسن رضا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کلمہ و اذان کیا جہاں دیکھو ایمانی والو
پسِ ذکر حق ہے ذکر مصطفیٰ ﷺ کا

فرماتے ہیں' کلمہ میں اذان میں اقامت میں بلکہ ہر جگہ اللہ کے ذکر کے بعد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک ہے پھر فرماتے ہیں: تقاضائے محبت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر پہلے ہو اور محبّ کا بعد میں چنانچہ مناسب یہ تھا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک سے پہلے خدا کا ذکر ہوتا اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خداوند قدوس کے بعد ہوتا مگر یہاں اس کے خلاف سے اس کا جواب یوں دیا ہے:

پہلے زباں حمد سے پاک ہولے
پھر نام لے وہ حبیبِ خدا کا

فرماتے ہیں: اللہ چاہتا ہے کہ پہلے میرا ذکر وحمد کرو تا کہ تمہاری زبان پاک ہو کر اس قابل ہو جائے کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک کرے۔

یہی وجہ ہے کہ یہ ذکر کے خدا کے بعد ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لازمی وضروری رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ اذان میں' اقامت میں' نماز میں' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک اس تاکید سے ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے۔ مؤذن اسی زور اور انداز سے جیسے کہ ذکر خدا کیا ہے' ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہے اسی طرح مکبر اقامت میں ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

- یعنی اے نجدیو! اگر تم ذکر خدا کو ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے الگ کرو گے تو خدا کی قسم وہ ذکر خدا نہیں بلکہ تمہارے لیے دوزخ کی کنجی ہے۔

الحمدللہ تمام اہل سنت کے ہاں دستور ہے کہ وہ جب بھی جیسے بھی ذکر خدا کرتے ہیں اسی وقت اسی طرح ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہیں۔ چنانچہ جلسوں میں جب نعرہ تکبیر لگاتے ہیں اسی طرح نعرۂ رسالت لگاتے ہیں جبکہ ہمارے مدمقابل کرم فرما نعرہ رسالت نہیں لگاتے بلکہ وہ نعرۂ تکبیر کے بعد نعرہ رسالت کی بجائے مفتی کا

زندہ باد، شیخ القران زندہ باد۔

ہم حیران ہیں کہ ان حضرات کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام و نعرہ سے نفرت کیوں۔ کیا مولوی یا مفتی یا شیخ القرآن کا نام حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے بہتر یا افضل ہے (نعوذ باللہ من ذالك) اذان کے بعد، تکبیر یعنی اقامت کے بعد، کلمہ شریف میں نامِ خدا کے بعد، نماز میں آخر میں نام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آتا ہو تو کیا یہ اصول نہیں ہے کہ نعرہ کے بعد نعرہ رسالت ہوتا الحمدللہ یہ سعادت بھی اہل سنت کو حاصل ہے۔

مانا کہ دیوبندی یا اہلحدیث حضرات صرف یا سے اختلاف ہے کہ یہ ندا بالغیب اور ندا بالبعید ہے تو ہم ان سے عرض کریں گے چلو تم یا رسول اللہ نہیں کہتے تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام کو چھوڑنے کے لیے یہ جواز ہرگز نہیں ہے بلکہ تم یوں نعرہ رسالت کے جواب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہہ دو اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ذکر خدا کے بعد ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہو جائے گا اور تمہارا عقیدہ بھی بزعم شما خراب نہیں ہوگا۔

بعض لوگ نعرہ رسالت سے نفرت کرتے ہوئے ایک نیا نعرہ گھڑ لیا ہے جو انتہائی بدتمیزی، بے ادبی، گستاخی رسول پر مبنی ہے، وہ نعرہ یہ ہے:

تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد، کوئی بھی ذی عقل اس گستاخی رسول کو جائز نہیں کہہ سکتا مثلاً اس میں الفاظ کوغور سے ملاحظہ فرمائیں۔ تاج تخت ختم نبوت نہ تاج نبی ہے نہ تخت نبی ہے نہ ختم نبوت نبی ہے بلکہ ان تمام سے الگ ذات نبی ہے اور یہ تمام اس کے اوصاف ہیں۔

اس کی واضح مثال یوں کہ جب کوئی عالم دین سٹیج پر آئے تو لوگ فوراً اس کے لیے نعرہ لگاتے ہیں، مفتی فلاں کا زندہ باد، فلاں شیخ القرآن زندہ باد اگر کوئی یوں نعرہ لگائے ٹوپی زندہ باد، کوئی زندہ باد، پگڑی زندہ باد، سوٹی زندہ باد، ایمان سے بتاؤ کیا اس عالم کی عزت ہے یا بے عزتی؟ کیا لوگ اسے معاف کر دیں گے یا پٹائی کر دیں گے۔ ہاں ان

کو اگر ان اوصاف سے زیادہ ہی محبت ہے تو بجائے اس بے ادبی اور گستاخی کے ارتکاب کے یوں نعرہ لگائیں:

تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد، حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تاج اور ختم نبوت کا نام بھی آ گیا اور ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بھی آ گیا۔

ایک مختصر علمی جائزہ

یہ حضرات فرماتے ہیں: یا کہہ کر قریب کو پکارا جاتا ہے اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چونکہ دُور ہیں ان کو یا کہہ کر نہیں پکارنا چاہیے تو ہم ان حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ کم از کم نحو میر دیکھ لی ہوتی۔ صاحب نحو میر فرماتے ہیں: صرف یا قریب اور بعید دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور علامہ بیضاوی کی تفسیر بیضاوی کو دیکھ لیا ہوتا تو بالکل مسئلہ واضح ہو جاتا اور نعرہ رسالت کے انکار کی نوبت نہ آتی۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

حرف الیاء وضع للبعید وقد یستعمل للقریب مثلا یا اللّٰہ۔

(بیضاوی شریف)

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں: اصل میں حرف یا ہے ہی دُور کے لیے، قریب کے لیے تو مجازاً استعمال ہوتا ہے جیسے کہ یا اللہ بولا جاتا ہے کیونکہ اللہ تو قریب سے قریب تر ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد۔

ترجمہ: ہم شہ رگ سے بھی نزدیک ہیں تو جو ذات شہ رگ سے قریب ہو اس کو ندا کرنے کی حاجت وضرورت نہیں۔

بقول علامہ بیضاوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرنا تو بالکل حقیقت ہے مگر اللہ تعالیٰ کو ندا کرنا مجازاً ہیں۔ بعض دیوبندی علماء سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ یارسول اللہ بالکل بے معنی ہے یہ تو جملہ بھی مکمل نہیں۔ افسوس کہ نحو میر پڑھ لی ہوتی تو یہ بات نہ کہتے کیونکہ صرف حرف یا تنہا جملہ مکمل ہے کیونکہ یا بمعنی ادعوا ہے اور ادعو فعل اور فاعل ہے اور

فعل وفاعل مل کر جملہ ہوتا ہے بہرحال ان تمام صورتوں میں نعرہ رسالت بالکل جائز ہے بلکہ سنت صحابہ' جیسے کہ مسلم شریف میں کہ جب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین محبت اور شوق سے نعرے لگاتے تھے یا محمد یارسول اللہ۔ معلوم ہوا کہ نعرہ رسالت آج کی ایجاد نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے اور یہ سنت اہل سنت کے حصہ میں آئی اسی لیے اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا:

ذکر روکے فضل کاٹے' نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

فرماتے ہیں: جو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو روکے اور فضائل کی لات کاٹے اور نعوذ باللہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے عیب ذات سے عیب تلاش کرے اور پھر وہ کمینہ آدمی اپنے آپ کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی بھی کہے' کتنے شرم کی بات ہے۔

جس نے بھی ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ' وآلہ وسلم کو بلند کیا اسے خدا نے بلند کیا اور جس نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو روکا یا مٹانا چاہا اسے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس گستاخی کی بدولت اس کے نام کو دنیا سے مٹا دیا گیا جیسے کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

مٹ گئے' مٹتے ہیں' مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک دن بدن بڑھ رہا ہے اور قیامت تک جاری وساری رہے گا اور آپ کے ذکر کو مٹانے والے ایسے مٹے کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔

بلکہ علمائے اہل سنت کو کوئی موضوع دے دیں' وہ گھوم کر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پر آ جائے گا۔ مثلاً مولانا حاجی سے پوچھا گیا کہ آسمان گھومتا ہے یا زمین؟ تو آپ نے فرمایا:

زمین از حب او ساکن
فلک در عشق او شیداء

جامی فرماتے ہیں: زمین ساکن ہے کیونکہ جس کو یار مل جائے اس کو قرار مل جاتا ہے اور جس کو یار نہ ملے وہ سرگرداں تلاش نقش پائے یار میں رہتا ہے۔

یہی حال زمین و آسمان کا ہے کہ زمین کو یار مل گیا تو قرار مل گیا مگر آسمان تلاش نقش پائے یار میں چرخ میں ہے یعنی گھوم رہا ہے۔

افسوس کہ یہ لوگ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو ماں کے برابر ہی سمجھ لیتے تو کافی مسئلہ سمجھ میں آجاتا اور اعتراضات نہ کرتے۔

ہمارے کئی مہاجر دیوبندی و اہلحدیث حضرات جب سخت تکلیف میں ہوں تو پکارتے ہیں ہائے امی' ہائے امی! کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ وہ لوگ جن کی مائیں ہندوستان میں مرگئی ہیں' وہ یہاں ہائے امی کہہ رہے ہیں' کیا ان کی مائیں زندہ ہیں' کیا ان کی مائیں سن رہی ہیں یا وہ ہندوستان سے یہاں آگئی ہیں یا وہ زندہ ہیں تو تم اگر ہائے امی کہہ سکتے ہو تو ہم یارسول اللہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

جس طرح آج کل اکثر ماؤں کے بیٹے ملک سے باہر لندن' امریکہ' عرب وغیرہ گئے ہوئے ہیں مگر خدا نہ کرے کوئی اس کا بچہ بیرون ملک کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو ماں فوراً کہتی ہے کہ میرے بیٹے کو خبر نہیں میرا دل اداس ہے تو واقعی اس کا تار آتا ہے یا فون آجاتا ہے کہ وہ فلاں مصیبت میں مبتلا ہے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب ماں اتنی مسافت پر بیٹے سے بے خبر نہیں تو نبی اپنی اُمت سے بے خبر کیسے ہوگا جس ماں کو ذرہ رحمت ملا ہے اس کا حال یہ ہے کہ سمندر پار سے بیٹے کے حالات سے باخبر ہے مگر وہ نبی جو سراپا رحمت ہی رحمت ہے' وہ امتی سے بے خبر کیسے ہوگا۔

اس پر بہت سی آیات و احادیث شاہد ہیں' اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کا ادب نصیب فرمائے۔ آمین

۱۲ شوال المکرم بروز ہفتہ ۱۴۱۱ھ ۲۷ اپریل ۱۹۹۱ء

احسانِ عظیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۔

ترجمہ: بے شک احسان کیا اللہ نے مومنوں پر جب ان میں عظیم الشان رسول بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو احسان کیوں جتایا جبکہ آپ کی تشریف آوری تمام انسان کے لیے ہیں جیسے کہ قرآن پاک میں ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ۔

(نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لیے)

کافہ کف سے بنا ہے' کف کہتے ہیں ہتھیلی کو' ہتھیلی چیز کو اپنے اریے میں گرنے سے روک لیتی ہے اسی طرح حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت تمام افراد انسان کو اپنے اریا نبوت و رسالت میں روکے ہوئے ہیں' وہ انسان انسان نہیں جو دائرۂ رسالتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نہیں۔ دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

(نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر)

معلوم ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کے لیے ہیں اور ہر ذرہ رحمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا محتاج ہے۔ چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا

یہ تمام انسانوں پر احسان ہے کیونکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں کے رسول ہیں یا فرماتا کہ میرا تمام عالمین پر احسان ہے کیونکہ تمام عالمین حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے پیدا ہوئے ہیں اور تمام عالمین حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے محتاج ہیں مگر ایسا نہیں کہا گیا بلکہ کہا گیا کہ اللہ کا احسان صرف مومنوں پر ہے اس کی حکمت یہ ہے:

قدر زر زر گر بداند

قدر جوہر جوہری

سونے کی قدر صرف صراف جانتا ہے' جوہر کی قدر جوہری جانتا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدر مومن جانتا ہے جس طرح ہر آدمی سونے کی قدر سے باخبر نہیں اور ہر کوئی جوہر کی قدر سے واقف نہیں اسی طرح ہر آدمی حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدر سے باخبر نہیں یہاں ایک مثال یاد رہے کہ شئے جتنی ہی قیمتی کیوں نہ ہو اگر وہ بے قدروں کے ہاتھ لگ جائے تو وہ شے اپنی قدر کھو بیٹھتی ہے۔ مثلاً دینے والا بھی بے قدر ہو اور لینے والا بھی بے قدر ہو تو وہ قیمتی شے اپنی قیمت کھو بیٹھے گی۔ آپ نے قرآن پاک میں اس کی مثال تلاش کریں تو آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال ملے گی جناب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا اور پھر قریب قریب گھومتے رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یوسف علیہ السلام کنویں سے نکل کر باپ کے پاس چلے جائیں اور ہمارا تمام منصوبہ خراب ہو جائے۔ چنانچہ ایک قافلہ آیا اور اس کے سقہ نے کنویں میں ڈول ڈالا جب باہر کھینچا تو ایک حسین لڑکا ڈول کے ساتھ باہر آ گیا' وہ پانی نکالنے والا محو حیرت ہو کر پکار اٹھا یابشری ھذا غلام اے خوش خبری کتنا حسین لڑکا ملا اس میں شک نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام حسین کائنات تھے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر پوری دنیا میں جناب یوسف علیہ السلام کا جواب نہ تھا بلکہ یوں کہیں کہ جہاں تمام حسینوں کے حسن کی انتہا ہوتی تھی وہاں یوسف علیہ السلام کی ابتدا تھی اگر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات کی جائے تو یوں

کہہ لیں کہ جہاں تمام حسینوں کی انتہا تھی، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ابتدا تھی اور جہاں یوسف علیہ السلام کے حسن کی انتہا تھی، وہاں حضرت آقائے دوعالم علیہ السلام کی ابتدا تھی۔ چنانچہ جب بشری کا شور سنا تو تمام بھائی بھاگ کر وہاں پہنچ گئے اور بولے یہ ہمارا غلام بھاگا ہوا ہے، ہمیں واپس کرو مگر قافلے والے حسن یوسف میں گرفتار ہو چکے تھے تو بولے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلام تم سے ناراض ہے، تبھی تم سے بھاگ کر کنویں میں چھلانگ لگا کر خودکشی کی کوشش کی ہے اس کو بیچ دو۔ انہوں نے کہا' خرید لو' ان کا تو منشا ہی تھا کہ کہیں دُور چلا جائے، باپ کے پاس نہ جائے کہ کہیں ہمارا تمام کام خراب نہ ہو جائے۔ بھائی بولے' خرید لو' قافلے والے بولے قیمت کرو' بھائی بولے جو چاہے دے دو' قافلے کے امیر نے جیب سے چند درہم نکالے اور قرآن فرماتا ہے کہ وہ بھی کھوٹے۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۔ (الایۃ)

کہ یوسف علیہ السلام کا سودا ہوا صرف چند درہموں پر اور وہ بھی کھوٹے۔ قرآن فرماتا ہے کہ چونکہ دونوں طرف والے بے قدر تھے نہ دینے والے باقدر نہ لینے والے باقدر۔ قرآن فرماتا ہے:

وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ۔

یعنی وہ تمام کے تمام بے رغبت اور بے قدر تھے جس طرح وہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی شان سے بے خبر تھے اور قدر کو نہ جانتے تھے اسی طرح تمام انسان حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدر سے بے خبر ہیں' آپ کی قدر صرف اور صرف مومن ہی جانتے پہچانتے ہیں اگر یوسف علیہ السلام کی قدر معلوم کرنی ہو تو پھر یعقوب علیہ السلام سے پوچھا جائے یا زلیخا سے پوچھا جائے اگر یہی سودا یوں ہوتا کہ قیمت حضرت یعقوب علیہ السلام کرتے اور خرید حضرت زلیخا کرتی تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کی قدر معلوم ہوتی۔

ایک دوسری مثال بھی قابلِ غور ہے:

حضرت بلال کو اُمیہ بن خلف بہت مارتا اور ایذاء دیتا تھا' ایک مرتبہ بہت سخت مارا

اور ظلم بے انتہا کیا کہ ایک صحابی نے اس منظر کو دیکھ کر حضور علیہ السلام سے ذکر کیا اور عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آج تو بلال کو اس طرح مار پڑ رہی تھی کہ اس کی چیخیں آسمان سُن رہا ہے اور فرشتے محو حیرت ہوں گے۔ حضور علیہ السلام کے چشمان حیا سے آنسو ٹپک پڑے' فرمایا: کوئی ہے تم سے جو بلال کو خرید لے۔ چنانچہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے دل میں ٹھان لی کہ آج بلال کو ہر حال میں خریدنا ہے جیسے بھی ممکن ہو۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور اُمیہ بن خلف کو فرمایا' اتنا کیوں ظلم کرتے ہو' یہ انسان ہے' حیوان تو نہیں؟ اُمیہ غصہ میں بولا غلام میرا ہو' تعریفیں کسی اور کی کرے' کھانا میرا کھائے' گیت نبی کے گائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مانا کہ تیرا عقیدہ اور ہے اس کا عقیدہ اور ہے' تیرا ایمان اور اس کا ایمان اور ہے' آخر انسان تو ہے کم از کم انسانیت کا حیا کر لے۔ اُمیہ بولا اگر اتنا ہی آپ کو بلال کا احساس ہے تو اس کو خرید لو۔ آپ نے فرمایا' آج میرا مقصد ہی یہی ہے جو تو نے خود کہہ دیا ہے۔ فرمایا' مانگو کیا مانگتے ہو' آج جو مانگو گے وہی ملے گا۔ چنانچہ اُمیہ نے اپنی طرف سے بڑی چھلانگ لگائی اور بولا کہ فلاں گورا غلام دے دو اور یہ کالا لے لو۔ فرمایا اور مانگ لو اس نے کہا دوصد درہم بھی ساتھ دے دو۔ آپ نے فرمایا: بس یہی کچھ مانگنا تھا اس نے کہا کہ مجھے تو خیال آ رہا ہے کہ اس پر بھی آپ پچھتا رہے ہوں گے کہ کالا لیا گورا دیا' ساتھ دوصد درہم بھی۔ آپ نے فرمایا' اُمیہ میں جب بھی خدا اور مصطفیٰ علیہ السلام کے نام پر کوئی سودا کرتا ہوں یا خرچ کرتا ہوں تو افسوس نہیں بلکہ مجھے انتہائی مسرت ہوتی ہے اور اس سودے کو انتہائی نفع بخش جانتا ہوں اور یقیناً نفع ہی ہوتا ہے۔

تیرا یہ کہنا کہ کالا لیا گورا دیا ہے تو سُن لے کافر دیا ہے' مومن لیا ہے' ظلمت دی ہے' نور لیا ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب بلال کو خرید کر سیدھے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' ہم دونوں غلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا' صدیق!

کتنے پر خریدا؟ عرض کی حضور! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بس خرید لیا۔ فرمایا اگر پیسے بتا دو تو آدھے پیسے مجھ سے لے لو تا کہ ثواب میں ہم دونوں شریک ہو جائیں۔ عرض کی: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ تو اس وقت ہے کہ جب کوئی میرے پیسے ہوں تو یہ صدیق بھی آپ کا اور پیسے بھی آپ کے۔ اُمیہ خوش تھا کہ میں نے صدیق کو لوٹ لیا مگر صدیق چونکہ بلال کے قدردان تھے وہ اس پر خوش تھے کہ بہت سستا سودا ہوا۔

یہی حال مسلمانوں کا ہے کہ چونکہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدردان ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا احسان جتلا رہا ہے مگر کافر چونکہ بے قدر ہیں ان کو احسان نہیں جتلایا۔

تیسری مثال سے مزید وضاحت

اگر آفتاب و ماہتاب کے نور کو دیکھنا ہو تو پورا جسم بے کار ہے صرف ایک آنکھ کی ضرورت ہے اور وہ بھی پوری آنکھ نہیں بلکہ صرف ایک کالی پتلی باقی تو اس کا حفاظتی سامان ہے صرف آنکھ آفتاب و ماہتاب کے نور کو دیکھتی ہے کیونکہ وہ خود نور ہے تو نور کو نور ہی دیکھ سکتا ہے اسی طرح تمام جسم سے وہ دل ہی ہے اور ایمان ہی ہے جو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ سکتا ہے کیونکہ ایمان خود نور ہے تو نور کو نور ہی دیکھتا ہے۔ اسی طرح تمام انسانوں میں صرف مومن ہی ہیں جو حضور علیہ السلام کی قدر کو جانتے پہچانتے ہیں اس لیے احسان صرف مومنوں پر بتایا گیا حالانکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پوری خدائی پر احسان ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو احسان جتایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو احسان جتانے سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو برباد نہ کرو احسان جتا کر یا ایذاء پہنچا کر۔

مگر خداوند قدوس خود احسان جتا رہا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ حکمت یہ ہے کہ بندہ جب بندے کو احسان جتاتا ہے تو بندہ عار اور ندامت محسوس کرتا ہے اور جب بندے کو اللہ تعالیٰ احسان جتاتا ہے تو بندہ ناز محسوس کرتا ہے بلکہ خود اعلان کرتا پھرتا ہے کہ اللہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے اس نے ہمیں احسان جتانے سے روکا اور خود احسان جتایا ہے۔

ایک اور حکمت بھی ہے کہ اگر قیمتی سے قیمتی شے بغیر اہتمام اور اس کی عظمت بتائے دے دی جائے تو ہو سکتا ہے وہ شخص اس قیمتی شے کو معمولی سمجھ کر ضائع کر دے مگر جب اس شے کی خوب عظمت اور قدر بیان کر کے دے تو وہ اس کی حفاظت کرے گا مثلاً ایک یہ کہے کہ یہ انگوٹھی یا فلاں شے میں نے پورے شہر کو نہیں دی بلکہ سب سے چھپا کر آپ کو دے رہا ہوں تو لازماً وہ شخص خوش بھی ہوگا اور اس کی حفاظت بھی کرے گا۔

بلا تشبیہ و مثال: خداوند قدوس نے فرمایا' اے اہلِ ایمان میں نے اپنا محبوب آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک کسی اُمت کو نہیں دیا بلکہ پوری خدائی سے اپنے محبوب کو چھپا کر رکھا اور تمہیں دے رہا ہوں' ہوشیار رہنا کہیں اس نعمت کو ضائع نہ کر دینا اس لیے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ میں اور حکمت

اللہ تعالیٰ نے کسی اپنے پیارے پیغمبر کو بھیج کر احسان نہیں جتایا مثلاً یوں کہا ہو:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِ آدما۔ یا نوحا'' یا حلیلا' یا حکیما یا روحا۔

صرف حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کو بھیج کر فرمایا لقد من اللہ الخ معلوم ہوا کہ کسی پیغمبر کو بھیج کر احسان نہ جتانا بتاتا ہے کہ اور تمام انبیاء کی بعثت رحمت تو ہے مگر احسان نہیں ہے اور تمام انبیاء و مرسلین کو بھیجنا احسان نہیں جبکہ ایک حبیب کو بھیجنا میرا اہلِ ایمان پر احسان ہے اسی طرح اس بے نیاز ذاتِ کریم نے پوری خدائی مثلاً فرشتے' جن' انسانوں' جمادات' نباتات اور آفتاب و ماہتاب یا پوری عظیم سے

عظیم مخلوق دے کر احسان نہیں جتایا یعنی پوری دنیا دے کر احسان نہیں کیا مگر ایک ذات دیکر احسان جتانا بتاتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوق' ساری دنیا سے قیمتی اور برتر اور بلند و بالا ہیں اس بے نیاز ذات نے پوری دنیا کو دے کر احسان نہ جتانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' اللہ کی پوری کائنات سے عزیز ہیں۔

ایک اور حکمت

اللہ تعالیٰ نے احسان اس لیے جتایا کہ کوئی شخص اپنا محبوب وحبیب کسی کو نہیں دیتا' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حبیب ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ ایک مرتبہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین انبیاء کی تعریف کر رہے تھے' آدم صفی اللہ والنوح نجی اللہ ابراہیم' خلیل اللہ موسیٰ کلیم اللہ' عیسیٰ روح اللہ جب یہاں پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اچانک گھر سے باہر تشریف لائے' فرمایا: صحابہ تم نے بالکل ٹھیک کہا۔

آدم صفی اللہ وکذلك والنوح نجی اللہ وھو کذالك ابراھیم خلیل اللہ وھو کذلك موسیٰ کلیم اللہ وھو کذلك عیسیٰ روح اللہ وھو کذلك الا وانا حبیب اللہ۔

خبردار حبیب خدا صرف میں ہی ہوں' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اور کوئی نبی و رسول حبیب اللہ نہیں صرف میری ذات محبوبِ خدا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ کوئی بھی اپنا محبوب دینا تو کجا دِکھانا بھی پسند نہیں کرتا اور اے اہلِ ایمان! میرا تم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اپنا محبوب دِکھانا تو کیا آپ کو دے دیا اور آپ میں مبعوث فرما دیا ہے لہٰذا یہ میرا تم پر عظیم احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نعمتِ عظمیٰ اور ذاتِ علیاء اور محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے مومنوں کی صف میں شامل فرمائے۔ آمین!

شوال المکرم ۱۴۱۱ھ اپریل ۱۹۹۱ء

اے اللہ! میرے علم کو زیادہ فرما دے

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۔

ترجمہ: اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرض کیجیے میرے دربار میں'

اے اللہ! میرے علم کو زیادہ فرمادے۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کتنی بڑی دولت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانگنے کے لیے ارشاد فرما رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بن مانگے اتنی نعمتیں دی ہیں کہ جن کا شمار ہی نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے موسیٰ کلیم اللہ نے شرح صدر مانگ کر لیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ الآیة۔

جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے پاس پیغام پہنچانے کے لیے حکم فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دو نعمتیں مانگیں ایک شرح صدر اور فصاحت زبان

مگر یہی بات اللہ تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یوں فرماتا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۔

اے حبیب ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے نہیں کھولا۔ گویا کہ وہ نعمت جو موسیٰ علیہ السلام نے مانگ کر لی' حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بن مانگے عطا کی گئی۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ۔

اے حبیب! میں نے آپ پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں۔ گویا کہ وہ نعمت نعمت ہی نہیں جو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں نہیں مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وقل رب زدنی علما۔ معلوم یہ ہوا کہ سب سے بڑی نعمت علم ہے جس کی عظمت اس آیت سے ظاہر ہو رہی ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے انی بعثت معلمًا فرمایا مجھے دنیا میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہے جس کی تصدیق مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں یوں ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو مسجد میں دو گروہ موجود تھے' ایک گروہ علماء کا تھا اور وہ جاہلوں اور ان پڑھوں کو علم سکھا رہا تھا اور قرآن و سنت کی توضیح وتشریح کر رہا تھا اور مسائل بتا رہا تھا۔ دوسرا گروہ ذکر وفکر میں مشغول تھا' حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کی یاد کر رہے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہیں' وہ اگر چاہے تو ان کو کچھ دے اور اگر چاہے تو کچھ نہ دے لیکن دوسرا گروہ جو علم دین جاہلوں کو سکھا رہا ہے اور انہیں عالم بنا رہا ہے' یہی میرا مشن ہے پھر آپ علماء کی جماعت میں تشریف فرما ہوگئے۔ آپ کے اس عمل نے ثابت کیا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں علماء کے ساتھ ہوں جو مجھ سے ملنا چاہے' وہ علماء سے ملے جو میرے ساتھ بیٹھنا چاہے' وہ علماء کے پاس بیٹھے' علماء کو ملنا مجھے ملنا اور علماء کے پاس بیٹھنا میرے پاس بیٹھنا ہے۔

حدیث: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا' صبح کو عالم دین کے پاس جا کر (قرآن وسنت کا) ایک مسئلہ سیکھنا ایک سو رکعت نوافل پڑھنے سے بہتر

ہے۔(نزہتہ الناظرین)

امام بخاری کے استادِ محترم امام محمد بن مقاتل فرماتے ہیں: قرآن کی ایک آیت کا ترجمہ سیکھ لینا قرآن کے چھ ہزار نقات سے زیادہ ثواب ہے۔ (سیرۃ امام محمد بن مقاتل)

قرآن کریم نے فرمایا: اگر تم عالم نہیں ہو تو علماء سے پوچھو۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

پس سوال کرو اہلِ علم سے اگر تم نہیں جانتے ہو اگر کوئی سوال کرے کہ یہاں تو اہلِ علم نہیں لکھا ہوا بلکہ اہلِ ذکر لکھا ہوا ہے تو جواب یہ ہے کہ اہلِ ذکر کے مقابل لاتعلمون ہے اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھ لو۔

بعض جہلا صوفیاء اپنی جہالت کو چھپانے کے لیے کہتے ہیں جی عالم اور ہیں اللہ والے اور ہیں۔ یہ بالکل لایعنی بات ہے بلکہ تمام اہلِ علم اور اہلِ تصوف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کوئی جاہل عارف نہیں ہوتا اگر خدا کسی پر کرم کر دے تو وہ جاہل نہیں رہتا۔

قرآن کریم میں جہاں بھی کسی کی کرامت کا ذکر ہوا ہے وہاں ساتھ علم کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً آصف بن برخیا کے تخت لانے کا ذکر ہے تو وہاں یہ موجود ہے:

وَقَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ ۔

کہ وہ بولا جس کے پاس علم کتاب تھا۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علموں باجھ کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

یعنی جو علم کے بغیر دعوائے فقیری کرے وہ دیوانہ کافر ہو کر مرے گا۔

تمام بزرگانِ دین کا اس پر اتفاق ہے کہ علماء میں صحیح معنی میں ولی ہوتے ہیں۔

چنانچہ امام تقی الدین عبدالملک المعروف امام عبیدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ ۹۳۹ھ اپنی کتاب نزہتہ الناظرین میں تحریر فرماتے ہیں:

وقال الامامان ابوحنیفه والشافعي رحمهما الله تعالٰى ان لم

یکن العلماء اولیاء اللّٰہ فلیس للّٰہ ولی۔

ان دونوں اماموں نے یعنی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے فرمایا: اگر علماء اولیاء اللہ نہیں تو اللہ کا ولی کوئی ہے ہی نہیں۔ (نزہۃ ص ۵/۶)

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: جنت میں علمائے دین عام جنتیوں سے سات سو درجے اوپر ہوں گے اور ہر درجہ کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہوگا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' اللہ تعالیٰ جس بندے کی آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے عالم دین بنا دیتا ہے۔

حدیث: حضور علیہ السلام نے فرمایا: ایک عالم دین کی شان عبادت گزاروں سے اس قدر اونچی ہے جس قدر میری شان تم میں سے ایک ادنیٰ انسان سے اونچی ہے۔

حدیث: حضور علیہ السلام نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتے اور آسمانوں و زمین یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں حتیٰ کہ مچھلیاں دریاؤں میں لوگوں کو دین سکھانے والے عالم دین پر درود بھیجتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

حدیث: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم دین سیکھنے کے لیے گھر سے نکلے' فرشتے اس کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

جب طالب علم کا یہ حال ہے تو عالم دین کا کیا حال ہوگا۔

حدیث: حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا' ایک عالم دین کی تبلیغ سے یا اس کی صحبت کے فیض سے کوئی شخص سیدھے راستے پر آ جائے تو اس سے کہیں بڑھ کر ثواب ملتا ہے کہ کوئی سارے جہان سونا چاندی اللہ کی راہ میں لٹا دے۔ (رواہ احمد)

اس حدیث کی رو سے کسی کا ثواب علماء کے برابر نہیں پہنچتا خواہ کتنی ہی خیرات نہ کر لے۔

حدیث: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ایک عالم دین شیطان پر ایک ہزار عبادت گزار لوگوں کی نسبت زیادہ بھاری ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اور جو کچھ دنیا میں ہے، سب ملعون ہے سوائے اللہ کی یاد کے اور سوائے اللہ کی پسندیدہ باتوں کے اور سوائے عالم دین کے اور سوائے اس کے جو علم دین سیکھ رہا ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو صبح کو مسجد (یا دینی مدرسہ) میں گیا جہاں کوئی عالم دین علم دین سکھاتا پڑھاتا ہوتا کہ وہ اس سے علم دین سیکھے اور دوسروں کو سکھائے اس کے لیے روزانہ آنے جانے کا حج کامل جیسا ثواب ملتا ہے۔ (طبرانی شریف)

حدیث: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص کسی عالم دین کے پاس بیٹھ کر علم دین سیکھتا ہے اسے ایک دن کے علم دین سیکھنے کا ثواب جو ملتا ہے، وہ ساٹھ سال کی عبادت سے یا اس سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ (نزہۃ الناظرین)

حدیث: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے پوچھا من اجود جوداً عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔

حدیث: حضور علیہ السلام نے فرمایا: علم دین حاصل کرو اگرچہ تمہیں اس کی خاطر چین جانا پڑے۔ (جامع العلم والعلماء)

حدیث: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جسے اس حالت میں موت آئے کہ وہ علم دین سیکھ رہا تھا کہ اس سے دین اسلام کو زندہ کرے تو اسے جنت میں سب سے اوپر کا درجہ ملے گا جو اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجے کا فاصلہ ہوگا۔

(نزہۃ الناظرین)

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے تھے کہ علم مال سے بہتر ہے۔ فرمایا علم انبیاء کی میراث اور مال نمرود قارون فرعون کی میراث ہے۔ علم انسان کی حفاظت کرتا ہے اور مال کی انسان حفاظت کرتا ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ مال دنیا میں رہ جاتا ہے اور علم قیامت تک ساتھ رہتا ہے۔ دنیادار مر جائے تو نام و نشان مٹ جاتا ہے اور عالم دین فوت ہو جائے تو اس کا نام قیامت تک باقی رہتا ہے۔

(نزہۃ)

حدیث: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر علمائے دین اولیاء اللہ نہیں تو روئے زمین پر اللہ کا کوئی ولی نہیں۔ (نزہۃ وتفسیر بیضاوی)

حدیث: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین گروہ بڑی شفاعت کریں گے۔ انبیاءٔ علمائے دین اور شہید (احیاء العلوم امام غزالی)

حدیث: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نوم العالم عبادۃ عالم کی نیند عبادت ہے۔ (الحاف ج۵ ص۱۵۷)

حدیث: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عالم کی نیند غیر عالم کی عبادت سے بہتر ہے۔ (حلیہ ج۴ ص۲۸۵)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ علم دین وہ عظیم نعمت ہے جس کے مقابل اور کوئی نعمت نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم سے بہرہ ور فرمائے اور اسی پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



شب برأت کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

حٰمٓ ○ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ○ فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ○ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ○

ترجمہ: حم حروف مقطعات ہیں، ان کا مطلب و معانی اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں۔ قسم ہے روشن کتاب کی بے شک ہم نے اس کو اُتارا ہے مبارک رات میں بے شک ہم ڈرانے والے ہیں اس میں تقسیم کر دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام ہمارے حکم سے بے شک ہم بھیجنے والے ہیں۔

حکمت نمبرا:

ایسی مقدس راتوں کا عطا کیا جانا اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ مثلاً اگر پہلی اُمتوں کی عمروں کا حساب لگایا جائے تو ان کی صدیوں پر محیط ہیں مگر اس اُمت کی عمریں بہت کم ہیں اگر نیکیوں کا حساب لگایا جائے تو اُمتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیکیاں کم ثابت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ چاہتا یہ ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمریں اگرچہ تھوڑی ہیں مگر نیکیاں تو پوری یا زیادہ ہونی چاہئیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے ایسی متبرک راتیں عطا فرمائیں۔ کہیں شب براۃ، کہیں شب قدر اور شب براۃ شام سے ہی نزول

شروع ہو جاتا ہے تاکہ ہم گناہ گاروں کو بھی فیض مل جائے۔
حکمت نمبر۲: باقی سال میں جب ہم جاگتے ہیں تو رحمت کا نزول شروع نہیں ہوتا جب ہم سوتے ہیں تو رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی نے ایک حکایت اپنی کتاب نزہت المجالس میں نقل فرمائی کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سفر میں گزرتے ہوئے ایک پہاڑ کے پاس سے گزرے تو پہاڑ کی چوٹی سے نور کی شعاعیں آسمان کی جانب اُٹھتی ہوئی دیکھ کر رُک گئے۔ حضرت ذات باری نے فرمایا: اے عیسیٰ! علیک السلام کیا آپ اس نظارے کی حقیقت کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ عرض کی' ہاں! یااللہ! فرمایا پھر پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لایئے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لائے تو پہاڑ کی چوٹی شق ہوئی اور ایک بزرگ سفید ریش کو مصروف عبادت پایا اور اس کے پاس پڑے ہوئے پھل دیکھ کر محو حیرت ہونے لگے کہ اتنے میں اس بزرگ نے نماز سے فراغت حاصل کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے سوال فرمایا کہ آپ کب سے مصروفِ عبادت ہیں اس بزرگ نے بتایا کہ مجھے اس پہاڑ کے اندر چار سو سال عبادت کرتے ہوئے گزر گئے' رات کو قیام کرتا ہوں اور دن کو روزہ رکھتا ہوں اور یہ پھل جنت سے میری سحری اور افطاری کے لیے آتے ہیں اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوچا کہ اس شخص سے کوئی بڑا عابد نہیں ہوگا جو انتہائی بے ریا طریقہ سے عبادت کر رہا ہے کیونکہ یہاں ریا اور دِکھلاوے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ خیال آیا ہی تھا کہ خداوند کریم نے فرمایا' اے عیسیٰ! علیہ السلام ایسا نہیں ہے بلکہ میرے پیارے رسول اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو میں شعبان میں پندرہ کی شب ایسی بابرکت دوں گا کہ اگر کوئی شخص اس رات جاگ کر قیام کر لے اور دن کو روزہ رکھ لے تو میں چار سو سال سے زیادہ ثواب عطا کروں گا۔ معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو چند راتیں ہی مل جائیں تو بے حساب ثواب مل جائے گا تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو دوسری اُمتوں کے مقابلے ندامت وشرمندگی نہیں ہوگی بلکہ بعض روایات میں یوں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! کیا آپ اس بات پر

ناراض تو نہیں کہ میں نے آپ کو سب رسولوں سے آخر اور آپ کی اُمت کو سب اُمتوں کے پیچھے بھیجا ہے۔ عرض کی: یااللہ! ہرگز نہیں' فرمایا: حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اس کی حکمت معلوم ہے؟ عرض کی یااللہ تو بہتر جانتا ہے۔ فرمایا اس میں حکمت یہ ہے کہ تمام اُمتوں کے عیب آپ کی اُمت کے سامنے ہوں اور آپ کی اُمت کے عیب کسی کے سامنے نہ ہوں تاکہ طعنہ نہ دے سکے بلکہ آپ کی اُمت کے عیب یا میرے سامنے ہوں یا آپ کے۔ میں غفور الرحیم ہوں تو رؤف الرحیم ہے۔ آیت کی وجہ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے کسی جگہ بھی رسولِ کریم کی ذات کو کسی کے سامنے ہدایت اور شرمندگی کا موقع ہی نہیں دیا نہ عمل کے لحاظ نہ زمانے کے لحاظ سے زمانے کے لحاظ سے آپ کی اُمت سب سے پیچھے اور عمل کے لحاظ سے عمریں تھوڑی اور ثواب سب سے زیادہ۔

قرآن پاک کے نزول کے لحاظ سے

ایک مہینے اور دو راتوں کا ذکر آتا ہے۔ سورۃ بقرہ میں شہر رمضان الذی انزل فیہ القران رمضان پاک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک اُتارا گیا اور سورہ دخان کی ابتدا میں ہے:

حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

بے شک ہم نے اسے مبارک رات میں اُتارا اور سورۃ قدر میں یوں ارشاد ہوا:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

بے شک ہم نے اسے خداوالی رات میں اُتارا۔

لیلۃ القدر اور رمضان پاک میں نزول کے بارے تو سب کا اتفاق ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ لیلۃ القدر رمضان پاک کی طاق رات ہے اور یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ قرآن پاک کی نزول کی رات کو لیلۃ مبارک کہا گیا ہے لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ شب براۃ یعنی پندرہویں شعبان کی رات بھی نزولِ قرآن کی رات ہے یا نہیں کیونکہ اگر اس رات کو بھی نزولِ قرآن کی رات تسلیم کیا جائے تو مختلف وقتوں میں قرآن پاک کا اُترنا ماننا پڑے گا۔

اسی طرح ایک اختلاف اور بھی ہے کہ لیلۃ مبارکہ میں آئندہ سال میں انجام پانے والے امور کا فیصلہ ہوتا ہے تو یہ فیصلہ بھی رمضان کی ستائیسویں شب کو بھی ہوتا ہے کیونکہ

یہ نزولِ قرآن کی رات ہے اور امور کے فیصلہ کو نزولِ قرآن کی رات میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ حسن مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم لیلۃ مبارکہ اور لیلۃ القدر کو ایک ہی رات قرار دیئے ہیں جبکہ حضرت عکرمہ کے نزدیک لیلۃ مبارکہ شعبان کی پندرہویں شب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے دونوں اقوال کا تضاد ختم ہو جاتا ہے اور دونوں کے درمیان تطبیق دی جا سکتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو ان مختلف امور کا فیصلہ فرماتا ہے جو آئندہ سال وقوع پذیر ہونے والے ہیں اور ان سے متعلق فرشتوں کو فیصلہ کی کتب لیلۃ القدر میں دی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہ نتیجہ نکلا کہ لیلۃ القدر اور شب براٗۃ دونوں ہی امر حکیم کے فیصلہ اور آئندہ سال کے بجٹ کی راتیں ہیں۔

رہا مسئلہ نزولِ قرآن کا تو اس سلسلے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قرآن پاک کے نزول کی تین صورتیں ہیں' تھوڑا تھوڑا کر کے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہونا تو اس کے ابتدا ربیع الاوّل شریف کے مہینے میں ہوئی اور تیئس سال کے عرصے میں یہ نزول تکمیل کو پہنچا۔

دوسری صورت لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر یکبارگی نزول کی ہے تو جس رات اس نزول کا حکم ہوا' وہ شب براٗت تھی اور جس رات نازل ہوا' وہ لیلۃ القدر تھی لہٰذا شب براٗۃ نزولِ قرآن تقدیری کی رات ہے اور لیلۃ القدر حقیقی نزول کی رات ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ شب براٗۃ بھی نزولِ قرآن کی رات ہے تو نزولِ قرآن کے حوالے سے اس کی عظمت کو چار چاند لگ گئے اور یہ رحمتوں' برکتوں کی رات بن گئی کیونکہ اس میں اس کتاب کے اُترنے کا حکم ہوا جو نوعِ انسانی کی دینی و دنیوی ہر قسم کی حاجات اور دُکھوں کا مداوا ہے۔

حضرت امام رازی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں: اس رات کے چار نام ہیں:

(۱)لیلۃ مبارکہ (۲)لیلۃ ابرأۃ

(۳)لیلۃ الصک (۴)لیلۃ الرحمۃ

امام رازی فرماتے ہیں: جس طرح کوئی عامل متعلقہ اشخاص سے خراج وصول کر کے انہیں رسید دے دیتا ہے اوران کے بارے میں لکھ دیتا ہے کہ تم لوگوں نے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا ہے یونہی اللہ تعالیٰ اس رات کو اپنے بندوں کو پروانہ براُۃ لکھ دیتا اور عطا فرما دیتا ہے۔

اسی رات کو پانچ خصوصیات حاصل ہیں:

نمبر۱: اس رات میں ہر امر حکیم کا فیصلہ ہو جاتا ہے' دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ آئندہ سال کے لیے خدائی بجٹ تیار ہوتا ہے۔ کس نے پیدا ہونا ہے' کس نے کرنا ہے' کس نے حج کرنا ہے اور کس خوش بخت کے مقدر میں عمرہ کی سعادت ہے۔ بہت سے لوگ شادی کی تیاریوں میں مصروف ہیں لیکن ادھر ان کا نام مرنے والوں کی لسٹ میں شام کر دیا گیا ہے۔ کوئی شخص مکان و کوٹھی کی تعمیر میں مصروفِ عمل ہے کہ آئندہ سال کوٹھی میں رہائش کروں گا جبکہ اس کا نام مرنے والوں کی لسٹ میں لکھ دیا گیا ہے اور اس کی فانی زندگی جواب دے جاتی ہے۔

آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شعبان معظم میں اکثر روزہ رکھا کرتے تھے تاکہ اگر میرا جانا اس سال میں جانے والے لوگوں میں لکھا جائے تو میں روزے سے ہوں۔

نمبر۲: دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس رات میں عبادت کی فضیلت زیادہ ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص شب برأت میں سو رکعت نفل پڑھے اور ایک روایت کے مطابق ہر رکعت میں دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے' اللہ اس کی طرف سو فرشتے بھیجتا ہے' تیس فرشتے اس کو جنت کی خوش خبری دیتے ہیں' تیس فرشتے عذابِ جہنم سے محفوظ رکھتے ہیں' تیس فرشتے آفاتِ دنیا سے بچاتے ہیں اور دس فرشتے اس کو شیطان کے مکروفریب سے بچاتے ہیں۔

نمبر۳: تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ کی رحمت بکثرت نازل ہوتی ہے جیسے کہ حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میری اُمت پر اس رات بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر رحمت فرماتا ہے' یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بکثرت رحمت فرماتا ہے۔

نمبر۴: چوتھی فضیلت یہ ہے کہ اس رات میں بندگانِ خدا کی مغفرت و بخشش ہوتی ہے اس رات تمام مومنین کی بخشش ہوتی ہے۔ سوائے بعض بدبختوں اور بدنصیبوں کے جو اس بھری رحمت رات کے اور رحمت و بخشش کی عام دعوت کے باوجود محروم رہتے ہیں اور اس کی وجہ ان کے وہ اعمالِ بد ہیں جو اس بندہ اور رحمتِ خداوندی کے درمیان حائل ہوتی ہے خصوصاً پانچ آدمی اس رات میں بھی حصولِ مغفرت سے محروم رہتے ہیں البتہ صدق دل سے وہ اپنی بداعمالیوں کو ترک کر دیں اور توبہ کریں تو وہ علیحدہ بات ہے اور رحمتِ الٰہی بہت وسیع ہے اور وہ پانچ آدمی یہ ہیں:

نمبر۱: کاہن وہ شخص جو اپنے آپ غیب کی باتیں بتانے کا مدعی ہو اور سچ اور جھوٹ کو ملا کر لوگوں کو بتائے جسے ہماری اصطلاح میں نجومی کہتے ہیں۔

نمبر۲: کینہ ور

نمبر۳: شرابی

نمبر۴: ماں باپ کا نافرمان اور

نمبر۵: زانی العیاذ باللہ

ہمارے لیے لازم ہے کہ شب برأت کے آنے سے پہلے اپنا اپنا جائزہ لیں کہ کہیں ہم میں کوئی ان میں سے بات تو نہیں اگر ہے تو فوری توبہ کر لینی چاہیے تاکہ اس رات کی رحمت سے محروم نہ رہیں اور رحمت سے اپنے دامن مراد کو بھر سکیں۔

نمبر۵: اس ذات کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منصب شفاعت پر مکمل فائز فرما دیا۔

شعبان کی تیرھویں رات کو تہائی حصہ شفاعت عطا کی گئی' چودھویں رات کو دو تہائی

مکمل ہوئی اور پندرھویں کی شب کو تاج شفاعت مکمل طور پر آپ کے سرانور پر رکھ دیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' شعبان شب کو رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر سے اُٹھے تو (تو میں بشری تقاضوں کے مطابق) مجھے شک ہوا کہ کسی دوسری زوجہ مبارکہ کے پاس تشریف نہ لے گئے ہوں اسی خیال سے میں نے حضور علیہ السّلام کو گھر میں تلاش کرنا شروع کر دیا تو اچانک میرا ہاتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی قدموں پر پڑا' آپ سجدہ ریز تھے اور مصروفِ دعا تھے جس میں اعتراف عبادات اور استغفار ان الفاظ سے فرما رہے تھے۔ یااللہ میرے وجود اور خیال تیری بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں' الٰہی میں تیری نعمتوں کا اقرار و اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کو تسلیم کرتا ہوں۔ (خیال رہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہوں سے پاک ہیں) مگر باوجود اس کے یہ الفاظ بطور تعلیم اُمت فرمائے تاکہ کوئی گناہوں کے اعتراف سے شرم محسوس نہ کرے' آپ نے عطار میں یوں عرض کی یااللہ! مجھے بخش دے' تیرے عفو وکرم کے ساتھ تیرے عذاب سے تیری رحمت کے ساتھ تیری سزا سے اور تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ لیتا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلسل قیام وقعود کے ساتھ نوافل میں مصروف رہے حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک پھول گئے۔ فرماتی ہیں' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں' کیا آپ گناہوں سے معصوم نہیں ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو فلاں فلاں اعزاز سے نہیں نوازا؟ فرمایا' اے عائشہ! کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں اس کے بعد آپ نے شب برأت کی فضیلت بیان فرمائی۔

ہمیں بھی چاہیے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے شب برأت کی برکات سے فائدہ اُٹھائیں اور سجدہ ریز ہو کر فتح ونصرت' وسعت رزق اور اپنے گناہوں کی مغفرت کی دعائیں مانگیں اور پوری اُمت کے لیے بھلائی کی دعا کریں۔

ضرورتِ وحی

آیت کریمہ : یُوْحٰی اِلَیَّ

دنیا میں مادی ترقی نے سکون نصیب نہیں ہوتا اس لیے ہمیں روحانی طور پر سکون کی ضرورت

اللہ تعالیٰ چونکہ مالک و حاکم ہے' مالک ہونے کے چار طریقے ہیں:

(۱) کسی چیز کو خود بنائے۔

(۲) یا خود خریدے۔

(۳) یا کوئی ہبہ کرے۔

(۴) یا میراث ملے۔

ہم دنیا کے چاروں طریق سے مالک ہیں' ہم تصرف کرتے ہیں تو ودیعت و امانت کی رو اور طریقہ سے ودیعت میں چونکہ مالک خود ہی مالک ہوتا ہے' ہم صرف امانت کی صورت میں تصرف کرتے ہیں۔

خداوند کریم حاکم ہے' ہم محکوم ہیں' مالک کی طرف سے مملوک پر فرض ہے اور لازم ہے کہ مالک کی رضا جوئی' اطاعت اور اس کی تعظیم کرے۔

(ب) ہم نے وہ ذرائع معلوم کرنے ہیں کہ خداوند کریم کس بات پر راضی ہے اور ہم اس کی اطاعت کیسے کریں۔

معلومات کے ذرائع چار ہیں:

(۱) فطرت (۲) حواس (۳) عقل (۴) نقل

نمبر ا فطرت:

علماء نے فرمایا: انسان کی فطرت کے اندر مالک کی پہچان رکھی ہوئی ہے اگر خارجی

عوارض مانع نہ ہوں تو فطرت سے جب بچہ سب سے پہلے بولے گا تو لفظ اللہ بولے گا بلکہ مجادات نباتات بھی اپنی فطرت کے مطابق اپنے مالک کو جانتے پہچانتے ہیں مثلاً سورج مکھی، چھوئی موئی اور ایسے درخت بھی موجود ہیں جو بندے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ بعض درخت سایہ کی وجہ سے مڑ جاتے ہیں، حیوان میں بھی فطرت ہے خود کھاتا ہے، خود پیتا ہے، خود راستہ تلاش کر لیتا ہے۔

نمبر۲: حواس ذریعہ معلومات ہیں۔ انسان حواس سے دیکھتا ہے، سونگھتا ہے، مس کرتا ہے مگر کبھی غلطی بھی کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ فطرت ذریعہ ہے مگر کافی نہیں کیونکہ اس پر خارجی دباؤ کی وجہ اعتماد کلی نہیں، حواس بھی ذریعہ معلومات ہیں مگر نا کافی کیونکہ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

نمبر۳: عقل ذریعہ ہے مگر عقل بھی کافی نہیں، عقل کے اندر تمام چیزیں نہیں آ سکتیں کیونکہ بعض چیزیں عقل میں نہیں آتیں یا کئی مقام پر عقل مجبور ہو کر جواب دے دیتی ہے۔

مثلاً پیاس عقل کی زد سے باہر، جو پیاسا نہ رہا ہو یا بھوکا نہ رہا ہو اس کو بھوک اور پیاس کو سمجھانا ہو تو اس کو دلائل سے سمجھانا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ بہرے کو آواز سمجھانا اور مادرزاد نابینے کو رنگوں کا سمجھانا بالکل ناممکن ہے۔ معلوم ہوا کہ عقل عاجز ہو جاتی ہے۔

عقل کے نقائص چار ہیں:

(۱) عاجز ہے

(۲) اس کی معلومات ظنی ہیں

(۳) عقل کی معلومات میں تضاد ہے

(۴) عقل کی معلومات میں اختلاف ہے۔

نمبر۱: عقل براہِ راست معلوم نہیں کر سکتی بلکہ حواس سے علم حاصل کرتی ہے جب حواس خود غلطی کر سکتے ہیں تو عقل انہی سے اخذ کرتی ہے لہٰذا عقل خود عاجز ہے۔

نمبر۲: ظنی ہے جب اس کی معلومات پر یقین کامل نہیں ہے تو یہ ظنی ہے۔

نمبر۳: عقل متضاد معلومات جمع کرتی ہے۔

نمبر۴: عقل کی معلومات میں اختلاف ہوتا ہے کیونکہ عقلیں مختلف ہوتی ہیں جب عقلوں میں اختلاف ہے تو معلومات میں اختلاف ہوگا لہٰذا رضائے الٰہی کی یافتگی میں اختلاف ضرور ہوگا۔

یہ تمام ذرائع کافی نہیں ہیں تو رضائے الٰہی کی تلاش کا صحیح ذریعہ فقط وحی ہے۔

زندگیاں تین ہیں:

(۱) حیوانی زندگی

(۲) انسانی زندگی

(۳) اسلامی زندگی

نمبر۱: من کی زندگی یا اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنا حیوانی زندگی ہے۔

نمبر۲: عقل کے مطابق چلے تو عقل پورا نظام بناتی ہے، اس پر چلتی ہے جیسے کائنات ممالک کا نظام چلتا ہے، یہ انسانی زندگی ہے۔

نمبر۳: اسلامی زندگی دونوں پر حاوی ہوتی ہے بلکہ دونوں کی اصلاح کرتی ہے بلکہ مافوق العقل معلومات بھی فراہم کرتی ہے کیونکہ اسلامی زندگی وحی کے مطابق چلتی ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ قانون وحی سے بنایا جائے اگر کوئی شخص بھی قانون بنائے گا آیا اپنی مرضی یا خواہش سے بنائے گا تو سب سے پہلے اپنا تحفظ کرے گا اور اپنا بھلا سوچے گا پھر اپنی اولاد خاندان علاقہ کا کیونکہ اس کے مفادات وابسطہ ہیں اپنے نقصانات سے بچاؤ کرے گا۔

اسی طرح اپنے علاقہ کے مفادات برادری کے مفادات اور نقصانات سامنے ہوں گے۔ لہٰذا قانون وہ بنائے جس کا اپنا نفع نقصان یا برادری یا علاقہ کے مفادات و نقصانات سامنے نہ ہوں اس لیے قانون وحی سے بننا چاہیے اور قانون خدا بنائے یا مصطفیٰ علیہ السلام بنائیں جن کی اپنی غرضیں یا مفادات نہیں ہیں اس لیے کوئی بھی آدمی اسلامی قوانین نہیں بنا سکتا۔

ضرورت نبی علیہ السلام یا ضرورت نبوت

آیۃ: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔
اورنہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کومگر اس لیے کہ اس کی اللہ کے اذن سے اطاعت کی جائے۔

خداوند کریم جل جلالہ کی مرضی معلوم کرنے کے لیے تین ذریعے ہیں:

(۱) الہام (۲) کتاب (۳) نمائندہ

نمبر۱: خدا کی مرضی اگر معلوم کرنے کا ذریعہ الہام ہوتو کیا ہرانسان کو الہام لازم ہے۔عبادات کے علاوہ ہرانسان کوتمام احکام کا جاننا لازم نہیں بلکہ جس شعبہ زندگی میں گزار رہا ہے اس سلسلے میں احکام کا جاننا لازم اور فرض ہے۔ مثلاً تجارت کے لیے تجارت کے مسائل جاننا لازمی ہے' باقی نہیں اگر تمام الہام ہرانسان کو ہوں تو بعض زائد بے فائدہ ہوں گے' بعض مفید ہوئے تو یہ شانِ خداوندی کے خلاف ہے۔

دوسری صورت ہرفرد کو بعض الہام لازم ہوں تو یہ صحیح نہیں کیوں اس لیے کہ ہر شخص اپنے عمل کو الہام کے نام پر جو چاہے کرے اگر ہر شخص کو الہام اس کی ضرورت کے مطابق ہوتو اختلاف کا دروازہ کھل جائے گا۔

نمبر۲: اگر کتاب بھیج دیتا کہ میں یہ چاہتا ہوں اس میں ذکر کل کا ہوگا یا ذکر بعض کا ہوگا اگر کل کا ذکر ہوتو بظاہر یہ سلسلہ ضروریات لاتقف کا سلسلہ جو ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ کتاب ضخیم ہو جاتی۔

اور اگر ذکر بعض کا ہے تو پھر بعض کلیات کا ذکر ہے یا بعض جزئیات کا اگر بعض جزئیات کا ذکر ہے تو بعض کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت ہے اگر بعض کلیات ذکر ہے

تو اس کی تفصیلات کے لیے پھر ضرورت باقی ہے لہٰذا اگر کتاب ہو بھی تو پھر کسی اور کی ضرورت ہے۔

نمبر۳: تیسرا نمائندہ کیا کرے گا۔

تفسیر میں متکلم کی کلام کو سمجھنا اور اس کی اپنی مراد بیان کرنا متکلم کے کلام کے معنی کو سمجھنے کی دو صورتیں ہیں یا وہ خود بتائے یا پوچھ کر معلوم کیا جائے۔

القران یفسّرہ بعضنہ بعضا ۔

یا اپنے نبی کے ذریعے سے سمجھائے اور بتلائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من فسّر القران برأیه فلیتبوأ مقعده من النار ۔

یہ وعید اس لیے ہے کہ جس نے تفسیر خود اپنی طرف سے کی گویا اس نے حقیقتا نبوت کا دعویٰ کیا۔

تاویل یا معنی

ایک کلام کے معنی کو قرائن و دلائل سے روایات ولغت سے محاوروں سے کلام کی تشریح کرنا ہے' تاویل جائز ہے' تفسیر جائز نہیں۔

نبی کی دوسری ضرورت کی وجہ اگر قرآن پاک کے فہم کو لوگوں کی عقلوں پر چھوڑ دیا جائے تو عقلوں کے اختلاف کی وجہ سے معنی کے متعین میں اختلاف ہو جائے گا جو یقیناً ملت کے انتشار کا سبب ہوگا لہٰذا ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو کتاب کے حقیقی معنی کو متعین کرے تا کہ تمام اُمت متفق اور متحد ہو کر عمل پیرا ہو۔

نبی کی تیسری ضرورت کی وجہ اگر کتاب اللہ آ جاتی تو لوگ کہتے یہ تو بڑی مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا بہت ہی دشوار ہے' یہ نہیں ہو سکتا۔ نبی علیہ السلام آیا اس نے عملاً کتاب کو پڑھ کر سنایا اور عمل کر کے دِکھایا۔

قرآن کی تشریح کی تین صورتیں:

(۱) تقنین (۲) تبیین (۳) تفصیل

تقنین خداوند قدوس جل وعلا کا حق ہے۔ تبیین رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہے۔

تفصیل کا حق آئمہ مجتہدین کا حق ہے۔

نبی کے بنیادی امتیازات

عصمت (گناہ سے معصوم ہونا)، نجابت (شریف النسب ہونا)، فضیلت (افضل ہونا)، تصرف (صاحب معجزات ہونا ہے)

عصمت اس لیے کہ خطا کا احتمال نہ رہے، نجابت اس لیے کہ مخلوق کا نمونہ ہے لہٰذا بلند نسب ہو، فضیلت اس لیے کہ وہ مطاع ہے، انسان اپنے سے کم کی بھی اطاعت نہیں کرتا اور تصرف اگر پھر بھی انسان نہ مانے تو تصرف کرتا ہے یعنی معجزات دِکھاتا ہے اور ان کو حق کی دعوت دیتا ہے۔

نبی کے بعد علماء کی ضرورت

علامہ قرطبی میں ج ۴ ص ۲۴۹ پر منقول ہے:

قال ابن عطیة والشوری وقواعد الشریعة وعزائم الاحکام من لایستشیر اهل العلم والدین فعزله واجب هذا مالاخلاف فیه وقد مدح اللّٰه المؤمنین بقوله وامرهم شورٰی بینهم۔

صفحہ ۲۵۰ پر ہے:

وقال ابن خویز ارمنداد واجب علی الولاة مشاورة العلماء فیما لایعلمون وفیما اشکل۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

المستشار مؤتمن علیهم من امورالدین قال العلماء وصفة المستشار ان یکون عالما دینا۔ (تفسیر قرطبی ج ۱٦ ج ۳۸)

وروی الترمذی عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا کان امراء کم خیارکم واغنیاء

کم سمحاء کم وامرکم شوریٰ بینکم فظهر الارض خیر لکم من بطنها واذا کان امراء کم شرارکم وماغنیاء کم بخلاء کم وامورکم الی نساء کم فبطن الارض خیر من ظهرها۔

تفسیر قرطبی ص ۲۵۹ زیر آیۃ یایها الذین امنوا اطیعوا اللّٰه الخ



عظمتِ نبی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ

ترجمہ: ''میں بناتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اُس میں وہ تو ہو جاتی پرند اللہ کے اذن سے۔ اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور برص کے مریض کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کے اذن سے اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں جمع رکھتے ہو۔''

قرآن کریم کی اس آیۂ کریمہ میں عظمت نبی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کچھ جاہل اور بے عقل لوگ قرآن کریم کی اس آیہ کریمہ:

لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا ۔ الآیۃ کو انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کرتے ہیں۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر جھوٹے خدا تمام جمع ہو جائیں تو ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔

بعض وہابیہ دیابنہ یوں ترجمہ کرتے ہیں۔ نبی نبی زادے رسول رسول زادے ولی ولی زادے اگرچہ تمام جمع ہو جائیں تو ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔ یہ بالکل بے بس اور بے

اختیار ہیں۔

جبکہ اس میں انبیاء و اولیاء کا ذکر نہیں اور نہ یہ حضرات مراد ہیں بلکہ اس میں تو خداوند قدوس نے ان جھوٹے خداؤں کی بے بسی اور عاجزی کو بیان فرمایا ہے کہ یہ بت جھوٹے خدا تمام مل کر بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔ اور میں واحد سچا خدا ہوں جس نے تمام کائنات اور مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔

اگر اس آیۃ میں انبیاء اور اولیاء کی بے بسی اور عجز کا ذکر ہوتا تو قرآن کریم میں یہ آیۃ کبھی نازل نہ ہوتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس میں فرما رہے ہیں کہ یہودیو منکرو انبیاء کے دشمنو اور انبیاء کو بے بس کہنے والو اور ایک مکھی نہ بنانے کا الزام لگانے والو۔ آؤ میں تمہاری موجودگی میں تمہارے سامنے ایک مٹی کی مورتی پرند کی شکل میں بناتا ہوں پھر میں خود اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے پرندہ بن کر اُڑے گا۔

معلوم ہوا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سارے نبی رسول مل جائیں تو ایک مکھی نہیں بنا سکتے وہ جھوٹے بولتے اور قرآنِ کریم کے خلاف بات کہتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں صرف پرند بنا کر ہی نہیں اُڑاتا بلکہ میں مادرزاد اندھے کو بینا کرتا ہوں اور جس کا جسم خراب ہو اس کو ٹھیک کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں۔

سائنس جتنی بھی ترقی کر لے ڈاکٹر اور اطباء جتنے با کمال ہو جائیں وہ نبی علیہ السلام کی گرد راہ کو نہیں چھو سکتے مثلاً سائنس نے ترقی کی ڈاکٹروں نے کامیاب آپریشن کئے اور اندھوں کو بینائی دی مگر ان لوگوں نے ایک شخص سے آنکھ نکال کر دوسرے شخص میں لگا دی۔ آپریشن کیا ٹانکے لگائے مگر پہلا شخص اندھا ہوا اگر مردہ ہے تو اس کو اذیت دی اور عیب ناک کیا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چہرے پر ہاتھ پھیرتے اور فوراً بینائی درست ہو جاتی کوئی آپریشن وغیرہ نہیں فرماتے تھے۔

دنیا کے سائنس دان اور ڈاکٹر صاحبان زور لگا لیں مگر کوڑی یعنی برص والے کو ٹھیک نہیں کر سکتے اور پوری دنیا زور لگا لے تو مردہ زندہ کرنا تو دور کی بات ہے ایک

سانس نہیں لا سکتے۔

یہ تو ایک پیغمبر خدا کی عظمت ہے دوسرے پیغمبر کی عظمت یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جب بھائی مصر گئے تو آپ نے اپنے والدگرامی کا حال پوچھا تو بھائیوں نے بتایا کہ ان کی آنکھیں آپ کے غم اور فراق میں رو رو کر سفید ہو گئی ہیں یعنی بینائی ختم ہو گئی ہے۔ اگر یوسف علیہ السلام چاہتے تو بادشاہ ملک تھے باپ کو بلوا کر علاج کروا لیتے۔ چاہتے تو ڈاکٹر بھیج کر کنعاں میں علاج کروا دیتے مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ باپ کو بلوایا نہ ڈاکٹر بھجوایا بلکہ فرمایا جسے قرآن نے یوں ارشاد فرمایا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ الاٰیۃ

ترجمہ: میرے بھائیو یہ میرا کرتہ یا قمیص لے جاؤ اور نابینے باپ کی آنکھوں پر ڈال دو میرے باپ کی فوراً بینائی واپس آ جائے گی۔

چنانچہ قرآن شاہد ہے۔ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا جونہی کرتہ لگایا گیا اور آنکھ پر رکھا گیا بینائی واپس آ گئی۔

یہ پیغمبر کے کرتہ یا قمیص کی عظمت ہے کہ ہاتھ نہیں لگایا دم نہیں کیا بلکہ آپ کے کرتے میں کمال تھا کہ نور واپس آ گیا۔ کوئی آپریشن وغیرہ کی نوبت نہیں آئی۔

معلوم ہوا کہ ہماری قمیص اور ہے نبی کی قمیص اور ہے۔ ہماری قمیص میں پسینے کی بدبو ہے مگر نبی کی قمیص میں نبوت کا نور اور نبوت کی خوشبو ہے۔

آیئے میں آپ کو بتاؤں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ ایک نے ہاتھ پھیرا تو نور آیا۔ ایک نے کرتہ بھیجا اور لگایا گیا تو نور آیا مگر ہمارے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ان سے برتر اور بلند تر ہے۔ آپ نے نہ ہاتھ پھیرا نہ کرتہ بھیجا اور نہ لگایا بلکہ حضور کے نام کی برکت سے آنکھوں میں نور آ گیا۔

چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث صحیح وجلیل وعظیم ترمذی شریف ونسائی شریف وابن ماجہ شریف وابن خزیمہ وطبرانی وحاکم وبیہقی نے سیّدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرط بخاری

ومسلم صحیح کہا اور امام حافظ الحدیث زکی الدین عبدالعظیم منذری وغیرہ آئمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلّم و برقرار رکھا۔ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یہ پڑھے:

اللهم انی اسئلك واتوجه اليك نبيك محمد نبي الرحمة يا محمد وانی اتوجه بك الى ربی فی حاجتی هذه ليقضى لی اللهم فشفعه فی۔

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی ہو۔ الٰہی انہیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

یہ حدیث خود ہی بیمار دلوں پر زخم کاری تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت کے وقت ندا بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت و التجا بھی مگر حصن حصین کی بعض روایات نے سر سے پانی تیز کر دیا۔ اس میں لتقضى لى بصیغہ معروف ہے۔ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور میری حاجت روا فرمائیں۔ مولانا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں۔ وفی نسخة بصيغة ای لتقضى الحاجة لی والمعنى تكون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہاتھ پھیرنے اور قمیص مبارک کی حاجت نہیں بلکہ حضور کے نام سے اندھی آنکھیں منور ہو جاتی ہیں اور لوگوں کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن و حدیث پر عمل کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔





واقعۂ کربلا
خلاصہ ، ماحصل اور نچوڑ
کربل کی ہے یاد آئی
کواکب سبعہ
فضائل و مسائل نماز
نوریہ رضویہ پبلی کیشنز